پھول بن

سلسلۂ یوسفیہ

شمارہ (۳)

پھول بن

سنہ ۱۰۷۶ھ

از

ابن نشاطی

مرتبہ

عبدالقادر سروری ایم اے ال ال بی

لیکچرار اردو جامعہ عثمانیہ

سنہ ۱۳۵۵ھ

ہر دو ٹائٹل مطبوعہ تاج پریس

قیمت — معہ/

مجلس اشاعتِ دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ام، اے۔ بی ایس۔ سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج — صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ام، اے۔ پی، ایچ، ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) — نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی، اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پروویسٹ جامعہ عثمانیہ — رکن

۴۔ مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) — ''

۵۔ مولوی عبد القادر سروری صاحب ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) — ''

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ام، اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) — معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ام، اے۔ — شریک معتمد
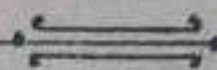
اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وؔلی اورنگ آبادی جو گیارھویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنھوں نے وؔلی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وؔلی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی، کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں بخصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانی شہر حیدر آباد خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہو گیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کرسکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر "دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کار آمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اردو سے خارج کرکے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کرسکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اردو کی خراد پر چڑھ کر اردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :۔

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولیؔ کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولیؔ کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولیؔ سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہیؔ، غواصیؔ، نصرتیؔ، رستمیؔ، وغیرہ ولیؔ سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولیؔ سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر ہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کرسکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں"

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام، اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام، اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)..... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام، اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر وسکون اور محنت وہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پا سکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست مشتملات

مقدمہ

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

(۱)

دکن میں اُردو مثنوی کا ارتقاء

اردو مثنوی اور اصناف کی طرح اپنی ایک تاریخ رکھتی ہے۔ اس کی مقبولیت، اس کی خصوصیات اور اس کے لوازم مختلف زمانوں میں کچھ نہ کچھ بدلتے رہے ہیں۔ اس کا پورا سرمایہ کم و بیش چار سو سال کی پیداوار پر حاوی ہے۔

مثنوی کو دوسری اصناف کے مقابلہ میں علیحدہ جانچنے کی بعض وقت ضرورت اور خواہش اس وجہ سے داعی ہوتی ہے کہ یہ صنف چند معین خیالات کے اظہار کا آلہ رہی ہے۔ چنانچہ اس کی اصطلاحی آسانیوں کی وجہ سے ابتدا میں صوفیائے کرام نے اس کو ذریعہ بنایا تھا۔ بعد میں جب یہ زیادہ ادبی بن گئی تو قصے کے ساتھ اس کا پیوند لگا۔ اس کے بعد ایک زمانہ اس پر ایسا بھی آیا کہ یہ کسی قدر کم طویل قصوں یا مرقع کی نظموں کی صورت میں فروغ پاتی رہی۔ موجودہ زمانے میں یہ صنف، ظاہری شکل اور معنوی خصوصیات ہر اعتبار سے بہت کچھ

بدل گئی ہے۔

اس طرح اردو مثنوی کی پوری ارتقائی رفتار کو ہم چند ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مثلاً (۱) ابتدائی عہد کے مثنوی پارے، جو زیادہ تر صوفیائے کرام کے رشحات پر مشتمل ہیں۔ یہ موجودہ رسم الخط میں لکھی ہوئی ایسی بھاشا کے نمونے ہیں جن میں عربی اور فارسی کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ ان کی بحریں عموماً برج کی ہیں۔ اور یہ منتشر پارے ساتویں صدی ہجری کے نصف آخر سے لے کر دسویں صدی ہجری کے زمانہ پر حاوی ہیں۔ دوسرا دَور ابتدائی مکمل اور طویل مثنویوں کا ہے۔ اس میں پنجاب گجرات اور بیجاپور کے ابتدائی دَور کے چند کارنامے شامل ہیں۔ اور یہ تقریباً سب کے سب ارشاد و ہدایت اور تصوف و عرفان کے حامل ہیں ان میں قابلِ ذکر گجرات کے حضرت خوب محمد چشتی کی مثنوی "خوب ترنگ" اور بیجاپور کے ایک نہایت مقدس بزرگ حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق اور ان کے خاندان کے ملفوظات ہیں، جو نظم اور نثر دونوں پر مشتمل ہیں۔ اسی دور میں اردو مثنوی کا حقیقی ڈول ڈالا گیا۔ اور اس کے آخری زمانے کا تعلق دکن اور خاص طور پر بیجاپور سے ہے۔

دکن میں مثنوی کا ارتقاء ڈھائی سو سال سے زیادہ مدت پر حاوی ہے۔

حضرت شاہ میراں جی کی وفات ۹۰۲ھ میں ہوئی - آپ کے زمانے سے لے کر
۱۱۶۰ھ، یعنے حضرت شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی کی مثنوی
"بوستانِ خیال" کی تحریر تک، مثنوی کو مسلسل اور خاطر خواہ ترقی ہوتی رہی۔
اس ڈھائی سو سال کے طویل عرصہ کی پیداوار کو ہم کم سے کم تین عنوانات
میں تقسیم کر سکتے ہیں - پہلا عنوان - عہدِ زرین کی مثنویاں - دوسرا عنوان
عہدِ مغلیہ کی مثنویاں اور تیسرا عنوان آصفجاہی عہد کی دکنی مثنویاں ہو سکتا ہے۔
اس طرح پہلا عنوان، اردو مثنوی کے ارتقا کا گویا تیسرا باب ہوگا - اور دوسرا
اور تیسرا عنوان بہ ترتیب، چوتھا اور پانچواں باب -

حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق، کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی
آپ اوائل عمر میں ہندوستان تشریف لائے اور بیجاپور کو اپنا مستقر بنایا۔
آپ کے علم و فضل، تقدس اور سیرت کے اثرات نے، ارادت مندوں کا
ایک بڑا گروہ آپ کے اطراف جمع کر دیا تھا - چونکہ ان میں سے اکثر
عربی زبان سے ناواقف اور فارسی سے بھی کچھ زیادہ مانوس نہیں تھے
اس لیے، آپ نے خود ان کی زبان سیکھی اور اس میں ارشاد و ہدایت فرمائی۔
یہ ملفوظات آپ کے مریدین اور معتقدین نے عوام کے فائدہ کی خاطر لکھ لیے۔

اس وقت اسی طرح کے کئی مخطوطے دستیاب ہوتے ہیں، جو اسی یا قریبی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں، اور نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہیں۔

نظموں میں آپ کی مثنویوں "خوش نامہ" اور "خوش نغز" کے علاوہ کئی اور چھوٹی چھوٹی مثنویاں شامل ہیں۔ ان کے اقتباسات، موجودہ زمانہ کی اکثر ایسی کتابوں میں شایع ہو چکے ہیں، جو اس دور سے متعلق ہیں۔

حضرت شاہ میراں جی کے فرزند، حضرت شاہ برہان الدین جانم بھی بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ کے ملفوظات میں، "سکھ سہیلا" "منفعت ایمان" اور "ارشاد نامہ" وغیرہ اب منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اسی طرح حضرت شاہ برہان الدین جانم کے فرزند حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ کے ملفوظات میں بھی کئی نظمیں اور کسی قدر طویل مثنویاں شامل ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" "نظم قربیہ" "محب نامہ" قابلِ ذکر ہیں۔ اس خاندان کے ارشادات تمام تر مذہبی اور متصوفانہ خیالات پر مشتمل ہیں۔

اسی طرح کے اور بھی نظم و نثر کے رسالے موجود ہیں، جو صوفیائے کرام کے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالے زیادہ تر بیجاپور کے ابتدائی چار حکمرانوں کے عہد سے متعلق ہیں۔

دکن کی ادبی تاریخ میں بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ تا ۱۰۳۷ھ) اور گولکنڈہ کے محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ تا ۱۰۲۰ھ) کے عہد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں سلاطین کی سرپرستی میں، ادبی ذوق کی ترقی شروع ہوئی اور بلند پایہ شعرار نشوونما پانے لگے۔ ان میں محمد قلی کے درباری شاعر وجہی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے، جس کی مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۷ھ) عمدہ شعری کارنامہ ہے۔ وجہی کے بعد اس فن کو سب سے زیادہ ترقی عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد کے مشہور شاعر غواصی نے دی۔ غواصی کی دو مثنویاں "سیف الملوک و بدیع الجمال" (۱۰۳۵ھ) اور "طوطی نامہ" (۱۰۵۹ھ) قدیم اردو کے ترقی یافتہ اور بسیط شعری کارنامے ہیں۔ اس نے اردو مثنوی کو جس معیار تک پہنچا دیا تھا، وہ بعد کے شعرار کے لیے نمونہ بن گیا۔

مقیمی جو اسی عہد کا شاعر ہے اور بیجاپور کے ابتدائی ادبی مثنوی نگاروں میں سے ہے، اپنے آپ کو غواصی کا خوشہ چیں بتلاتا ہے۔ اس کی مثنوی "چندر بدن اور مہیار" جو ۱۰۵۰ھ سے قبل لکھی گئی ہے، ادبی اعتبار سے زیادہ اہمیت تو نہیں رکھتی، لیکن اس کا قصہ عرب کے لیلے مجنوں کے

قصے کی طرح بے حد مشہور ہے۔

مقیمی کے زمانے سے مثنوی لکھنے کا طریقہ بیجاپور میں عام ہو گیا۔ اب مذہبی مثنویوں کے بجائے ادبی مثنویاں لکھی جانے لگیں۔ چنانچہ امین نے جو مقیمی ہی کا معاصر اور ہم وطن تھا، اس کے اثر سے فارسی کے ایک قصے کا ترجمہ "بہرام وحُسن بانو" کے نام سے کیا۔ لیکن اس کی تکمیل وہ نہ کرسکا۔ اور بعد کے ایک بیجاپوری شاعر دولت نے ۱۰۵۰ھ میں اس کی تکمیل کی۔

مقیمی تک زیادہ تر اردو مثنویوں کا مواد یا تو طبعزاد ہوتا تھا یا برج بھاشا سے ماخوذ۔ صرف محمد قلی کے زمانے کے ایک شاعر، احمد نے فارسی سے استفادہ کرکے "لیلی مجنوں" لکھی تھی۔ لیکن "بہرام اور حسن بانو" کے بعد سے جو مثنویاں اردو میں لکھی جانے لگیں ان میں زیادہ تر فارسی مثنویوں سے استفادہ کیا گیا۔ چنانچہ اس زمانے میں محمد عادل شاہ کے دربار کے ایک شاعر صنعتی نے ۱۰۵۵ھ میں حضرت تمیم انصاری صحابی رسولؐ کی مہمات کے ایک قصے "قصۂ بے نظیر" کا ترجمہ کیا۔ اور اس کے دوسرے سال اسی کے ہم وطن شاعر، ملک خوشنود نے "ہشت بہشت" کو اردو نظم کا جامہ پہنایا۔ ۱۰۵۹ھ میں
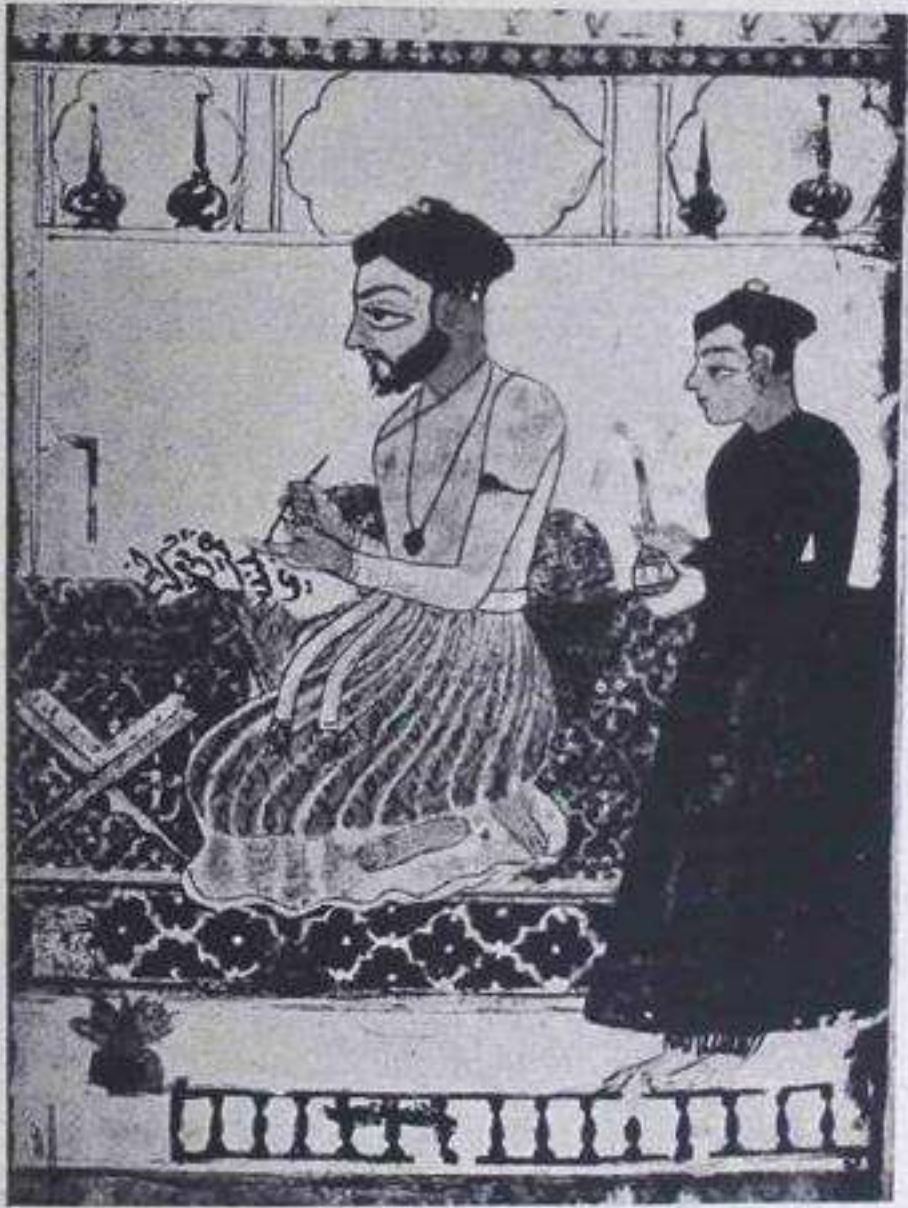
ابن نشاطی

بیجا پور ہی کے ایک اور شاعر، کمال خاں رستمی نے ابن حسام کے مشہور فارسی رزمیہ "خاور نامہ" کو نظم کیا۔ یہ اردو کی پہلی قابلِ ذکر رزمیہ مثنوی ہے۔ نہ صرف اس لحاظ سے بلکہ بیان اور زورِ قلم کے اعتبار سے بھی یہ کارنامہ قابلِ قدر ہے۔

"خاور نامہ" کے بعد جو مثنوی لکھی گئی وہ گولکنڈہ کے شاعر، جنیدی کی "ماہ پیکر" (۱۰۶۴ء) ہے۔ لیکن اس کا مخطوطہ اب نایاب ہے۔ اس کا ذکر مختلف حوالوں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے بارہ سال بعد گولکنڈے کا ایک اور شہ کار لکھا گیا یہ ابن نشاطی کی مثنوی "پھولبن" ہے۔ جو اس میں شک نہیں کہ ایک فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے۔ لیکن آزاد۔ چنانچہ اس میں جگہ جگہ، ماحول اور عہد کے اثرات نمایاں ہیں۔ غواصی کے بعد یہ دوسرا بڑا، اور اسی کی ٹکر کا شاعر تھا۔ جس نے مثنوی کے معیار کو اسلوب اور تکمیل کی حد تک بلند کیا بعد کے شاعروں نے، غواصی کی طرح، اس کے کارنامے کو نمونہ بنایا۔ چنانچہ ہنر فرزند عشرتی، کی مثنوی "نیہ درپن" (۱۰۷۶ء) میں اس کے ثبوت ملتے ہیں۔

بیجاپور میں علی عادل شاہ ثانی کے عہد تک اُردو شاعری کا ذوق خاطر خواہ ترقی کر چکا تھا۔ چنانچہ خود اس کے دربار نے ملک الشعراء

نصرتی جیسے زبردست سخن پردازوں کی پرورش کی۔ نصرتی بیجاپور کے لازوال شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی مثنویوں میں سے ایک "گلشن عشق" جو ۱۰۶۸ھ میں لکھی گئی، ہندوستان کے مشہور قصے "منوہر مدمالتی" کی عشقیہ داستان ہے اس کی دوسری مثنوی "علی نامہ" رزمیہ اور تاریخی مثنوی ہے۔ اس میں علی عادل شاہ اور مرہٹوں وغیرہ کی جنگوں کے حالات نہایت تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔ لفظیات کے اعتبار سے "علی نامہ" کی وسعت کو اُردو کے بہت کم کارنامے پہنچ سکتے ہیں۔ نصرتی کے اسلوب میں ادبیت اور لطف بھی موجود ہے۔ وہ جنگوں کے نقشے نہایت عمدگی سے اور حقیقی پیش کرسکتا تھا۔ "علی نامہ" کی تکمیل ۱۰۷۶ھ میں ہوئی۔ اس عہد کی آخری مثنویوں کے ذکر سے پہلے، گولکنڈہ کی ایک اور مثنوی "بہرام وگل اندام" کا تذکرہ ضروری ہے جو ۱۰۸۱ھ میں لکھی گئی۔ یہ بہت زیادہ اہم کارنامہ نہیں ہے۔ تاہم غواصی اور ابن نشاطی کے دبستان کی تمام خوبیوں اور خصوصیات کا حامل ہے۔

دوسری مثنوی "ظفر نامہ نظام شاہ" ایک رزمیہ ہے جو تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں رام راجہ سے دکن کی دوسری سلطنتوں کی جو جنگ ہوئی تھی، اس کا شاعرانہ حال درج ہے۔ اس کا مصنف حسن شوقی، بلند پایہ شاعر تھا۔

جس کو پہلے، نظام شاہی دربار (احمد نگر) سے توسل رہا۔ پھر وہ بیجاپور آیا۔ آخر میں محمد قطب شاہ کے زمانہ میں گولکنڈہ آگیا تھا۔ اس کی ایک اور مثنوی "میزبانی نامہ" بھی ہے۔

نصرتی کے بعد، سوائے ہاشمی کے بیجاپور میں ایسے بلند پایہ شاعر کم پیدا ہوئے، جن کے کارنامے دیرپا دلچسپی کے حامل ہوں۔ صرف شاہ ملک کا ذکر اس کی ضخیم مثنوی "تربیت نامہ" کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یہ مثنوی [illegible]ھ میں لکھی گئی تھی۔ ہاشمی وسیع دلچسپیوں کا انسان تھا۔ عادل شاہی سلطنت کے زوال کی وجہ سے زمانہ بھی بدل چکا تھا، اس لیے اس نے اپنی شاعری میں عام راستہ سے تجاوز کیا اور ریختی اور غزل پر توجہ صرف کی۔ اس دور میں دکن کی آخری مثنویاں زیادہ تر گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ چنانچہ امین، غلام علی، فائز، اور لطیف، جن کی تصنیفات سنہ ۱۰۹۰ھ سے لے کر سنہ ۱۱۰۰ھ کے زمانہ پر حاوی ہیں، سب گولکنڈہ ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔

امین، حضرت عمر کے فرزند ابوشحمہ کے متعلق ایک فرضی قصے کا مصنف ہے، جو ۱۰۹۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس کے ایک سال بعد غلام علی نے "پدماوت" کے قصہ کو منظوم کیا۔ اس کا ماخذ فارسی سے زیادہ ہندی قصہ

نفا - فائز، "رضوان شاہ روح افزا" (۱۰۹۴ھ) کا مصنف ہے۔ لطیف نے ایک رزمیہ مثنوی لکھی ہے جو "ظفر نامہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں "خاور نامہ" کا زور بیان اور "علی نامہ" کا لطف موجود نہیں ہے۔

۱۱۰۰ھ کے قریب دو ڈھائی سال کے اندر اندر بیجاپور اور گولکنڈے کے ادبی اور علمی مرکزوں کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ علما اور خاص طور پر اردو زبان کے شاعر، جو عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کی سرپرستی میں اپنے ذوق کی تکمیل میں منہمک تھے، منتشر ہونے لگے۔ کیونکہ ان سلاطین کے جانشین یعنی مغلیہ امراء کو اردو شاعری کا چسکا ابھی نہیں لگا تھا۔ شہنشاہی احساس کے ساتھ فطرتاً وہ شہنشاہی دربار کی ادبی روایات اپنے ساتھ لائے تھے۔ تاہم اردو شاعروں کے قدم اکھڑے تو اس سرزمین میں فارسی شعراء کے قدم بھی نہ جم سکے۔ اردو شعراء ہی نے دکن کے اگلے ادبی روایات کا تسلسل قائم رکھا۔ لیکن یہ خود منتشر ہو گئے تھے ان کی شعری پیداوار کی یکسانیت منتشر ہو گئی اور یہ خصوصیت ان کے کارناموں سے ظاہر ہے۔ چنانچہ دکن میں مغلوں کے تسلط کے بعد جو کارنامے ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ بڑی حد تک ان کے پیدا کرنے والوں کی ذہنی حالت کا عکس پیش کرتے ہیں۔ اس زمانے کی شعری پیداوار کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) مرثیے (۲) مذہبی نظمیں (۳) متصوفانہ نظمیں (۴) نیم مذہبی نظمیں۔

دکن کے شعرا نے مرثیہ کے لیے متنوع شعری صنفوں کا استعمال کیا ہے لیکن اس طرز کا زیادہ کلام قافیہ کی ترتیب میں قصیدے کی شکل رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ہمارے دائرہ سے باہر ہے۔ دوسری قسم کی نظموں میں، ولی ویلوری کی "روضۃ الشہدا" (سنہ ۱۱۳۰ھ) ضعیفی کی "ہدایت ہندی" ذوقی کی "وصال العاشقین" جیسی طویل مذہبی نظمیں شامل ہیں۔ اس دور میں تیسری قسم کی نظمیں بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔ ان میں سب سے پہلے قاضی محمد محمود بحری کی "من لگن" کا ذکر ضروری ہے۔ بحری اصل میں بیجاپور کے رہنے والے تھے بیجاپور کی شکست کے بعد یہ حالِ تباہ گولکنڈہ پہنچے۔ دو سال بعد، گولکنڈہ کی سلطنت کا سایہ بھی سر سے جاتا رہا۔ "من لگن" تصوف کی قدیم نظموں میں خاص اہمیت رکھتی ہے یہ اور۔ حدی کی "پنچھی باچھا" جو "منطق الطیر" کا ترجمہ ہے، بہت پڑھی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ عشرتی کی متصوفانہ نظمیں "چیت لگن" اور "دیپک پتنگ" بھی کافی مقبول تھیں۔

نیم مذہبی نظموں میں محمد علی عاجز کے قصے قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں فقہ، عقائد وغیرہ کے مسائل کو قصے کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا تھا۔ اِن قصوں

کو بھی اپنے زمانہ میں کافی مقبولیت حاصل رہی۔

دکن میں مثنوی کی ترقی کا آخری زمانہ' آصفجاہی سلطنت کے قیام کا ابتدائی دور ہے۔ یہ ایک عبوری زمانہ ہے' جس میں قدیم خیالات اور قدیم روایات کی کچھ تو شکست وریخت ہوئی اور کچھ نئی تعمیر شروع ہوئی۔ زبان اور خیال کے سانچوں کے لحاظ سے' اس دور سے بڑا انقلاب رونما ہونے لگا۔

اس دور کا سب سے بڑا شاعر' ولی ہے۔ جس نے اپنی شاعری میں نئے ماحول اور بدلے ہوئے مذاق کو سب سے زیادہ جگہ دی۔ اس کے بعد، شعراء کو اس کے نقشِ قدم پر چلنا آسان ہوگیا۔ مثنوی کی حد تک ولی کا کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ اس نے صرف دو تین چھوٹی چھوٹی مثنویاں لکھیں۔ ان میں سے دو بزرگوں کی تعریف میں ہیں۔ مگر ایک مثنوی جو تیس پینتیس شعر کی ہے' نہایت اہم ہے۔ اس مثنوی کا عنوان "مثنوی در تعریف سورت" ہے۔ یہ اگلی تمام مثنویوں کے مقابلہ میں جداگانہ نوعیت رکھتی ہے اس وقت تک اردو میں مثنوی مرقع نگاری کے لیے استعمال نہیں ہوئی تھی۔ ابتدائی چھوٹی چھوٹی مثنویاں متصوفانہ تھیں۔ بعد میں وجہی کے زمانہ سے اس میں قصے

لکھے گئے - کچھ رزمیہ مثنویاں بھی لکھی گئیں - عربی شعراء اس نوع کے خیالات کے لیے، قصیدہ کا استعمال کرتے تھے - فارسی شعراء نے بھی انہیں کی پیروی کی - ولی کے اثر سے، جب دہلی میں اردو شاعری کو فروغ ہوا تو ابتدائی زمانہ کے شعرائ جیسے شاہ حاتم اور آبرو نے ولی کی اسی مثنوی کی پیروی کی - میر تقی میر کے سامنے یہ نمونے تھے - اس لیے ان کی وہ مثنویاں جو فارسی کی تقلید میں نہیں لکھی گئی ہیں، اسی طرز کی ہیں - فارسی کی قصہ دار مثنویوں کے نمونے پر میر نے جو مثنویاں لکھیں وہ، ابتدائی نوعیت کی ہیں -

ولی کے بعد دکن میں دونوں طرح کی مثنویاں رائج ہوگئیں - خود ان کے جانشین، حضرت شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی نے، ایک طویل مثنوی "بوستانِ خیال" کے علاوہ کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی لکھیں، جو متصوفانہ خیالات سے مملو ہیں - سراج کی طویل اور قصہ دار مثنوی "بوستانِ خیال" اس دبستان کی دکنی مثنویوں کا سب سے بہتر کارنامہ ہے، اور اُردو کی تمام مثنویوں میں اس کا درجہ "سحر البیان" کے بعد ہے - انداز بیان، صداقت جذبات، تکمیل اور شعری خوبیوں کی بدولت "بوستان خیال" ہر زمانہ میں قدر کی نظر سے دیکھی جائیگی -

بوستانِ خیال" کے بعد، دکن میں مثنوی نگاری کے ذوق پر تنزل طاری ہونے لگا۔ تاہم اس آخری دور میں بھی دو تین مثنویاں ایسی لکھی گئیں، جن کی ادبی اہمیت کبھی کم نہیں ہو سکتی۔ ان میں سب سے پہلے قابلِ ذکر لالہ لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی کی "تصویر جاناں" ہے۔ جو قصے کی ندرت اصلیت اور ادبی معیار کی بلندی کے باعث اردو کی بہترین مثنویوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ دوسری مثنوی "لعل و گوہر" ہے۔ جس کے مصنف عارف الدین خاں عاجز اورنگ آباد کے شعراء میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مثنوی قدیم طرز کے فوق فطری قصوں سے کچھ زیادہ امتیاز نہیں رکھتی، لیکن عاجز کا انداز بیان صاف ستھرا اور موجودہ روز مرہ سے بہت قریب ہے۔ چونکہ اس زمانے میں، اورنگ آباد کو سیاسی مرکزیت حاصل تھی، اس لیے یہاں اچھے اچھے شاعر جمع ہو گئے تھے۔ اور دکن کا پایہ تخت حیدر آباد میں منتقل ہونے تک، اورنگ آباد کو ادبی مرکزیت حاصل رہی۔ چنانچہ کئی سخن پرداز اکنافِ ہند سے آکر یہیں فروکش ہو گئے تھے۔ ان میں شاہ غلام قادر سامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جو برہان پور سے آکر اورنگ آباد میں رہ گئے تھے۔ وہ اچھے شاعر تھے اور ان کے اطراف شاگردوں کا ایک خاصہ

مجمع تھا۔ وہ شفیق کے ہم عصر اور دوست تھے۔ شفیق نے اپنے "تذکرے" "چمنستان شعراء" میں ان کی ایک مثنوی "شمشاد و صنوبر" کے اقتباسات دیے ہیں۔ یہ مثنوی خاصی ضخیم بتلائی جاتی ہے۔ لیکن اب تک اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اقتباسات سے ظاہر ہے کہ یہ مثنوی اچھی ہوگی۔

اس خاکے کے ختم کرنے سے پہلے ایک اور سخن سنج کا ذکر ضروری ہے جو اپنے زمانے کے استاد شمار کیے جاتے تھے۔ یہ شیر محمد خاں ایمان، شاگرد حضرت شاہ تجلی ہیں۔ ایمان کا نشو و نما نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی کے آخر عہد میں ہوا۔ یہ پرگو شاعر تھے۔ انہوں نے کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی لکھی ہیں، جو پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہیں۔

موخرالذکر سخن سنج در اصل قدیم دبستان کے آخری شاعر تھے ان کے بعد، نئے عہد کے نئے تخیلات اور نئے روزمرہ کے اثرات نے 'قدیم دبستان' کو متاثر کرنا شروع کیا۔ اور قدیم تخیلات پر بڑی شکست و ریخت طاری ہوئی۔ اس دوران میں، دکن کی اردو شاعری پر پژمردگی سی چھا گئی تھی۔ یہاں تک موجودہ عہد سے پہلے جب یہ شکست و ریخت مکمل ہوگئی جدید احساس نے اُردو شاعروں میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔

۲

مُصنّف

اور

کارنامہ

(۱)

مُصنّف

یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر "پھولبن" مشہور اور مقبول ہے اس کے مصنف، ابن نشاطی کی حیات اسی قدر تاریکی میں ہے۔ یوں تو اس عہد کے اکثر و بیشتر شعرا کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، لیکن ان میں بھی ابن نشاطی کی زندگی کے واقعات خاص طور پر، ہماری نظر سے اوجھل ہیں۔ قدیم اُردو شعراء کے تذکروں کی کمی کا بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو شعرا کے تذکرے لکھنے کا خیال اس زمانہ میں نہیں پیدا ہوا تھا، دوسرے اس عہد کی تاریخیں بھی کم ملتی ہیں۔ جو تاریخیں موجود ہیں، وہ تمام تر فارسی میں ہیں۔ ان میں سے بھی ابن نشاطی کے زمانے، یعنے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد پر بہت کم حاوی ہیں۔ فارسی تاریخوں میں، کہیں کہیں ایسے فارسی شعرا، کا ذکر کر دیا جاتا ہے

جو دربار سے توسل رکھتے تھے۔ ان تاریخوں کے مصنفین میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اردو شعرا کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔

ابن نشاطی کے کارنامہ کا ذکر سب سے پہلے غالباً اسٹیوارٹ نے کیا، جس کی فہرست میں ''پھولبن'' شامل تھی۔ اس نے مثنوی کے اشعار سے پتہ چلا کر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ''بساتین'' کا ترجمہ ہے (ملاحظہ ہو شعر ۲۳۹) لیکن مصنف کے حالات کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا اس لیے اس معاملے میں وہ خاموشی اختیار کرتا ہے۔

ابن نشاطی کا تذکرہ سب سے پہلے، گارساں دتاسی نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن وہ اس کا دوسرا نام آواری سمجھتا تھا، اور اسی نام کے تحت اس نے مصنف اور ''پھولبن'' کے واقعات لکھے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:۔

''آواری۔ (ابن نشاطی) ایک مسلمان مصنف ہے، جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ حسبِ ذیل کتابوں کا مصنف ہے۔

(۱) ایک پریوں کا افسانہ، جو دکھنی نظم میں ہے، اور جس کا عنوان ''پھولبن'' ہے۔ یہ طیلہ شاہ TAILA SHAH اور شہزادی پھولبن کا قصہ ہے۔

یہ ایک فارسی کتاب "بساتین" کا ترجمہ تبلایا جاتا ہے۔ اس کتاب کا ذکر محمد ابراہیم نے اپنے دیباچہ "انوار سہیلی" (صفحہ ۱۱) میں، دکھن کی مشہور ترین کتاب کی حیثیت سے کیا ہے۔ اگر اسٹیوارٹ کے قول کا اعتبار کیا جائے، تو اس کی تصنیف ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ء) میں ہوئی۔ ایک مخطوطے کے اعتبار سے جو انڈیا آفس کا مملوکہ ہے، اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ - ۱۶۵۶ء) ہے۔ یہ نسخہ جو عمدہ نقوش سے مزین ہے بدقسمتی سے نامکمل ہے۔ کئی اوراق غائب ہیں، اور کئی ایسے بے ترتیب ہیں کہ اس کے استعمال کو مشکل بنا دیتے ہیں۔

اس کتب خانہ میں ایک اور مخطوطہ اس نظم کا صرف ابن نشاطی کے نام کے ساتھ موجود ہے۔ جس کے ۱۳۰ صفحات ہیں اور سائز آکٹیو۔

(۲) اس مصنف کی ایک اور تصنیف "طوطی نامہ" (طوطے کی کہانیاں) بھی ہے، جو ہندوستان کا ایک مقبول قصہ ہے۔ یہ ایک مثنوی ہے جو ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹ - ۱۶۴۰ء) میں لکھی گئی ہے۔ یہ نخشبی کی فارسی کتاب کا ترجمہ، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا چربہ ہے، جس کا ایک نسخہ عجیب و غریب نقوش سے مزین، پارس میں بھی ہے یہ نسخہ جو ہندوستان سے جنرل الارڈ

کے ساتھ آیا تھا، بیرن فوئیے (کونشی) M. LE BARON FEUILLET DE CONCHES
کے پاس موجود ہے۔

اسی موضوع پر دوسرے ہندوستانی کارنامے جو غواصی اور حیدری کے ہیں، ان کا ذکر میں ان کے مقام پر کرونگا۔ کئی اور ترجمے بھی مختلف مصنفین کے موجود ہیں۔ ان میں سے جن سے میں واقف ہوں ایک دکھنی نثر میں ہے اور جس کا نسخہ اف فلکونے F. FALCONER کے قبضہ میں ہے۔ دوسرا ہندوی زبان اور ناگری خط میں ہے جس کا ایک نفیس نسخہ چھوٹی تقطیع کا میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ میں ہندوستانی زبان کی ایک جلد ہے جو "منتخب طوطی نامہ" سے موسوم ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ انتخابات کہاں سے لیے گئے ہیں۔

آداری کی کتابیں سلطان عبداللہ قطب شاہ، جانشین محمد، برادر قلی قطب شاہ کے نام سے منسوب ہیں۔ قلی قطب شاہ کی ہندوستانی شاعری قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ اس کا ذکر میں "قطب شاہ" کے مضمون میں کرونگا۔ یہ وہی عبداللہ ہے جس نے مغل شہنشاہ

شاہجہاں کی اطاعت قبول کی تھی۔

دوسری کتاب وہی معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر غواصی کے تذکرہ میں کیا جائیگا۔کیا یہ موخرالذکر مصنف اور اس تذکرہ کا مصنف شاید ایک ہی ہوں گے"۔ (تاریخ زبان و ادب ہندوستانی وہندی جلد اول ص ۲۵۲)

دتاسی کا یہ بیان ابن نشاطی کی ذات کی حد تک مختصر اور ایک حد تک پریشان کن ہے۔ اس مضمون سے متعلق چند نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔ سب سے پہلا نوٹ "آدری" کے متعلق ہے۔ اسے وہ فارسی لفظ "آدارہ" کا ہم معنی سمجھتا ہے۔ چنانچہ فرانسیسی میں اس نے اس کا مطلب جس لفظ سے ظاہر کیا ہے وہ "کاہل 'بے مقصد پھرنے والا" کا مترادف ہے۔ دوسرا نوٹ' "پھولبن" پر ہے۔ اسے وہ ہیرائین کا نام بھی بتاتا ہے۔ تیسرا نوٹ "بساتین" سے متعلق ہے۔ اور وہ لکھتا ہے کہ "ممکن ہے کہ یہ وہی فارسی کارنامہ ہو' جو جادو کے موضوع پر ہے اور جس کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے"۔

لیکن آخری حصہ بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسے "آدری" اور "غواصی" کے ایک ہی شخص ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ اس کا تصفیہ نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ میں

اسے جو غلط فہمیاں ہوئی ہیں، ان کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

ابن نشاطی کے زمانے سے کوئی سو سال بعد، جب اُردو شعراء کے تذکرے لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو اس وقت تک اکثر شعرا، گمنام ہو چکے تھے۔ صرف غواصی کا ذکر تو اُردو شعراء کے ابتدائی تذکروں میں ملتا ہے، لیکن دوسرے بہت سے شعراء ان تذکرہ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہے۔

حال کے زمانے کی بعض تصنیفات، جیسے "دکن میں اردو" اور "اردوئے قدیم" میں ابن نشاطی کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرے زیادہ تر دتاسی ہی کے بیان پر مبنی ہیں۔ مثلاً "اردوئے قدیم" میں ابن نشاطی پر حسب ذیل نوٹ لکھا گیا ہے:۔

"ابن نشاطی، گولکنڈہ کا باشندہ ہے۔ اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر ہے اس نے دو کتابیں لکھی ہیں اور انہیں سلطان عبداللہ کے نام سے نامزد کیا ہے[1]۔"

یہی ناکافی مواد، "اردو شہ پارے" کی اشاعت تک ہماری دسترس میں تھا

---

[1] اردوئے قدیم۔ مطبوعہ تاج پریس صـ۵۹۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور پروفیسر اردو، جامعہ عثمانیہ نے، مثنوی کے تفصیلی مطالعے سے بعض مزید امور کا پتہ چلایا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"وہ (ابن نشاطی)..... نثر نویس تھا۔ اور اس سے قبل شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی وہ اپنے زمانے کے زندہ شاعروں کی توصیف و تعریف کا خواہشمند نہیں۔ وہ ان کا ذکر بھی نہیں کرتا، صرف فیروز، محمود، خلیقی (خیالی؟) اور شوقی کو پسند کرتا ہے.........

"پھولبن" کا خاتمۃ البیان، گولکنڈے کی اُردو شاعری اور مصنف کی زندگی کی نہایت اہم دستاویزوں میں سے ہے۔ یہ اصل کتاب کی تکمیل کے کئی برس بعد شریک کیا گیا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو، اس تصنیف کے بعد سے کیسی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایک طرف بادشاہ نے اسے شایانِ شان سرفراز کیا تو دوسری جانب کتاب کے ادبیانہ طرزِ بیان نے پبلک کو بھی اس کا گرویدہ بنالیا۔

"اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ قلعہ سدھوٹ میں ایک دولتمند جاگیردارنی تھی، جو..... ادبیات سے بے حد لگاؤ رکھتی تھی۔ وہ ابن نشاطی کی تصنیف سے بے حد محظوظ ہوئی۔ اور چاہا کہ اس کو عمدہ تصاویر کے

ساتھ نقل کر دیا جائے۔ اس نے شادی کے بیان کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا، یہ بتا دینا خالی از دلچسپی نہیں کہ انڈیا آفس کا مخطوطہ خوش قسمتی سے وہی نسخہ ہے جو اس خاتون کیلئے لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد خوشنما اور اعلیٰ درجہ کی تصاویر ہیں اور نفیس خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔

خود مصنف کی بھی ایک پاکیزہ اور چھوٹی تصویر ہے، جو غواصی کی تصویر سے، جو اس کے سیف الملوک کے مخطوطے میں ہے، زیادہ اصلی اور فن کارانہ ہے۔ اس میں ابن نشاطی ایک ادھیڑ شخص دکھایا گیا ہے، جو اپنے دیوان خانے میں ہاتھ میں بیاض لیے بیٹھا ہے۔" (اردو شہ پارے صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۱)

مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اپنی حالیہ تالیف "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں "پھولبن" اور ابن نشاطی کے متعلق زیادہ تر یہی امور لکھے ہیں لیکن انہوں نے سد حوث کے نسخے میں، جو اضافے بعد کو کیے گئے ہیں، ان کو کسی قدر صراحت سے بیان کیا ہے۔

ان تمام واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ابن نشاطی کے حالات پر، خارجی ذریعوں سے بہت کم روشنی پڑ سکی ہے۔ ان کا سب سے بڑا اور واحد ماخذ، اس کی تصنیف، "پھولبن" ہی ہے۔

گارساں دتاسی کو ابن نشاطی اور "پھولبن" کے متعلق چند غلط فہمیاں ہوگئی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ "آواری" اور ابن نشاطی کو ایک ہی شخص سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کو اسی کی تصنیفات بتلاتا ہے۔ آخر میں وہ اس شبہ کا اظہار کرتا ہے کہ ممکن ہے غواصی اور آواری ایک ہی شخص ہو۔ اس طرح اس کے بیان کے بموجب آواری، غواصی اور ابن نشاطی، تینوں ایک شخص قرار پاتے ہیں۔ پھر "پھولبن" کے قصے کے متعلق بھی اس کے بیان کا ایک حصہ صحیح نہیں ہے۔

بظاہر دتاسی کو یہ غلط فہمی، اسٹیوارٹ کی توضیحی فہرست کے سبب ہوئی۔ اس میں "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کا نوٹ حسب ذیل ہے:-

"۹ و ۱۰ "پھولبن" اور "طوطی نامہ"۔ دو جلدیں۔ کوارٹو (تقطیع) شکستہ آمیز تحریر۔ اول الذکر تیلو شاہ TAILU SHAH اور شہزادی "پھولبن" کی داستان ہے۔ جو "بساتین" کا ترجمہ بتلائی جاتی ہے۔ یہ کئی تصویروں سے مزین ہے جن سے ایرانی لباس کی وضاحت ہوتی ہے۔ موخر الذکر نخشبی کے فارسی "طوطی نامہ" کا، دکھنی نظم میں

ترجمہ ہے۔

مصنف آداری۔عبداللہ قطب شاہ (۱۶۴۹-۱۶۵۳ئ) کے نام سے

معنون ہیں۔" (فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان۔مطبوعہ ۱۸۰۲ء صفحہ ۱۸)۔

اس میں شک نہیں کہ اسٹیوارٹ نے اثباتی طور پر یہ نہیں لکھا کہ "پھولبن" اور "طوطی نامہ" دونوں کا مصنف آداری ہے۔لیکن اسی کے بیان سے اس غلط فہمی کی گنجائش ہے۔اور قرین قیاس یہ ہے کہ دتاسی کا ماخذ یہی فہرست تھی۔تاہم اس نے کتابوں کو پڑھ کر ابن نشاطی اور غواصی کا بھی پتہ چلا لیا تھا، گو وہ اس غلطی کی اصلاح نہ کر سکا جو اسٹیوارٹ کے بیان سے پیدا ہو گئی تھی۔بلکہ ایک حیثیت سے اس کی توضیح کرتا ہے۔اسٹیوارٹ کو "پھولبن" کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا تھا۔

مرتب اوراق ہذا کا خیال یہ ہے کہ اسٹیوارٹ کی غلط فہمی کی بنا اس طرح ہوئی کہ نقص کتابت یا کسی اور سہو کی وجہ سے پہلے کسی نے "غواصی" عواصی پڑھ لیا اور اسی طرح انگریزی میں لکھ دیا۔دوبارہ پھر اس نام کی نقل کرتے وقت Awami کا "یس" جو بعض وقت تحریر میں "آر" سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے، "آر" پڑھ لیا گیا۔اور یہ "اواری" ہو گیا۔اس امر کی تائید کہ اواری دراصل

غواصی کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں تھا، اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ دتاسی نے "طوطی نامہ" کا جو سنہ تصنیف (سنہ ۱۰۴۹ھ) لکھا ہے، وہ غواصی کے "طوطی نامہ" ہی کا سنہ ہے۔

جہاں دتاسی نے 'غواصی کے" طوطی نامہ" کا ذکر علحدہ کیا ہے' وہاں' مصنف کے نام کے متعلق کسی طرح کی غلط فہمی کی گنجائش نہیں تھی۔

دوسری چیز' "پھولبن" کے قصے کے متعلق غلط فہمی ہے۔ اسٹیوارٹ اور دتاسی دونوں ہی نے اس کو تبلو' نبلا یا طیلہ شاہ اور شہزادی پھولبن کی داستان بتلایا ہے۔ مرتب کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس غلط فہمی کی بنائ کیا تھی۔ کیونکہ جیسا کہ قصے سے ظاہر ہے۔ کہیں کسی بادشاہ کا نام قصہ گو نے نہیں بتلایا۔ صرف ایک جگہ شعر نمبر ۲۰۴ میں اگر پادشاہ کا نام سمجھا ہی جاسکتا ہے تو وہ سلطان عادل ہے دوسرا نام رانی سنوتی کا ہے' آخری قصے میں تین نام آتے ہیں سمن بر' ہمایوں فال اور ملک آرا۔ ان میں سے کسی نام کے مذکورۂ بالا ناموں سے خلط ملط ہونے کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔

پھر کسی شہزادی کا نام' "پھولبن" بہت ہی عجیب' غریب

چیز معلوم ہوتی ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "پھول بن" کسی ایک بادشاہ کا قصہ ہے۔

"پھول بن" جس طرح ابن نشاطی کے حالات کا ماخذ ہے، اسی طرح وہ اس کا سرمایۂ حیات، بلکہ عین حیات ہے ہمارے لیے اس کی زندگی اسی کارنامے سے شروع ہوتی ہے، اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے کا ابن نشاطی ہماری دسترس میں نہیں ہے۔

ابن نشاطی کے خاندان اور ولادت کا حال بالکل پردہ خفا میں ہے۔ لیکن اس کی تعلیم و تربیت کے متعلق، بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔ وہ ایک لکھا پڑھا انسان تھا، فارسی ادب اور شاعری کے علاوہ، فنِ بلاغت اور خاص طور پر علمِ معانی اور بدیع سے اسے خاص لگاؤ تھا۔ اپنی فارسی دانی پر وہ ایک حد تک ناز بھی کرتا ہے کہ "تجھے آج فارسی میں دستگاہ حاصل ہے۔ تیرے بغیر کوئی ترجمہ بھی نہیں کر سکتا ساری صنعتوں پر تیری نظر ہے بے کار اپنی اوقات مت ضایع کر":

تجے ہے فارسی میں دستگاہ آج   نہ کرسے ترجمہ بھی کوئی تجہ باج
تجے معلوم ہے سارے صنایع   نکو اوقات کر توں اپنا ضایع

جن حساس طبیعتوں کی پرورش ایسے شعری ماحول میں ہوئی ہو، جیسا کہ عبداللہ کے زمانہ میں گولکنڈے میں موجود تھا، ان کا شاعر بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ابن نشاطی کی طبیعت میں وہ فطری ملکہ موجود تھا جو ایک اچھے شاعر کے لیے ازبس ضروری ہے، لیکن وہ اپنی شاعری سے زیادہ، اپنی انشا پردازی پر نازاں تھا۔ چنانچہ مثنوی کے خاتمہ کے اشعار میں وہ کہتا ہے کہ "انشاء کی طرف میری توجہ ہمیشہ رہی، اور اس سے طبیعت کو ایک حظ حاصل ہوتا ہے"۔

اہے انشا پو میرا میل دائم طبیعت کو مری ہے حظ ملائم

لیکن اس وقت اس کی انشاء پردازی کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ کس زبان میں انشاپردازی کرتا تھا۔ جس طرح اس نے اپنی انشا کا ذکر کیا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ فارسی میں تھی تو غالباً اس کا ذکر وہ ضرور کر دیتا، اس لیے ممکن ہے کہ یہ انشاپردازی وہ اردو ہی میں کرتا ہو، کیونکہ اس وقت سے کئی برس پہلے، محمد قلی قطب شاہ کے ملک الشعراء، وجہی نے "سب رس" کی شکل میں اردو انشاء کا ایک نفیس نمونہ چھوڑا تھا۔ بہر حال یہ قیاس ہے، جس کا کوئی ثبوت اس وقت موجود نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ، یہ انشا پردازی وہ جس زبان میں بھی کرتا ہو اسکی

اچھی جھلک اس نے "پھولبن" میں دکھا دی ہے۔

نظم میں بھی وہ ایک اعلیٰ معیار پیش نظر رکھتا تھا۔ "پھولبن" کو اس نے سلاست اور سادگی کے ساتھ ساتھ صناعی کا عمدہ نمونہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ یوں تو پوری نظم بلیغ ہے، لیکن جیسا کہ خود اس نے بیان کیا ہے۔ اس میں انتالیس صنعتیں استعمال کی ہیں۔ اپنی نظم کے متعلق وہ یوں اظہار خیال کرتا ہے کہ،

"جو عقلمند صنعت کو سمجھ سکتا ہے، وہی میری اس نکتہ دانی کی داد دے سکتا ہے۔ سخن فہم حضرات ہی جان سکتے ہیں کہ میں نے کیسی صنعت سے ابیات سرانجام کی ہیں۔ جو ہر شعر میں دکھایا جا سکتا ہے میں نے دکھایا ہے اور انتالیس صنعتیں نظم میں استعمال کی ہیں۔ اس نظم کو دیکھ کر شاعری کا کام آسان ہو گیا مثنوی کا پایہ بلند اس لیے رکھا ہے کہ ہر شخص اس پر حرف گیری نہ کر سکے۔ اس نظم میں انشاء پردازی کے پورے لوازم موجود ہیں۔ غزل کا مرتبہ اس میں شک نہیں کہ بلند ہے، لیکن میری ہر بیت ایک غزل کے برابر ہے اگرچہ شعر کا فن بلند رتبہ رکھتا ہے لیکن محض شعر کچھ نہیں جب تک اس میں نصیحت یا صنعت دونوں میں سے کوئی ایک بات موجود نہ ہو اگر میری توجہ اس سے پہلے شعر کی طرف

ہوتی تو میں اب تک ہزاروں ہی اشعار لکھ ڈالتا۔ مجھے تو انشاپردازی سے ہمیشہ دلچسپی رہی، اور اس میں ایک لطف آتا تھا۔"

جو کوئی صنعت سمجھتا ہے سو گیانی — وہی سمجھے میری یو نکتہ دانی
وہی سمجھے سمجھ ہے جن کوں کچھ بات — جو میں باندھیا سو یو صنعت سوں ابیات
ہر ایک مصرعہ اوپر ہو کر بجد خوب — رکھیا میں قافیہ لا مستند خوب
دکھایا میں ہنر کر سب کوں ہلکا — صفت کیتا ہوں شصت و شش محل کا
رکھیا میں مثنوی اونچی یو اس دھات — سکت نیں کس کوں انپڑانے وہاں ہات
میری ہے نظم میں انشا کے دھاتاں — اہے انشا کے دھاتاں ہور باتاں
غزل کا مرتبہ گرچہ اوّل ہے — ولے ہر بیت میرا ایک غزل ہے
اگرچہ شاعری کا فن ہے عالی — ولے کیا کام آوے بات خالی
اوّل بارے نصیحت اس میں اچھنا — نصیحت نیں تو صنعت اس میں اچھنا
یو دو فن اس میں نیں تو ہیچ ہے سب — نہیں وو شعر بے جا ہیچ ہے سب
منجے گر شعر پر رغبت جو اچھتا — ہزاراں سونچ بیتاں لکھ کو اچھتا
اہے انشا پو میرا میل دائم — طبیعت کوں میری ہے حظ ملائم
سمج ہر کس کوں میرا طبع ہونا — گکر میں یک دکھایا ہوں نمونہ"

اس بارے کے علاوہ، پوری نظم میں جگہ جگہ، اس کی شاعرانہ طبیعت کے ثبوت موجود ہیں۔

ابن نشاطی کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ وہ نہایت منکسر مزاج واقع ہوا تھا۔ اردو شعراء میں یہ خصوصیت بہت کم دیکھی گئی ہے۔ اس سے پہلے کے تقریباً تمام اساتذہ نے شعر کے فن میں اپنی استادی جتانے کی طرح طرح سے کوشش کی ہے، اور بعض وقت معاصرین پر چوٹیں بھی کیں ہیں۔ ابن نشاطی بھی رسماً اس گفتگو کا آغاز کرتا ہے، لیکن حتی الامکان وہ تعلی سے احتراز کرتا ہے اور اس گفتگو کو وہ یہ کہہ کر جلد ہی ختم کر دیتا ہے کہ:

"خواہ مخواہ بڑائی جتانے سے کیا فائدہ۔ سننے والے طعنہ دینگے۔ اے ابن نشاطی! تو اپنی تعریف آپ نہ کر۔ ہاں اگر کچھ ہنر آتا ہے تو ظاہر کر۔ شعر لکھتے وقت مجھ پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں اگر کچھ بڑائی کی بات نکل گئی ہو، تو اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ روانیِ طبع کے ہاتھوں میں مجبور تھا۔ اس لیے اگر کوئی بات ایسی نکل گئی ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اے ابن نشاطی! خود نمائی سے کوئی فائدہ نہیں۔ دنیا میں غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہو کر رہتا ہے۔"

"بزرگی کیا سب یوں چپ کے لینا | کہ سن کردیویںگے ہر کوئی مہینا
رتن اپنی صفت کے نت نکو رول | ہنر کچھ شعر کا سمجہا ہے تبوں بول
یو باتاں بولتے تو مست تھا میں | تکلف بات کا متاں اپر نیں
رکھو معذور نا کر دل کوں بھاری | قلم کے ہات تھی سب اختیاری
نہ کر ابن نشاطی خود نمائی | ستے ہیں یاں ہمایاں سب ہمائی"

جس طرح وہ تعلّی کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنے زمانے کے شعراء پر چوٹیں کرنے کو بھی درست نہیں سمجھتا لیکن کلاسکی شعرا کی طرح اس مقصد کو ایک زیادہ ہنر مندانہ پیرایہ میں اس طرح ادا کرتا ہے کہ اپنے کمال کی صحیح داد دینے کے لیے وہ اساتذہ پیشین کو یاد کرتا ہے۔ منقولہ بالا اقتباس کے بعد ہی وہ اشعار ہیں جن میں وہ کہتا ہے۔

"افسوس ہے کہ اس وقت استاد فیروز نہیں۔ ورنہ وہ میری شاعری کی داد دیتا۔ سید محمود بھی باقی نہیں رہا جو اچھی اور بری شاعری میں تمیز کر سکتا حیف ہے کہ شیخ احمد زندہ نہیں کہ میرے کلام کی بلند پائیگی کو سمجھ سکتا۔ اگر اس وقت حسن شوقی موجود ہوتا، مجھ پر ہزار دفعہ رحمت بھیجتا یا پھر ملا خیالی ہوتا تو میرے کمال کی داد دے سکتا۔"

نہیں وو کیا کروں فیروز استاد — کہ دیتا شاعری کا کچھ میری داد
اہے صد حیف جو نیں سید محمود — کہتے پانی کوں پانی دود کوں دود
نہیں اس وقت پر وو شیخ احمد — سخن کا دیکھتے باندھیا سو میں حد
حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال — ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپرال
اچھے تو دیکھتا ملا خیالی — یو میں برتیا ہوں سو صاحب کمالی

اس کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے "پھولبن" سے پہلے شعر لکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انشاء پردازی کی طرف ہی زیادہ مائل رہا۔ اس وقت قطب شاہی سلاطین کی علم پروری اور ادب نوازی کی بدولت پایۂ تخت میں بہت سے ایسے علما فضلا جمع ہو گئے تھے، جن کو ادب اور شاعری سے غیر معمولی شغف تھا۔ محمد قلی کے زمانے سے اس فضا پر گہرا رنگ چڑھ گیا تھا اور عبداللہ کا عہد تو گویا اس مذاق کے عروج کمال کا زمانہ تھا۔ جس طرح لکھنو کے ادبی عروج کے وقت وہاں کے معمولی پڑھے لکھے لوگوں کی طبیعتوں میں بھی شعر اور ادب کا ذوق رچ گیا تھا، اسی طرح گولکنڈہ کی فضا میں بھی یہ تخم بکھرے ہوئے تھے۔ ابن نشاطی تو اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا، اس زمانے کے معمولی معمولی لوگ بھی اچھے شعر کہہ لیتے تھے۔ غالباً

اسی کو دیکھ کر ابن نشاطی کے دل میں بھی کوئی یادگار کام کر جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ "پھولبن" کے سبب تالیف کے سلسلہ میں وہ مشرقی شعرا کے ذہنی مستعین اور دیوتا یعنے "ہاتف" کی رسمی گفتگو کے بعد لکھتا ہے۔

"اے ابن نشاطی! تو کسریٰ نہیں کہ تیرے انصاف کی وجہ سے تیرے بعد تیری شہرت دنیا میں باقی رہے، اور نہ تو حاتم ہے کہ تیری سخاوت کے چرچے رہ جائیں۔ تو وہ ابراہیم ادہم بھی نہیں جن کے زہد و تقویٰ کی باتیں آج مشہور ہیں۔ اگر تو رستم ہوتا تو شاید "شاہنامہ" پڑھنے والے تیری داستانیں پڑھ کر تجھے یاد رکھتے۔ مناسب یہ ہے کہ تو جس طرح بن پڑے کوئی ایسا بڑا کام کر جا کہ دنیا میں تیرا نام رہ جائے۔"

توں کسریٰ نیں جو لہے تیری عدالت	توں حاتم نیں جو رہے تیری سخاوت
نہیں ہے توں وو ابراہیم ادہم	کھینگے زہد میں تج کوں مقدم
توں رستم نیں جو تیری داستاناں	پڑیں ہر بزم میں "شہ نامہ" خواناں
بھلا دو ہے تو اپنا یادگار آج	دنیا میں ہر سند کر آشکار آج"

ہم کو شاعر کے قول پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس نے اس سے پہلے شعر نہیں لکھا۔ لیکن نظم کو پڑھ کر ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ نومشقی کا

کارنامہ ہے۔ اس میں اس زمانے کی نظموں کی تمام بہترین خوبیاں موجود ہیں، اور اس کے اسلوب کے متعلق ہم جناب آغا حیدر حسن صاحب سے بالکل متفق ہیں کہ "نصرتی کی مثنوی گلشن عشق تسلسل اور بلند خیالی میں تو اس سے بڑھ جاتی ہے لیکن سلاست اور روانی میں اس کو نہیں پہنچ سکتی"۔ شعر کے بعض بہترین نقادوں کے خیال کے مطابق "صنعت گری" اور "روانی طبع" میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، خاص طور پر قدیم اردو مثنویوں میں آخری چیز بہت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ صرف چند مثنویوں کو چھوڑ کر، اکثر مثنویاں مطالب اور معانی کی حد تک ماخوذ ہیں۔

بعض اور قدیم شعراء کے مقابلہ میں، ابن نشاطی اپنے ذاتی واقعات کی طرف نظم میں بہت کم اشارہ کرتا ہے۔ جو واقعات بھی معلوم ہو سکے ہیں، وہ ضمناً اس کے قلم سے نکل گئے ہیں۔ مثلاً اس کی ابتدائی زندگی کا حال، اس کی نظم سے بالکل معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن خاتمہ کے دو تین اشعار سے مترشح ہوتا ہے کہ، اس کا ابتدائی زمانہ زیادہ خوش حالی میں نہیں بسر ہوا، یا کم از کم زمانے نے اس کے حوصلوں کے مطابق اسے نہیں نوازا۔ اس عہد کے اکثر مشاہیر اور شعراءُ کی طرح، اس کا مطمح نظر دربار تھا۔ اور اس وقت تک دربار میں رسائی اسے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ بیان کرتا ہے۔

"اگر مجھے دربار میں رسائی میسر ہوتی' تو میرا قلم اس سے بڑھ کر گہر افشانی کر سکتا۔ اور اگر مجھے کچھ فراخی نصیب ہوتی' تو اس سے زیادہ آب دار شعر سر انجام کر سکتا۔ جو مرتبہ ایک حقیقی بڑے آدمی کا ہے مجھے مل جاتا تو میں شعر کے فن میں مسیحائی کر دکھاتا۔ زمانے نے میری قدر نہ جانی۔ اور میرا صحیح مرتبہ مجھے حاصل ہونے نہ دیا۔"

"حضوریاں ہیں مرا گر سلک اچھتا | گہر ریزاں تے میرا کلک اچھتا
فراغت اس تے گر ٹک منج کوں ہوتا | لے موتیاں خوب میں اس تے پروتا
بڑیاں کے ناد اچھتا تو بڑا اپن | مسیحا کا دکھاتا بات میں فن
زمانہ نا سمج کر قدر میرا | بچھایا بے دلی سوں صدر میرا"

غرض اس مایوسی کی حالت میں اسے خیال پیدا ہوا کہ' اس طرح کا جینا اور مرنا دونوں برابر ہیں۔ کوئی کام کر جاؤں جو دنیا میں یادگار رہ جائے ایک شاعرانہ طبیعت کے لیے ظاہر ہے کہ ایک عمدہ نظم کے سر انجام سے زیادہ کوئی موزوں کام نہیں ہو سکتا تھا' اس لیے' اس نے "پھولبن" کو منظوم کرنا شروع کیا مبارک ماہ رجب میں اس کی ابتدا ہوئی' اور عید رمضان کے روز یہ اختتام کو پہنچی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن نشاطی نے اپنی پوری توجہ اس نظم پر

صرف کی، اور تین مہینے کی مسلسل محنت کے بعد، جب نظم مکمل ہوگئی اور اس نے اس پر نظر ڈالی، بے ساختہ احساس شکر سے اس کا دل لبریز ہوگیا اور حب ذیل اشعار اس کی زبان سے نکل پڑے۔

"ہزاراں شکر یو قصّہ ہنر کا — سٹھائی میں لیا جاگا شکر کا
ہزاراں شکر میری بات کے پھول — پڑے خدمت میں استاداں کے مقبول
ہزاراں شکر میری طبع کا فن — ہوا سورج کے نمنے جگ پہ روشن
ہزاراں شکر میرے ذوق کا کام — ہنرمندی سوں پایا خوب اتمام
پو "پھلبن" تین مہینے لگ لگایا — پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سوں بہوت دل لھو ہوا پر — کتک دن کوں دسیا یو مشک ہو کر"

مکمل ہو جانے کے بعد، اس نے اس "پھلبن" کو سلطان عبداللہ کے نذر کر دیا۔

اچھو یو وو مبارک "پھول بن" ہو — نظر میں جم اچھو شہ کی، چمن یو

("ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ ہنرمندانہ قصہ، شیرینی میں، مٹھائی کی جگہ لے سکا۔ اور میرا کلام استادوں کے پاس مقبول ہوا۔ اس قصہ کی بدولت، میری طبع کے جوہر عالم پر آشکار ہوئے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ، میرے ذوق کا کام ہنرمندی کے باعث، عمدگی سے انجام کو پہنچ گیا۔ اس "پھولبن" کو میں نے تین مہینے مسلسل سینچا۔ جب کہیں

چل کر یہ بدر بن کر عالم پر جگمگایا۔ اس میں بڑی مشقت کھینچنی پڑی، لیکن جب یہ پورا ہوگیا تو اس کی خوشبو سے سارا عالم مہک اٹھا۔"

"پھولبن" ابن نشاطی کے عنفوانِ شباب کا کارنامہ ہے۔ اس کا پتہ حسبِ ذیل شعر سے چلتا ہے جو سبب تالیف کے سلسلہ میں آیا ہے۔

مطول کر تو میری زندگانی تو برخوردار کر میری جوانی

یعنی "خداوندا، تو مجھے طویل عمر نصیب فرما، اور میری جوانی کو برخوردار بنا۔"

اگر بیس پچیس سال کی عمر میں، اس نے یہ کتاب لکھی ہوگی تو، اس لحاظ سے اس کی ولادت کا زمانہ ۱۰۳۰ھ سے ۱۰۳۵ھ تک ہوسکتا ہے۔ اپنا نام اس نے ہر جگہ ابن نشاطی ہی بتلایا ہے، اور یہی نام نظم میں جگہ جگہ آتا ہے۔

"پھولبن" کے لکھنے کے بعد ابن نشاطی کو جو مقبولیت اور سرفرازی حاصل ہوئی، اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس کی ابتدائی زندگی کے مقابلے میں بعد کی زندگی پر، اور خاص طور پر مذکورہ بالا واقعہ پر تین طرح سے روشنی پڑتی ہے۔ ایک تو خود، ابن نشاطی کی نظم کے وہ چند اشعار ہیں، جن میں، اپنی نظم کی مقبولیت پر وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ دوسرے، سڈھوٹ کا مکتوبہ نسخہ ہے، جس کے اضافہ سے اس کی مقبولیت اور چند تصویروں سے، دربار میں اس کی رسائی اور

خانگی زندگی میں اس کے مرتبے کا پتہ چل سکا ہے۔ اس نسخہ کی ایک تصویر میں ابن نشاطی سلطان عبداللہ کی محفلِ نشاط میں شعر خوانی کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ دوسری تصویر میں وہ اپنے دیوان خانے میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے اس کے پیچھے خادم دست بستہ کھڑا ہے اور سامنے بیاض ہے، جس میں وہ حسبِ ذیل شعر کا مصرعہ اول لکھ چکا ہے۔

خدا کے پاس منگ ہمت بلندی نزاکت سوں کیا میں نقشبندی

ایک آخری ثبوت اس کا یہ ہے کہ "پھولبن" کے لکھے جانے کے اٹھ سال[۶۸] بعد ۱۱۰۰ھ میں گولکنڈہ کے ایک اور مشہور شاعر سید محمد عشرتی کے فرزند، ہنر نے "پھولبن" کے جواب میں جو مثنوی "نیہ درپن" کے نام سے لکھی تھی، بعض وقت غلطی سے عشرتی کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے۔ یہ مثنوی کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کے خاتمے پر، مصنف لکھتا ہے کہ "میں نے "نیہ درپن" رمضان کے غرہ کو ختم کی۔ اسی عید مسعود کو ابن نشاطی نے "پھولبن" لکھ کر اپنی مراد پائی تھی۔ اسی مبارک مہینے میں، خدا نے میرے مقصد کے درخت کو بار آور کیا۔ "نیہ درپن" کے اشعار حسبِ ذیل ہیں:۔

بنایا "پھولبن" ابن نشاطی تھی باس اسکی سب کے تئیں خوش آئی

جواب اس کا جو یو ہے "نیہ درپن" ہے سچ وو عشق کی انکھاں کا انجن

. . . .

ہوا تیار جس دیساں ہیں "پھلبن" مصنف تس لکھیا ہجرت کے یو سن

"سنہ ہجری ہے آیا جب یو رکھ بار اگیارا سو کوں کم تھے بیس پر چار"

سٹیا مج "نیہ درپن" نے یو جھلکار اگیارا سو پو نھے چالیس پر چار

اتھا رمضان کا غرہ سو جس دن ہوا یو "نیہ درپن" بدر اسی چھن

اسی مہینے کی تھی جو عید مسعود ملیا ابن نشاطی تائیں مقصود

اسی ماہِ مبارک بیچ کرتار میرے مقصد کے رکھ کوں بھی دیا بار

ابن نشاطی، جیسا کہ دتاسی نے لکھا ہے، شیعہ مذہب رکھتا تھا اس کا ثبوت، "پھولبن" کے وہ اشعار ہیں، جن کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ چنانچہ محولہ بالا اشعار کے علاوہ "سببِ تالیف" کے اشعار ۱۵۶ تا ۱۷۵ کے مطالعہ سے، یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو سکے گی کہ اس کا مذہبی جذبہ کس قدر گہرا ہے۔ یہاں شاعر کا طرز نہایت درد آگین اور موثر ہو جاتا ہے۔ اس حصہ کی ابتدا محبت کے ذکر سے ہوتی ہے لیکن آگے چل کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ محبت، دنیوی نہیں بلکہ روحانی ہے۔

نہایت شاعرانہ انداز کے چند اشعار کے بعد وہ کہتا ہے۔ ”کہو کہ میں اپنے عشق کا احوال کیونکر بیان کروں اور محبت کے راز کس طرح کھولوں۔ اگر مجھے شاہِ شہیداں توفیق عطا فرمائیں اور ماہِ شہیداں سے فرصت ملے، تو اپنے شوقِ دل کو کسی قدر وضاحت سے بیان کرسکونگا۔ دکن سے جب کربلا پہونچونگا خامے کی طرح سر کے بل چلونگا۔ پہلے آنسو کی آب پاشی کرکے پھر پلکوں سے جاروب کشی کا کام لونگا۔ اس گنبد تلے، سایہ کی طرح پڑا رہونگا، اور اس مبارک دیوار کو لگ کر نقشِ دیوار بن جاؤنگا۔ اپنے دل کو اس آستان کی قندیل اور تن کو، فرش بنا دونگا۔ پھر اس مرقدِ پاک پر سے اپنے آپ کو وار کر، دل کا دکھ اشکِ خونیں سے ظاہر کرونگا۔ اپنی دونوں آنکھوں کو فرات اور لہو رو کر تن کو کربلا کا میدان کر دکھاؤنگا میرے دل میں سیلابِ گریہ کا جوش ہے، اس آب سے نامۂ اعمال کی سیاہی ڈھل سکتی ہے۔“

اس طرح مناجات میں بھی اس کے مذہبی جذبات کا کافی اظہار ہوا ہے مثلاً وہ کہتا ہے۔ ”خداوندا، اپنے عشق میں ثابت قدم رکھ۔ میرے سینے میں اپنے اسرار بھر دے، اور آنکھوں کو اس قابل بنا کہ وہ تیرا دیدار دیکھ سکیں۔ تو میری زبان میں شیرینی عطا کر۔ اگر دنیا نہ مل سکے تو

اتنا غم نہیں۔ لیکن میرے دین میں کمی نہ ہو"۔ (اشعار ۵۰ تا ۵۵)۔

ابن نشاطی نہ صرف ایک اچھا مثنوی نگار تھا اور بیانیہ شاعری پر اُسے پورا قابو حاصل تھا، بلکہ غزل یعنے غنائی شاعری بھی وہ اچھی کر سکتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ادبی رجحانات سے متاثر تھا۔ ولی سے پہلے غزل کو زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ یوں جستہ جستہ شعراء نے غزل لکھی ہے، لیکن محمد قلی کے سوا، کسی نے غزل میں کوئی نمایاں کارنامہ نہیں چھوڑا۔ قدیم اساتذہ جیسے وجہی، نصرتی، غواصی وغیرہ، جو مثنوی اور قصیدہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے، غزل کی طرف زیادہ متوجہ نہ تھے۔ ولی نے اردو غزل کو اتنا بلند کیا کہ وہ فارسی کے ہم پلہ ہوگئی، اور چونکہ فارسی غزل کی شاعری کا ذوق، ہندوستان بھر میں ادبی حلقوں پر چھایا ہوا تھا، اس لیے اردو غزل کو فوراً ہندوستان گیر مقبولیت حاصل ہوگئی۔ ابن نشاطی کے زمانے کے شعراء پر بیانیہ شاعری کا رنگ اس قدر غالب تھا کہ غزل نہ لکھنا، شاعر کو کمال کے زینہ سے نیچے نہیں گرا سکتا تھا۔ چنانچہ خود ابن نشاطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

تاہم نمونے کے طور پر اس نے ایک غزل لکھ دی ہے، جو سلاست، اور شیرینی کی وجہ سے ایک خاص لطف رکھتی ہے۔ اس غزل کو پڑھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اگر ابن نشاطی اس ذوق کو ترقی دیتا، تو وہ اُردو کے بہترین غزل گو شعرا میں شمار ہو سکتا تھا۔

(۲)
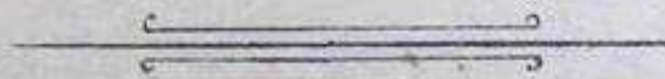
کارنامہ

مثنوی کے ارتقا کے گذشتہ سرسری خاکے سے، یہ چیز واضح ہے کہ "پھول بن" قدیم اُردو کی ترقی یافتہ، بسیط ادبی مثنوی ہے۔ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو اس زمانے کے کسی ہندوستانی شعری کارنامے میں پائی جاسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ "پھول بن" چند ایسی خصوصیتوں کی بھی حامل ہے۔ جو اس زمانے کی دوسری مثنویوں میں نہیں پائی جاتیں، یا بعد کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک چیز کسی واقعہ کی جزئیات پر شاعر کی گہری نظر، اور اس کے بیان کی صداقت اور سلاست ہے۔ قدیم ادب میں یہ کسی قدر بعد کے زمانے کی پیداوار ہے، اس لیے اس کی زبان بھی نسبتاً صاف اور قابلِ فہم ہے۔ اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں وہ دقتیں نہیں ہیں،

جو اس سے پہلے کے کارناموں، مثلاً نصرتی کی مثنویوں یا خود اسی عصر کی دوسری تصنیفات میں ہو سکتی ہیں۔ ابن نشاطی کی زبان، اس کے اکثر معاصرین کے مقابلے میں بھی زیادہ صاف اور سلیس ہے۔ "پھولبن" بہت زیادہ طویل مثنوی بھی نہیں ہے، جس کے پڑھنے سے طبیعت اکتا جائے۔ ایک اور امتیاز بھی "پھولبن" کو یہ حاصل ہے کہ اس میں بعض ایسے اشارے آ گئے ہیں، جن سے کچھ اہم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ابن نشاطی نے اپنے سے پہلے کے بعض ایسے شعراء کا ذکر کیا ہے، جن کے متعلق کسی اَور جگہ سے مواد دستیاب نہیں ہو سکتا آخری چیز یہ ہے کہ جو شخص بھی اس کے مطالعہ میں تھوڑی بہت زحمت برداشت کرے اس کے لیے دلچسپی کا کافی سامان مہیا ہے۔ یہ مثنوی کا سادہ سیدھا اور بے تکلف اسلوب، بیان کی خوبی، قدیم طرزِ تحریر کی صناعی اور سب سے بڑھ کر ایک پر لطف قصے کی دلکشی ہے۔

"پھولبن" ایک ایسا ادبی کارنامہ ہے، جس کا حقیقی مقصد، مسرت زائی ہے۔ اور یہ چیز شعر اور قصے، دونوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں شاعری کا وہ تمام لطف موجود ہے جو کسی زبان کے ابتدائی دَور کے شعری کارناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کا قصہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے

انوکھا اور خاصا دلچسپ ہے۔ اس لیے جب تک اس کی زبان عام فہم رہی، ادبی حلقوں میں اس کا مطالعہ ضروری سمجھا جاتا رہا۔ اس کا ثبوت اس کے مخطوطات کی وسیع تعداد، اور اس کی شہرت ہے، جس کے مقابلہ میں خود مصنف کی شہرت بھی، ماند پڑ گئی تھی۔ اس وقت بھی، جب اس کی زبان قدیم سمجھی جاتی ہے، اس کی وقعت کم نہیں ہوئی اور یہ قدیم ادب کے شہ کاروں میں شمار ہوتی ہے۔

کسی ادبی کارنامے کی خوبی، اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہو سکتی۔ بہتر سے بہتر تنقید بھی، اس کے صرف چند پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ یہی حال "پھول بن" کا ہے۔ اس میں جو صناعی صرف ہوئی ہے، اور ایک مکمل کارنامے کے لحاظ سے، اس کا جو پایہ ہے، وہ تو اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا یہاں صرف اس کے چند نمایاں خدوخال کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے

شعری اعتبار سے "پھول بن" کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کے اسلوب کی سادگی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت تک اُردو شاعری کافی ترقی کر چکی تھی پھر بھی، "پھول بن" میں ابتدائی نظموں کی پوری سادگی

موجود ہے۔ اس زمانے تک "شعری اصطلاحات یا لفظیات" جیسی کوئی چیز اُردو میں رائج نہیں ہوئی تھی، اور ہر شاعر، حتی الامکان اپنی بول چال کی زبان ہی میں شعر لکھتا تھا۔ اسی لیے زبان اور اسلوب میں، قدیم شعراء کی بعض وقت حد سے زیادہ "غیر رسمیت" اور بے تکلفانہ طرز نگارش بعد کی رسمی شاعری کی عادی طبیعتوں کے لیے، اجنبی سی معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ میرؔ اور سوداؔ، مصحفیؔ اور میر حسنؔ تک کے کلام میں بعض وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ شاعر کسی چیز کو جس طرح ادا کرتے ہیں، وہ اسے اس طرح ادا نہیں کرتے۔ مثلاً میرؔ کا ایک شعر ہے

دل پہنچا ہلاکی کو نپٹ کھینچ کسالا — لے یار مرے سلمہ اللہ تعالیٰ

اس مفہوم کو بعد کے شاعر کچھ اس طرح ادا کرتے۔

مرتا ہوں ترے ہجر میں اے یار خبر لے — اب سانس ہے لینا مجھے دشوار خبر لے

لیکن موجودہ شاعری میں یہی چیز، جو "ہندی شاعری کی طرف رجعت" کے رجحان کے تحت ادا کی جا رہی ہے، وہ ایک "وضع" بن گئی ہے۔ "پھوہڑپن" کی حد تک ایک اور وجہ اجنبیت یہ ہے کہ اس زمانے کے

بہت سے الفاظ اب استعمال نہیں ہوتے۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود، ہم اس کی غیر معمولی سادگی اور سادہ بیانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ذیل کا اقتباس ملاحظہ کے قابل ہے۔ اس میں ملک شد کا بادشاہ اپنے مکار وزیر کو، سمن بر کے پرچانے کی ترکیبیں بتلاتا ہے اشعار کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"بادشاہ نے کہا" تو سچ مچ دُور بیں ہے۔ تیری عقل پر آفریں۔ لیکن، یہ بھی جان لے کہ وہ گل، بے خار نہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس گنج پر مار بیٹھا ہوا ہے۔ کسی بادشاہ کا فرزند، اس پر فریفتہ ہو کر اور اپنا گھر بار چھوڑ کر، اس چنچل کو یہاں لے آیا ہے۔ اور وہ بھی دن رات اس کے ساتھ جورو کی طرح زندگی بسر کر رہی ہے۔ تو پہلے اس مرد کو راستے سے ہٹا۔ لیکن یہ کام اس طرح کرنا کہ وہ دلبر مجھ سے رنجیدہ نہ ہو، اور اس کے نازک، پھول جیسے دل کو صدمہ نہ پہنچے۔"

گیا شہ اس کوں سچ توں دور بیں ہے — کہ تیری عقل پر صد آفریں ہے

ولے نیں ہے کتے وو پھول بن خار — سنیا ہوں میں کہ ہے اس گنج پر مار

بڑے یک پادشاہ کا کوئی فرزند — دوانا ہو دل اسکی زلف سوں بند

دے کر چھوڑ آپنا گھر دار یکبار ۔۔۔ لے کر آیا ہے اس چنچل کوں اس ٹھار

وو چنچل بھی لگا کر جیو اس سات ۔۔۔ رہی ہے جورو ہو ل دیس ہور رات

اول اس مرد کوں توں کاڑ سٹنا ۔۔۔ ہلوں اس گرد کوں توں جھاڑ سٹنا

دغا شہزادہ کوں اس دھات دینا ۔۔۔ اول حیلے سوں جیو اس وضع لینا

کہ وو دھن مجہ سوں آزردہ نہ ہوئے ۔۔۔ وو نازک پھول پژمردہ نہ ہوئے"

ابن نشاطی کے اسلوب کی یہ خصوصیت اس کے معاصر بلکہ پیشرو شعراء کے مقابلے میں بھی زیادہ نمایاں ہے۔ چنانچہ آغا حیدر حسین صاحب نے اپنے مضمون میں، جو رسالہ "تحفہ" میں شایع ہوا تھا، اس خصوصیت کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے۔ یہ سادگی نہ صرف زبان کی حد تک ہے، بلکہ خیالات اور انداز فکر میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ، اس میں جگہ جگہ جزئیات کے ایسے نفیس مرقعے پڑھنے والے کی نظر کے سامنے سے گذرتے جاتے ہیں کہ، ان سے نظم اور قصّے کے لطف میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طرح کے مرقعے قدیم مثنویوں میں دستیاب ہوتے، اور متوسط عہد کی مثنویوں کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں دستیاب

ہوتے ہیں، لیکن یہ کہنا شاید مبالغہ نہیں کہ مرقع نگاری میں "پھولبن" کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ اس میں واقعات کے ایسے جزئیات بھی نظر انداز نہیں ہونے پاتے، جن کی طرف عام حالتوں میں ذہن منتقل نہیں ہوتا حالانکہ ادبی مسرت زائی اور لطف کے یہی گوشے ہوتے ہیں۔ ایسے مکمل مرقعے، ترقی یافتہ شاعری میں بھی دستیاب ہوتے ہیں، لیکن جو لطف اور بے ساختگی قدیم زمانے کی شاعری کے مرقعوں میں دیکھی گئی ہے، وہ بعد کے مرقعوں میں کم پائی جاتی ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں یہ چیز سوچ سمجھ کر سر انجام کی جاتی ہے، اور قدیم شاعری میں یہ چیزیں، روانی میں شاعر کے قلم سے نکل پڑتی تھیں۔

قدیم قصوں کی مقبولیت کا ایک اہم عنصر بھی، یہی مرقعے اور ان کی وضع اظہار کی بے ساختگی ہوتی ہے۔ یہ نہایت جزئی تفصیلات پر حاوی ہوتے ہیں مثلاً "پھولبن" میں جہاں خط لکھنے کا ذکر کیا جاتا ہے، وہاں محض یہ کہہ کر ٹال نہیں دیا جاتا کہ خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا بلکہ اس میں منشی کو طلب کرنے، اس کے بیٹھنے کی وضع، قلم کی خوبی کاغذ کا رنگ، روشنائی کی خصوصیت القاب کے لوازم اور سب سے بڑھ کر،

مضمون کی سادہ پرکاری، ایسے جزئیات ہیں جو خط کو بھی ایک زندہ چیز بنا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قدیم شاعری اور داستانوں کے مرقعوں میں سے اکثر مرقعے ایسے ہوتے ہیں، جو لطف بیان سے زیادہ گہری اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی وہ زاویے ہیں جہاں سے شاعر کے ماحول، پر روشنی پڑتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ابن نشاطی نے اپنے کارنامے کو فارسی کی اساس پر مبنی کیا تھا، اور فارسی شاعری، اس وقت تک عروج کمال کو پہنچ چکی تھی، اس لیے "پھولبن" میں ایسے بیانات کا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ایک چیز قابلِ ذکر ہے کہ، ابن نشاطی، جزئیات میں ایک حد تک خود اپنے ماحول کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے۔ بعض اور مثنویوں کی طرح "پھولبن" کی فضا پورے طور پر ایک نصب العینی فضا نہیں ہے، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پس منظر اس زمانے کی عام اور درباری زندگی ہے۔ مثلاً جہاں وہ سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچتا ہے، اس کی دیواروں پر قطب شاہی بزم کی تصویریں بھی دکھاتا ہے۔ اسی طرح، سندھ کے پادشاہ کی طرف سے جب اس کا وزیر

سمن بر کو، ہمایون خاں کی موت کی خبر سنانے جاتا ہے، تو سمن بر کی حرکات سکنات کا جو نقشہ وہ کھینچتا ہے، اس میں بڑی حد تک خود اس کے ماحول کا عکس موجود ہے۔

ان مرقعوں اور مناظر کے پہلو بہ پہلو "پھولبن" کے وہ مرقعے بھی ہیں، جن کا مقصد محض شاعرانہ کمالات دکھانا ہے۔ انہیں میں وہ مرقعے بھی شامل ہیں، جو داستان گوئی کی خصوصیت سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں یہ ہوتا ہے کہ جہاں کھانوں کا ذکر آجاتا ہے، داستان گو کھانوں کی پوری قسمیں بیان کرنے تک دم نہیں لیتا۔ اسی طرح جہاں ہتیاروں کا تذکرہ ہو، وہاں وہ ہر طرح کے ہتیاروں کا ذکر ضروری سمجھتا ہے۔

اشخاص قصہ کی نفسی کیفیتوں اور جذبات کے مرقعوں کی بھی "پھولبن" میں کمی نہیں ہے۔ یہاں بھی اس کی یہ خصوصیت موجود ہے کہ، چھوٹی چھوٹی تفصیلات تک نظر انداز نہیں ہونے پاتیں۔

ابن نشاطی کے اسلوب کا خاص وصف درد اور اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں اصل نظم کا حصہ کم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر خود شاعر کے اسلوب میں یہ خصوصیت موجود نہ ہو تو اصل کے موثر اور دلکش ٹکڑے بھی پھس پھسے

ہوکر رہ جاتے ہیں۔ ترجمے میں، اگر ترجمہ کرنے والے کی ذاتی کوئی چیز نہ بھی ہو تب بھی اسلوب، اس کا اپنا ہوتا ہے "پھولبن" میں اصل سے مطابقت کو جانچنے کا موقع نہیں تھا، کیونکہ اصل مثنوی ہم کو کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔ لیکن شواہد ایسے موجود ہیں، جن سے یہ کہنا آسان ہوگیا ہے کہ شاعر نے، اس میں اپنے ذاتی عنصر کو کافی جگہ دی ہے۔ مرتب کو اس کا یقین ہے کہ "پھولبن" اصل نظم سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جس کا ایک ثبوت اس کی شہرت اور مقبولیت ہے۔ "پھولبن" قدیم ہونے کے باوجود آج تک زندہ ہے اور اس کے مقابلہ میں اصل نظم مردہ ہوکر رہ گئی ہے۔

اس خیال کی مزید تائید مناجات کے حصّے سے بھی ہوتی ہے۔ یہ حصہ بڑی حد تک خود ابن نشاطی کی ذات سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے اصل نظم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ حصہ "پھولبن" کا بہترین حصّہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ "پھولبن" کے اسلوب کی خوبی اصل سے زیادہ خود ابن نشاطی سے متعلق ہے۔

ایک چیز جو اس دور کی بعض مشہور نظموں میں کھٹکتی ہے، وہ سلسلہ خیال کے جوڑ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کی نظموں میں، بہت سی باتیں بے کہے

سمجھی جا سکتی نہیں - یہ چیز اردو ہی کی قدیم نظموں کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ دنیا کی اکثر زبانوں کی قدیم تحریروں کا یہی حال ہے - قدیم اردو میں اس کا ایک اچھا نمونہ مقیمی کی "چندربدن و مہیار" ہے اس خاص نقطۂ نظر سے یہ مثنوی نہایت سقیم ہے - اس میں جگہ جگہ "کہ" اور "سو" ایک وسیع مطلب کا قایم مقام ہوتا ہے - "پھولبن" میں ایسے کھانچے بہت کم، بلکہ پوری نظم میں شاید دو چار سے زیادہ نہیں ہیں - اور یہ بھی خاص طور پر وہاں محسوس ہوتے ہیں جہاں نئے بیان کی ابتداء ہوتی ہے - ورنہ عام طور پر "پھولبن" کا تسلسل کہیں مجروح نہیں ہونے پاتا - متوسط دور کی مثنویوں میں ایسے کھانچے بہت کم ہوگئے ہیں اور بعض مشہور مثنوی نگاروں مثلاً نواب مرزا شوق کے پاس تو اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے - ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے پیشِ نظر ایسے نمونے یا جدید دَور کی بیانیہ نظمیں یا قصّے ہوں، وہ قدیم نظموں کی اس خصوصیت کو ایک کمی محسوس کرینگے - اس میں شک نہیں کہ اچھی شاعری ایمائی ہوتی ہے - لیکن اس سے مراد مطلب کا خبط نہیں ہے - تسلسل کے اپنے موجودہ معیار کو سامنے رکھتے ہوئے، ہم "پھولبن" میں بھی کہیں کہیں یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے سیاق و سباق کے تسلسل کے لیے کچھ الفاظ یا جملوں کا اضافہ ضروری

تھا۔ مثلاً ذیل کے تین پارے ملاحظہ ہوں۔

(۱) وو مالی روز اٹ یک پھول لائے ۴۴۸ نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھا سو جہاندار ۴۴۹ دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

(۲) دھویں آماں کیے ہو سر پر بدل چھائے ۵۹۸ گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پو چھلے آئے

سو وو اوتار پدمن ذات بدلی ۵۹۹ طبیعت کی میری سب دھات بدلی

(۳) نقل روح کے قصّے کے سلسلے کا ایک شعر ہے، جس میں بادشاہ کے ہرن کے جسم میں منتقل ہو جانے کا حال لکھتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

بہر حال اس سند چند روز تھا شاہ سو دیکھا رہیں یک طوطے کوں ناگاہ

ان میں سے بعض کھانچوں کے متعلق مرتب کا قیاس ہے کہ وہ کتابت کا قصور ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس خصوصیت کی وجہ سے، قدیم نظموں میں بعض جگہ نہایت پر لطف ڈرامائی کیفیت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ "پھولبن" سے اس کی دو تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال میں، اس بادشاہ کا حال بیان کیا گیا ہے، جس کا وزیر لشکر لے کر چین کا ملک فتح کرنے گیا تھا۔ اتفاق سے چین کے چند نقاش اس ملک میں وارد ہوئے، کسی نے بادشاہ کو اس کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی وزیر کا

خیال بادشاہ کے ذہن میں تازہ ہو گیا، اور طرح طرح کے اندیشے دل میں گذرنے لگے۔

(۱) ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں پیس — کہ جاتا ہے طوطا جیوں میان نیس بیس
جو کئی پھر پھر کو بدلا وے ہے ایمان — تراں بار اس کوں کرنا ہور قرباں
جو کوئی اپکار کیس کا نا کرے یاد — فلک چھپلو اسے جیوں زنگ کے ناد
اندیشہ خوب نیں کر دل میں آکر — ندیم یک تھا سو بولیا اس بلاکر

(۲) طوطا، ستنونتی سے پریشاں حالی کا سبب پوچھتا ہے۔

لگیا ہے تجھ کوں کس کے درد کا تیر — ہوا کئے غم سوں گل کر دل نیر ائیر
جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ — دیتی پھر کر جواب اس بھات دو ماہ
کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات — دیوانیں سو سہاوے کس سندرات

(۳) طوطا ستنونتی کو اپنا ماجرا سناتا ہے، اور اسے ترکیب بتلاتا اور کہتا ہے کہ تو وزیر سے کہہ کہ "تجھ پر مجھے شبہ ہوتا ہے۔ وہ نقل روح کا فن جانتا تھا"۔ اگر وہ اپنا ہنر دکھانے تیار ہو جائے تو، تو مری ہوئی قمری کو اس کے آگے رکھ دے۔ اور جب وہ اپنی روح کو مردہ قمری کے تن میں منتقل کردے تو آگے اپنا کام میں جانتا ہوں۔ ایک روز جب وہ بوالہوس حرم میں آیا، تو ستنونتی نے طوطے سے جو کچھ سنا تھا کہدیا، وہ اُچھل کر

کہنے لگا۔ "تو مجھے جس طرح آزمانا چاہتی ہے آزما۔" اس نے فوراً مردہ قمری کو اس کے سامنے اس طرح رکھ دیا جیسے کوئی آزمانے کو رکھتے ہیں۔"

دکھانے گر ہنر آئیگا تو کافر ۔۔۔ موی قمری کوں اس کے سامنے دھر

کرے جب روح کوں نا ہوئے تو نام ۔۔۔ وہاں تے میں سمجھتا ہوں سیر اکام

حرم میں ایک دن آیا سو وو کول ۔۔۔ سکھی تھی جس روش سوں تیوں اُٹھی بول

اچھل پڑ کر کہا جھٹ اُپر آ ۔۔۔ "تو کیوں نچ آزماتی ہے سو آزما"

موی قمری کوں لیا کر دریانے ۔۔۔ سٹے سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے

غرض "پھولبن" صوری اور معنوی ہر اعتبار سے ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے، اور اس زمانے کی بہترین نظموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن نشاطی کو صرف اس ایک نظم کی وجہ سے جو لازوال شہرت نصیب ہوئی، وہ قدیم یا جدید زمانے کے کم شعرا کو نصیب ہو سکی ہوگی۔

ایک چیز جو "پھولبن" کے ادبی معیار کو سمجھنے میں ایک حد تک مدد دے سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے قصّے حتی الامکان ان کے اصلی رنگ روپ میں پیش کیے جائیں۔ اس لیے ذیل میں قصّوں کا خاکہ کسی قدر تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس خاکہ میں صرف چند طویل تشریحات،

ترک کر دی گئی ہیں۔

مشرق میں کہیں ایک شہر تھا، جو کنچن پٹن کہلاتا تھا۔ یہ شہر ندی کے کنارے اس طرح آباد تھا کہ ندی اس کے حصار کی خندق معلوم ہوتی تھی۔ پورا شہر، شہر کی ہر چیز کنچن یعنے سونے کی تھی، حصار، برج، محلات حتیٰ کہ زمین اور درخت، کنکر اور گچ سب سونے کی تھی۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے سونا ہی سونا نظر آتا، اسی لیے اس کا نام کنچن پٹن پڑ گیا تھا۔ اس شہر کے استحکام اور خوبی کا یہ حال تھا کہ اس کے حصار کی بلندی ابر بلکہ ہوا کو بھی گذرنے نہیں دیتی تھی۔ پانی بھی اس کی وسعت کو پہنچتا پہنچتا دو چار منزل دم لے لیتا تھا۔ ایسا نادر شہر روئے زمین پر آنکھوں کے مسافر نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کے کان کے جاسوس نے سنا تھا۔ اس کی ہوا کی یہ تاثیر تھی کہ سدا نشو و نما کا ہنگام رہتا۔ اگر کوئی سوکھی لکڑی لا کر گاڑتا تو وہ سرسبز ہو جاتی اور اس میں شاخیں نکلنے لگتیں۔ اس زمین پر کانٹے بھی بکھیرے جاتے تو وہ پھول کے بھانٹے ہو کر پھوٹتے تھے۔ اس کے محلات میں اگر کوئی چترکار تصویر اُتارتا تو وہ تصویر فوراً حرکت کرنے لگتی۔ جو چشمے وہاں سے نکلتے، مٹھاس میں، شہد سے زیادہ تھے۔ اگر اس

پانی کا ایک قطرہ آزمانے کو کوئی دریا میں ڈال دیتا، تو تعجب نہیں کہ تمام سمندر میٹھا ہو جاتا۔

اس شہر کے تمام لوگ خاطر جمع اور خوش حال تھے اور سب کے دل کے آہو جفا کے تیروں سے ہر وقت فارغ البال۔ عشرت گویا وہاں پیدا ہوتی تھی۔ اس میں سے جتنی بھی لیجیے، کمی نہ ہوتی تھی۔ غرض وہاں سب کچھ تھا اور اگر کچھ نہ تھا تو وہ غم ہے۔ اس شہر پر عجیب آسمانی فیض نازل تھا کہ اس میں پہنچ کر بوڑھے بھی تازہ جوانی پاتے تھے۔ اس پر ہمیشہ خوشی کی بارش ہوتی رہتی۔ اسی حالت میں وہ شہر بستا تھا۔

اس شہر کا ایک بادشاہ تھا نہایت نامور اور خوش بخت، اسے دنیا کے بادشاہوں میں سروری حاصل تھی۔ بڑے بڑے تاجدار اس کی اطاعت اور ضبط میں تھے۔ روئے زمین پر اس کا ثانی نہ تھا۔ اور بحر و بر اس کے حکم میں تھے۔ مہربانی کے آسمان کا یہ سورج، جہاں پرور کے نام سے دنیا میں مشہور تھا۔ جو کوئی فلک کا ستایا اس کے پاس آتا، جی کی طرح پرورش پاتا۔ اور جو کوئی ہاتھوں کی سیپی کو اس کے سامنے پھیلاتا مقصد کے موتی سے پُر جاتا۔ کسی کو کسی پر دست درازی کی

مجال نہ تھی، اگر ہوا خاک کو پریشان کرتی تو زمین کو ہوا سے تاوان دلایا جاتا اور اگر کہیں دھرتی پانی کو چرا لیتی تو، اس کو کھود کر پانی نکالا جاتا۔ شہر گویا ایک باغ تھا اور بادشاہ ایک باغبان۔ اسی کی بدولت سارا جہان تازہ تھا۔

نوا نبر کا خبر دینے والا، چاند سورج کی بات اس طرح کہتا ہے کہ، جب سورج بلندی سے پستی کی طرف آیا، اور مغرب کے معبد میں جا کر ٹھیرا ساتھ ہی رات کی نشانیاں نمودار ہوئیں اور سارا عالم نیند کے سجدے میں گر پڑا۔ درندوں نے اپنی اپنی گوی کے گوشوں کی راہ لی، اور چرندے کونوں سے لگ کر بیٹھ گئے۔ پنکھی بھی آشیانوں میں متمکن ہو گئے، راحت کی فراغت نصیب ہوئی تو بادشاہ نے بچھونے پر استراحت کیا۔ اور جب نیند لگ گئی تو خواب میں ایک درویش کو دیکھا، جس کے جسم پر اجلا سا پیرہن تھا اور ایک باریک سیلے سے کمر بندھی ہوئی تھی۔ سر پر شملے کی عوض دستار اور ہاتھ میں ایک رنگین طرحدار عصا تھا۔ وہ ہاتھ میں مصلّے لیے ہوئے تھا، اور اس کا دل ریاضت کی بدولت مصفّا۔ اگرچہ اس کا پورا جسم لہو سے خالی تھا، لیکن پیشانی پر سجدے کی لالی

موجود تھی، وہ اس حالت سے بادشاہ کے دربار میں کھڑا نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اجازت کا منتظر ہے۔

جب صبح ہوئی اور پرندوں نے تسبیح و تہلیل شروع کی، اور سورج خطابت کا ساز و سامان لئے آسمان کے منبر پر خراماں ہوا۔ بادشاہ یکبارگی نیند سے بیدار ہوا اور رات کے خواب کو دھیان میں لایا۔ اس کے دل میں خواب کے متعلق طرح طرح کے اندیشے گذرنے لگے، فوراً خادم کو بلایا اور حکم دیا کہ دربار میں دیکھ آ کہ کوئی اس طرح کا درویش تو نہیں کھڑا ہے، اگر وہ دربار میں نہ ملے تو اس کو جہاں ملے ڈھونڈ کر لے آ۔" خادم دربار میں گیا، بازار ڈھونڈا لیکن ایسا درویش نہ ملا۔ وہ گلی گلی اس ولی کو ڈھونڈتا پھرتا تھا، آخر ایک خانقاہ میں پہنچا، جس کے در و دیوار پر نور برستا تھا۔ وہاں اربابِ طاعت اور اہلِ عبادت جمع تھے۔ اور آپس میں طریقت، معرفت، حقیقت کی گفت و گو کر رہے تھے۔ خادم نے جب غور سے دیکھا تو وہ درویش انہیں میں بیٹھا نظر آیا۔ دوڑ کر سجدہ کیا اور بادشاہ کا حکم سنایا۔ درویش روشن ضمیر پہلے ہی سے یہ بات جانتا تھا، اس لئے یہ کہہ کر اٹھا اور ساتھیوں سے اجازت لی کہ "کسی کا دل توڑنا خوب نہیں"۔

جب وہ دربار میں آیا تو بادشاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ درویش بڑا صاحب کمال تھا۔ اس کی زبان بات میں مشاق اور قلم کی طرح ہر وقت اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ روز ایک تازہ حکایت بادشاہ کو سناتا' اور ہر شب ایک نیا سوز اسے دیتا۔ جب درویش قصہ کہتا رہتا تو بادشاہ بے مے' مست نظر آتا۔

ایک زحل رات' جب بدر سورج کی طرح روشن تھا' اور دن اور رات میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا تھا' نجومی پریشان تھے کہ چوبیس ساعت کا دن کیسے آگیا۔ اصطرلاب لے لے کر دیکھتے تھے لیکن یہ راز ان پر حل نہ ہوسکتا تھا' ایسی رات میں بادشاہ نے نہایت خوش ہو کر درویش سے کہا "تمہاری باتوں میں عجب کچھ سوز ہے کہ میں بے پیئے ہی مست ہو جاتا ہوں۔ اب کچھ گفتگو کرو۔" درویش نے سوچا کہ اس سے معرفت کی حقیقت کھول کر کس طرح کہوں' اس کا سمجھنا ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہے' بہتر ہے کہ ایک مجازی حکایت اس کو سناؤں۔ یہ ٹھہرا کر اس نے لب کھولے اور یوں شکر ریز ہوا۔

"ملک خراسان جو سب میں بڑا ملک ہے' میرا باپ وہاں کا پردھان تھا۔

وہ نہایت روشن ضمیر اور صاف باطن شخص تھا، اس کی عقل و فراست کا یہ حال تھا کہ افلاطون، ارسطو اور بوعلی سینا اس کے شاگرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ چھ مہینے بعد جو بات ہونے والی ہوتی، وہ بتلا دیتا۔ اسی سے میں نے ایک حکایت سُنی ہے کہ کشمیر میں ایک نہایت عقلمند اور عادل بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت ہر چیز پر تھی۔ اگر گل اس کی اجازت کے بغیر کھلکھلاتے، تو ہوا کے ہاتھ سے ان کے ٹکڑے اُڑا دیتا۔ اور جو نرگس بغیر حکم کے آنکھ کھولتی تو ہوا کے ہاتھوں خوب جھکولے کھاتی۔ جب بادشاہ حکم دیتا نہ وہ ہلتے بلکہ شاید ایک آور پاؤں ہوتا چلنے لگتے۔ ہوا کو اس کی قدرت نہیں تھی کہ بغیر اس کی اجازت کے چمن سے نکہت کو لے کر پراگندہ کرے۔ سنبل اس کے اشارہ کے بغیر لب کھول سکتا تھا، اور نہ طوطی اور بلبل بول سکتی تھی۔

ایک روز جب موسم بہار پر تھا، اور ہر طرف پھول کھلے ہوئے تھے، بلبلیں نغمہ سنجیاں کر رہی تھیں، کوئلیں کوک رہی تھیں، پادشاہ نے مجلس جمائی، جب وہ مجلس کو زینت دینے بیٹھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فردوس میں رضواں بیٹھا ہوا ہے، ایسے میں باغبان ایک پھول لیکر

حاضر ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا بادِ صبا خوشبو لیکر آئی۔ اس پھول کی بو مشک و عنبر کی طرح تھی، جس پر ساری محفل وارفتہ ہوگئی۔ باغبان نے وہ پھول بادشاہ کے نذر کیا اور بادشاہ گل کی طرح شگفتہ ہو کر تعجب سے پوچھنے لگا "اے بن کو سدا پانی دینے والے! ایسا پھول چمن میں آج تک نہیں دیکھا تھا، اگر اس کا پودا لاکر میرے چمن میں لگائیگا تو تیرا دہن کلی کی طرح زر سے پُر کر دونگا"۔ مالی نے یہ حکم سن کر اپنا سر زمین پر رکھا، اور پانی کی طرح بغیر مڑ کر دیکھے چلا، اس پھول کو وہ چمن چمن ڈھونڈتا پھرا۔ کئی روز بعد وہ پودا اس کے ہاتھ لگا، اور اسے لاکر بادشاہ کے چمن میں لگایا۔ ہر روز وہ ایک تازہ پھول بادشاہ کی نذر کو لاتا، اور بادشاہ اس سے بیحد محظوظ ہوتا۔

ایک روز جب بادشاہ نے پھول دیکھا تو اس میں سوکھنے کے آثار نظر آئے۔ رنجیدہ ہو کر مالی سے سبب دریافت کیا۔ مالی نے جواب دیا "چمن میں ایک کالا بلبل ہے جو گل کا عاشق ہے۔ کبھی تو وہ پھول پر آکر پروں کو پھیلا دیتا ہے اور کبھی کانٹوں پر سینہ مارتا ہے۔ کبھی اپنے چنگل سے پنکھڑیاں کھولتا اور کبھی منقار سے کلیاں تتر بتر کرتا ہے۔

کسی وقت خوشی سے جھوم جھوم کر چہچہاتا اور کسی وقت زار نالی کرتا ہے، اس لیے پھول کملا گیا ہے"۔ یہ سنکر بادشاہ کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ "بلبل کے لیے ایک پھاندا باندھو اور اس کے حلقے ایسے تنگ کرو کہ پانی بھی، اس میں مچھلی کی طرح سپر جائے۔ اور اگر ہوا بھی اس میں سے گزرنا چاہے تو پرندے کی طرح گرفتار ہو جائے"۔ شکاری نے اسی طرح کا پھندا اس جھاڑ کے نیچے باندھ دیا اور بلبل کو دھوکا دینے کے لیے اس میں کچھ دانے بھی ڈال دئے۔

آسمان دام ہے اور تارے دانے، کیونکہ اس کے کاروبار دام جیسے ہیں۔ اس دام سے کسی کو غافل نہ رہنا چاہیئے۔ اس کا کام بے وفائی ہے اور اس سے کدورت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ دیکھو کہ ستاروں کو کبھی رکھتا ہے اور کبھی نہیں رکھتا۔ بادل کو گھڑی بھر کے لیے کہیں امن نہیں دیتا۔ دو دوست جو ایک تن ہو کر رہتے ہیں انہیں جوزا کی طرح الگ کر دیتا ہے۔ جو کوئی خوشی سے پاؤں پسار کر بیٹھتا ہے، اسے عقرب بن کر ڈنک مارتا ہے۔ بے چارے بلبل نے جب اس جگہ دانے پڑے دیکھے تو بڑا خوش ہوا اور سمجھا کہ آج نصیبے کی یاوری ہے، میرا بخت مجھ سے سازگار ہے شاید

میرے برج میں چاند ہے اور میرے ستارے کی مجھ پر نظرِ عنایت ہے کہ محبوب اور چارا دونوں ایک جگہ مل رہے ہیں۔ عرصہ سے بغیر کھائے پئے پڑا تھا۔ بارے آج راحت کے ساتھ چارہ کھا کر، بلبل کا نظارہ کروں گا۔" اسے کیا معلوم تھا کہ دشمنوں نے شکر میں زہر ملا کر رکھا ہے۔ بلبل مارے خوشی کے گل کی طرح شگفتہ ہو کر دیوانہ وار دانہ پر گرا، جوں ہی اس کا پاؤں پڑا، پھندا گلے میں تھا۔ وہ غریب دانہ کھانے گیا تھا، اُلٹا پھندا گلے میں پڑ گیا اور پھڑپھڑانے لگا۔

عزیز و طمع بُری چیز ہے۔ اسے خوب نہ جانو، اس سے ذلت نصیب ہوتی ہے، وہی تمام بلاؤں سے چھوٹے ہوئے ہیں، جو طمع داری سے دور ہیں، وہ بلبل دانے کی طمع سے بند میں گرفتار رہا۔ پھندے میں پڑ کر بلبل اپنے گل کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ "میرے جان کے ساتھی، اے میری روح کی راحت، تیرے رُخ سے میرے نین روشن اور تیرے لب سے میرے بین شیریں تھے۔ تیری زندگی سے میرے برگ کی تازگی تھی۔ تیری جدائی میں میری مرگ ہے۔ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔ اے یار تیرے بغیر میں کیونکر رہوں

ہیں آج تک بغیر کھائے پیئے تیرے قدموں کے پاس چھانوں ہو کر پڑا تھا۔ جہاں بھی جاتا پھر اسی جگہ لوٹ آتا اور تجھ کو بغیر پلک مارے گھورتا رہتا۔ مجھے اس کا غم نہیں کہ میں گرفتار ہو گیا' غم اس کا ہے کہ تجھ سے دُور پڑ گیا"۔

پاپی شکاری نے جب بلبل کو دام میں پھنس کر زاری کرتے دیکھا' تو غصے سے ہونٹ چباتا ہوا ستم کی آستینوں کو چڑھا کر دوڑتا ہوا آیا' اور اس کو پکڑ کر پنجرے میں ڈال دیا۔ پنجرا اتنا تنگ تھا کہ دم بھی باہر نکل نہ سکتا تھا' اس کی تنگی بخیلوں کی گور بلکہ چشم مور سے زیادہ تھی۔ شکاری اس پنجرے کو لے کر بادشاہ کے پاس آیا اور تسلیم بجا لا کر' پنجرا اس کو پیش کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور بلبل کو ایک جڑاوی پنجرے میں ڈال کر دربار میں رکھا۔

جب بلبل نے دیکھا کہ اب وہ دن رہے نہیں' اور محبوب کے ورشن کے دروازے اس پر بند ہو گئے ہیں تو سر کو پروں میں چھپا کر اور پکوتے ڈھال کر رونے لگا۔ کہ "مجھ پر جو بیت رہی ہے' اس کا حال' اس گل سے کون بیان کریگا۔ اس حور کے بغیر' میرے لیے دنیا دوزخ ہے' اور اس

مہرو کی جدائی میں، دن رات کی طرح تاریک۔ جب سے اس گلبدن سے
دور ہوا ہوں، میرے بدن کا رواں رواں کانٹا ہو کر سل رہا ہے۔ پون
کے بغیر میرا کوئی محرم نہیں جو اس کے پاس جا کر میرا غم کہہ سنائے۔
"اے خوش باش ہوا، بارے تو ہی میرا دکھ پھول سے بیان کر۔ کاش
میرا جسم ہوا کا ہوتا! میں کسی نہ کسی طرح یہاں سے اڑ کر اس کے پاس پہنچ
جاتا۔ لیکن افسوس اب وہ پاؤں کہاں جو اس تک جا سکوں، اور وہ آنکھ
کہاں جو اس کا درشن دیکھ سکوں"۔

بلبل کو اس طرح زاری کرتا دیکھ کر پادشاہ نے ایک روز اس سے
پوچھا۔ "تو کیوں اس قدر پریشان ہے، کس جادو چشم کی خاطر اس طرح
بے خواب اور کس کی زلف کے لیے اتنا بے تاب ہے۔ مجھے کہہ کہ کس
لیلی کا تو مجنوں ہے۔ اور کس کی نگہ کا تجھے نیشا لگا ہے کہ تو نے کوہ کن
کا پیشہ اختیار کیا۔ سچ بتا کہ تو کس کنول کا بھنورا اور کس پھول کا بلبل ہے؟"

بلبل بادشاہ کی گفتگو سن کر، آنکھوں کے دریا سے موتی رولنے لگا،
اور یوں جواب دیا کہ "تو میرا دکھ نہ سنے اور میری آگ کے پھول نہ چنے
تو بہتر ہے۔ جس کے دل میں میرا سا دکھ بھرا ہوگا، اس کے لیے زمین

سخت اور آسمان دور ہے۔ جو بہ پھندے میں پھنسا ہو اور جس پر بیتی ہو، وہی میرا دکھ سمجھ سکتا ہے۔ کیا بتاؤں میرا دل غم سے کیوں پچھاڑیں کھا رہا ہے۔ یہ دکھ نہ کہا جا سکتا ہے اور نہ کہنے میں آسکتا ہے۔ اور اس کے کہنے میں فائدہ ہے اور نہ چپ رہنے میں۔ اگر یہ بات زبان پر لاؤں بھی تو کیا فائدہ؟۔

بادشاہ بلبل کے غم سے اشکبار ہو کر کہنے لگا۔ "شکر کھائے بغیر منہ میٹھا نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر مشورے کے کام درست نہیں پڑتا۔ مجھے اپنے دل کی بات سنا، ممکن ہے کہ میرے ہاتھ سے تیرا مقصد پورا ہو۔"

اس قدر دلاسا پاکر، بلبل اپنا احوال بادشاہ کو اس طرح سنانے لگا۔

"میرا باپ ختن کا سوداگر تھا، مال و دولت کی اس کے پاس کچھ کمی نہ تھی۔ گھر میں ہیروں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور روپے اور دینار ڈھیروں سے تھے تمام بندرگاہوں میں اس کی شہرت تھی، وہ سب سوداگروں میں بڑا تھا۔ طرح طرح کے بیش قیمت کپڑوں کے بستوں سے اس کی دکانیں بھری پڑی تھیں۔ دریا میں اس کی کشتیاں اتنی چلتی اور کھڑی تھیں کہ ان کی گرمی سے دریا سوکھ کر کیچڑ ہو گئے تھے۔ وہ اپنی تجارت کے سلسلے میں

عربستان، حلب، روم شام، بنگالا، آسام، واسط، اسفرائین، صفاہان، مداین، تبریز، شروان، ہمدان، کاشان، ارمن، روس، طوس، سراندیپ، شیراز، اردبیل، ختن، ہین، دماوند، بخارا، سمرقند، کابل، لاہور، مانڈو، ماہور، غرض سارے عالم کا چکر لگاتا رہتا۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ تجارت کے کئی سامان لے کر گجرات گیا۔ اس سفر میں، مَیں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس وقت میری ابتدائی جوانی تھی۔ اور ذوق عشرت نے مجھے بدست بنا رکھا تھا۔

ہم جہاں ٹھیرے تھے، وہیں قریب میں ایک زاہد پارسا رہتا تھا، اس کی ایک بیٹی تھی۔ بڑی چتر، بڑی چنچل۔ میں اس کا سراپا کیا بیان کرسکونگا۔ اس کے ابرو کا نور محراب مسجد پر کبھی نہیں دیکھا گیا اس کی پیشانی، چاند سے زیادہ چمکدار تھی۔ اس کی پلکوں کو تیر اس لیے نہیں کہنا چاہیے کہ کبھی کوئی تیر کا اسیر نہیں ہوتا۔ اس کے نین کو نرگس کہنا نازیبا ہے۔ کیونکہ نرگس میں وہ ناز کہاں؟ اس کی ناک چمپے کی کلی کی طرح نازک تھی۔ اس کے رخسار کو لالے سے کیسے تشبیہ دوں کہ لالے میں داغ ہوتا ہے۔ ہونٹ کو لعل کیونکر کہوں، لعل میں

وہ نرمی اور نازکی کہاں! دانتوں کو انار دانے نہیں کہہ سکتے۔ ان پر' دانے بھی دیوانے تھے۔ اس کی ٹھڈی جیسا سیب دنیا میں کہاں ہے جس میں عشق کا آسیب ہو؟ اس کی کمر کے سامنے شرزے کا ذکر ہرزہ ہے سرو' اس قد کی حد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اس کی چال کو کوئی ہنس کی چال سے تشبیہ دے تو اس کی عقل پر ہنسنا چاہیے۔ غرض اس موہنی کا سراپا جیسا تھا' اس کی تعریف کرنے کی مجھ میں سکت نہیں۔

میرے دل میں اس کے دیکھنے کی ہوس پیدا ہوئی' جب وہ یاد آتی تو میرے سینے میں گدگدی ہوتی۔ اس کی پرت کی ہوا جو لگی تو میرا حال دگرگوں ہونے لگا۔ میں ہر روز اس کی گلی کو جاتا۔ پا پیادہ اور اکیلا۔ آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا کبھی اس دیوار سے لگ کر چلتا اور کبھی اس دیوار سے۔ تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اور وہاں پہنچ کر اس چندر بدن کے گھر کی طرف منہ کر کے' آنکھوں کے تارے بکھیرتا' اور آہوں کا کھلا باندھتا۔ کتنے دن بعد' امید کا سورج طلوع ہوا' اور میرے بخت کی آنکھوں کو نور بخشا۔ نصیبا جو دوست ہوا' تو یکایک

وہ چنچل میری طرف جھانک کر دیکھتی۔ میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں اور ہم دونوں کے دل مل کر ایک ہو رہے۔ اب یہ حال ہوا کہ جس طرح میں اسے یاد کرتا، وہ بھی مجھ کو یاد کرنے لگی۔ کبھی میں اس کے قدموں کے پاس سر سے چلتا جاتا اور کبھی وہ مجھے گھر پہنچا جاتی۔ اسی طرح سے دن رات گذرتے گئے۔ کبھی لوگوں کے ڈر سے ہم اپنی جگہ پر رہتے۔ اور کبھی کوئی نہ سنے جیسا بات کرتے یا چھپ کر اشارے کرتے۔ کبھی ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کرتے اور کبھی، ایک دوسرے کو نظروں میں چراتے۔

ناگہاں کسی نے زاہد کو اس کی خبر کر دی۔ چارٹی خور کا منہ جگ میں کالا! زاہد یہ خبر سن کر تلملانے اور اپنے آپ میں غم سے پچھاڑیں کھانے لگا۔ آبرو جاتی دیکھ کر وہ مارے شرم کے ایک حجرے میں بند ہو گیا۔ اور سرو کی طرح ایک قدم پر کھڑا ہو کر، ڈھاک کے پتوں کی طرح ہاتھ پھیلایا اور بد دعا کی کہ ہماری صورت تبدیل ہو جائے۔ اتفاق سے اس روز رحمت کے کواڑ کھلے تھے۔ اس کی دعا تیر کی طرح، آسمانوں کے ساتوں سپر سے گذر گئی اور سیدھی نشانے پر جا کر لگی۔ میں ماتمی کسوت کے ساتھ بلبل اور وہ گل کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ اسی وقت سے دردناکی اور

سینہ چاکی میں مبتلا ہوں"۔ بلبل نے دعا پر کلام ختم کیا۔ اور کہا "آگے تجھے سب معلوم ہے، اب میرے بخت ہیں اور تیری نظر"۔

یہ احوال سنکر بادشاہ کو خیال آیا کہ اس کے خزانے میں ایک انگوٹھی ہے جس کو اگر ممسوخ پر پھرائیں تو وہ صورت اصلی پر آجاتا ہے۔ اسی وقت خزانے دار کو بلا کر، انگوٹھی کو لانے حکم دیا۔ جب انگوٹھی آگئی تو بادشاہ نے پہلے وضو کیا، پھر آیۃ الکرسی کو پڑھ کر، دونوں پر اس کو پھرایا۔ خدا کے فضل سے، وہ جیسے پہلے تھے ویسے آدمی بن گئے۔ دونوں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے۔ جو ان کی صورت دیکھتا، کہتا "یہ لیلیٰ ہے اور یہ مجنوں، شیریں اور فرہاد ایسے ہی تھے" کیا یوسف اور زلیخا دنیا میں پھر آئے ہیں!"

بادشاہ بہت خوش ہوا، اور بڑی دھوم سے ان کا بیاہ کر دیا۔ سوداگر کے بیٹے کو دربار میں ایک بڑا منصب عطا کیا گیا۔ وہ ہر روز صبح بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا، اور قصّوں سے اس کا دل بہلایا کرتا۔ ایک روز بادشاہ نے اس سے فرمائش کی کہ آج کوئی عشق کا قصہ بیان کر کیونکہ محبت اور اس کے سوز سے تو واقف ہے"۔ یہ حکم سن کر، اس نے اس طرح قصہ شروع کیا۔

ملوک پیشین میں سے ایک کے متعلق میں نے سنا ہے کہ، وہ بڑا عالی ہمت اور صاحب لشکر تھا۔ ایک روز دربار بھرا ہوا تھا، اور بادشاہ تخت پر جلوہ افروز تھا۔ حاجیوں نے آکر خبر دی "چین سے ایک نقاش آیا ہے اور کئی نقش لکھکر لایا ہے۔" چین کا نام سنتے ہی بادشاہ کے چہرہ پر غم کے آثار نمودار ہوئے، اس نے ایک وزیر کو بڑے بھاری لشکر کے ساتھ، چین کا ملک فتح کرنے بھیجا تھا۔ اُس وقت سے اس کی خبر نہیں آئی تھی۔ بادشاہ کے دل میں اندیشے گذرنے لگے کہ، کہیں وہ خود ملک لے کر نہ بیٹھ گیا ہو۔ پھر یہ سوچ کر کہ بدگمانی خوب نہیں، اس نے ایک ندیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ کوئی حکایت بیان کرتا کہ غم غلط ہو۔ ندیم واقف کار تھا، موقع کے مناسب اس نے یہ حکایت بیان کی۔

"ایک راجہ، فہم و ذکا میں بڑا مشہور تھا۔ اسے جوگیوں سے بڑا اعتقاد تھا۔ ملک، ملک کے جوگی اس کے پاس آتے تھے۔ ایک روز ایک جوگی اس کے شہر میں آیا۔ بادشاہ نے خود جاکر اس کو لیا۔ محل میں لاکر عزت سے بٹھایا اور احوال پوچھنے لگا۔ "کہ تم کہاں سے آئے اور کہاں رہنے والے ہو۔ کرم کیا کہ ہم کو درشن دکھلایا۔" جوگی نے جواب دیا۔

"اے بادشاہ، ہم آنے جانے والے کون؟ جو کچھ کرتا سو حق کرتا ہے۔ ہماری ناتھ کی ڈور اُسی کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ نے اس کو بہت عزت سے رکھا۔ اس کے لیے گھی اور دودھ کا راتب مقرر کر دیا۔ جوگی نے یہ سوچ کر کہ بادشاہ کے پیار کا کچھ تو اپکار کروں، اُسے نقل روح کا منتر سکھایا، جس سے وہ کسی اَور جسم میں جا سکتا تھا اور جب چاہے واپس اپنے تن میں آ سکتا۔ بادشاہ کا ایک وزیر بڑا ہوشیار تھا، اور وہ اسی زمانے میں اتفاق سے ایک بڑا کام انجام دے کر آیا تھا، بادشاہ نے خوش ہو کر اس سے فرمایا کہ "کیا مانگتا ہے مانگ" اس نے سجدہ کر کے کہا۔ "تیری ہمت سے سیم وزر کی کمی نہیں۔ اتنی کرم بخشی تو نے کی ہے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں۔ لیکن اگر مجھ کمینے پر مہربانی کر کے، نقل روح کا منتر مجھے سکھا دے تو، ذرہ نوازی ہے۔" بادشاہ یہ سنتے ہی گال کو ہاتھ لگا کر سوچنے لگا کہ اس کو یہ ہنر سکھانا، اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا ہے۔ لیکن قول دے چکا ہوں، 'نا' بولوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں۔ بادشاہ دنیا میں جھوٹ بولنے لگیں تو پھر کون کسی کو پتیائیگا۔ یہ سوچ کر، خدا پر توکل کیا۔ اور اس منتر کو سکھا دیا۔

ایک روز بادشاہ شکار کے لیے گیا۔ جب شکار کھیل کر واپس ہونے لگا تو قضائے حکم سے وہ لشکر سے جدا ہو گیا۔ اس کے ساتھ سوائے اس وزیر کے کوئی اور نہ تھا۔ پھرتے پھرتے دونوں ایک جنگل میں پہنچے۔ یہاں راستہ پر ایک ہرن مردہ پڑا ہوا ملا۔ بادشاہ کو خواہش ہوئی کہ اس کے جسم میں جاکر منتر کو آزماؤں، تھوڑی دیر ہرنوں کے ساتھ پھروں، اور ہرنیوں کی بیت کا مزا لوٹوں"۔ یہ سوچ کر، اس نے اپنی روح ہرن کے مردہ جسم میں منتقل کی اور پھرنے کے لیے جنگل کی طرف چلا گیا۔ وزیر نے بادشاہ کا جسد خالی پڑا ہوا دیکھا تو بادشاہ بننے کی ہوس دل میں پیدا ہوئی۔ فوراً اپنی روح کو، بادشاہ کے جسم میں داخل کیا۔ اور اپنا جسم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اس طرح دغابازی سے وہ سلطنت لیکر بیٹھ گیا۔

اس بادشاہ کی ایک رانی تھی جس کا نام ستونتی تھا۔ اس کی عصمت اور عفت کا یہ حال تھا کہ چاند سورج بھی اس کی چھانوں دیکھنے نہ پائے تھے۔ اگر کبھی وہ آئینہ کے سامنے جاتی تو اپنے مردم چشم کو دیکھکر شرما جاتی اور اگر کبھی بال کھولنے کنگھی لیتی تو پنجہ کا نمونہ سمجھ کر پھینک دیتی۔

نرگس کو دیکھ کر منہ پر آنچل کھینچ لیتی۔ اس کی پاکدامنی کی عورتیں قسم کھایا کرتی تھیں۔ اس نے بادشاہ کے چال چلن نئے دیکھے تو اس کو شبہ ہوا۔ جب کبھی وہ اس سے محبت کا اظہار کرتا، ستنونتی حیلے سے ٹال دیتی۔

اصلی بادشاہ جب واپس آیا تو اپنے جسم کی جگہ خالی دیکھی، اسے بڑا رنج ہوا، لیکن کیا کرتا، ناچار مکار وزیر کو کوستا پھرتا تھا کہ ایک مرا ہوا طوطا نظر پڑا، اس نے فوراً اپنی روح کو اس میں منتقل کیا، اور نئی زندگی اختیار کر کے بادشاہ کے شکاری کے گھر پر جا بیٹھا۔ شکاری اسے دیکھتے ہی پنجرا درست کرنے لگا، طوطے نے اس سے کہا، پنجرے کی ضرورت نہیں، میں خود گرفتار ہوتا ہوں، لیکن ایک شرط پر، تو مجھے بادشاہ کے ہاتھ بیچ دے۔" شکاری اس کی گفتگو سن کر بڑا حیران ہوا، اور اُسے پنجرے میں ڈال کر فریبی بادشاہ کے پاس لے گیا۔ وہ بھی اس کی میٹھی باتیں سن کر بہت خوش ہوا، اور اسے خرید کر اسی مقام پر رکھا جہاں ستنونتی رہتی تھی۔ ایک روز طوطے کو موقع ملا، اس نے ستنونتی سے پوچھا۔" اے سرو آزاد تیری جوانی کا رنگ کیوں برباد ہوا، کس کے غم میں تو بے کل ہے۔" ستنونتی نے آہ کھینچ کر کہا۔" سب عالم پر یہ بات

روشن ہے کہ دیا نہ ہو تو رات کیسے سہاتی ہے اور جس کے منہ میں تنبول نہ ہو، وہ منہ کیونکر بھلا لگے گا، جدائی میں مرنا آسان ہے، بغیر پیہو کے زندہ رہنا مشکل۔ پریشان ہوں لیکن محبت میں ثابت قدم ہوں۔ شمع کی طرح جل رہی ہوں، لیکن اپنی جگہ سے ٹلی نہیں"۔ طوطے نے اس کی وفاداری دیکھی، تو رو کر اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا، اور کہا کہ اب جو وہ تیرے ساتھ محبت کا اظہار کرے تو، تُو اس سے کہہ کہ "تُو وہ راجا نہیں ہے، تجھ پر مجھے شبہ ہوتا ہے وہ نقل رُوح کا فن جانتا تھا۔ وہ فریبی تجھ پر قابو پانے کے لیے اس پر تیار ہو جائے، تو، تو مردہ قمری کو اس کے سامنے رکھ دے۔ آگے میں اپنا کام سمجھتا ہوں"۔ چنانچہ یہی ہوا، جب اس نے ستونتی سے یہ سنا، تو اچھل پڑا، اور کہا "تو کیا آزماتی ہے، دیکھ!" ستونتی نے فوراً مری ہوئی قمری اس کے سامنے رکھ دی" جوں ہی فریبی نے قمری کے جسم میں اپنی جان ڈالی، بادشاہ، اپنے اصلی جسم میں آگیا اور قمری کی ٹانگیں چیر کر اسے پھینک دیا۔ اور سلیمان کی طرح پھر تخت پر بیٹھا۔ دنیا کو خوشی نصیب ہوئی، اور سب آداب احترام بجا لائے۔ اتنے میں ایک وزیر آیا، اور بادشاہ کی مدح و ثنا بجا لا کر عرض کی۔ "اے فرخندہ طالع!

وہ بدبخت اسی طرح فنا ہوا جس طرح ایک بادشاہ، کسی عورت پر فریفتہ ہوکر تخت کھو بیٹھا تھا"۔ یہ سنکر بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا، اور پوچھنے لگا۔ "وہ کون کوتاہ بیں تھا جس نے عورت پر بھول کر اپنی عزت گنوائی"۔ وزیر نے یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کی طبیعت قصہ سننے کی طرف راغب ہے، یوں گویا ہوا۔

"قدیم زمانے میں ملک عجم کا ایک پادشاہ تھا، جس کی بیٹی بڑی قبول صورت تھی۔ اس کا نام سمن بر تھا، اور سارا عالم اس کے حسن کا شیدائی۔ مصر کا شہزادہ ہمایوں فال بھی اس کے حسن کا شہرہ سنکر، اس کا دیوانہ ہوگیا اور اس کو دیکھنے کے لیے ملک اور ماں باپ کو چھوڑ کر بہ حال تباہ روانہ ہوا۔ بڑی مشقتیں اٹھاتا آخر، اس شہر میں پہنچا۔ وہاں جو دیکھتا ہے تو شہر ہر طرف عاشقوں سے گلزار بنا ہوا ہے۔ کتنوں نے اس کے رخسار کے دھیان میں اپنا گریبان چاک کر رکھا تھا، کئی اس کے بام کی طرف مُنہ اٹھا کر سوسن کی طرح سو زبان سے اس کی تعریف کرتے تھے، کچھ اس کے دہن کی یاد میں، کلی کی طرح مُنہ موند کر پڑے تھے۔ بہت سے اس کے قد کی یاد میں سرو کی طرح ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے نظر آئے، اور چند اس کے

غمِ ہجر میں بلبل کی طرح سیہ پوش ہو گئے تھے۔ جب عشق کا سوز دل میں ضبط نہ ہو سکا تو وہ بھی شب و روز اس کے محل کے پاس جاتا۔ اور آنکھوں سے لہو کے دریا بہا کر اپنے دامن کو شفق کر دکھاتا اور کہتا۔ "اے میرے نصیبے کے سورج، اس حالت میں کب تک پڑا رہوں کہ دن کو نور نہ دکھے حسن کے آسمان سے چاند کی طرح باہر نکل اور میری آنکھ سے اندھیرے کو دُور کر"۔ کتنے دن تک یوں ہی روتا اور آنسوؤں کے پانی سے منہ کو دھوتا رہا۔ اتفاق سے ایک روز طالع کی اس پر نظر ہوئی، اس چنچل نے اسے جھانک کر دیکھا ادھر اس نے بھی اسے دیکھا، اور دیکھتے ہی دونوں بے قرار ہو گئے۔ دونوں کی نظر سے جو تیر نکلے سینوں کے سپر سے پار ہو گئے۔ شہزادی اسے دیکھ کر ناز سے یوں بول اٹھی۔ "تو کہاں کا رہنے والا ہے اور عاشقی کا بار سر پہ لیے یہاں کس لیے آیا ہے۔ اس طرح یہاں آنا اور اپنے آپ کو رسوا کرنا خوب نہیں۔ میرے ماں باپ سنینگے تو اس کو کس طرح روا رکھینگے؟ اس مقام سے نکل جا، اور اس بلا کے بار سے سبکدوش ہو جا"۔ اس طرح اس نے عاشق کو کس کر دیکھا۔ کیونکہ سونا بغیر کسے ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر بھی ہو تو اس کا کسنا بہتر ہی ہے۔ کہنے کو تو اس نے یہ کہدیا،

لیکن دل سے اس کی دیوانی ہو رہی تھی شہزادے نے جوں ہی یہ بات سنی، معلوم ہوا
کہ گویا جان اس کے تن سے نکل گئی۔ گلابی چہرہ زعفرانی ہو گیا، اور اس طرح
جواب دیا۔ ”اے موہنی! جب سے تیرے عشق نے دل میں ڈیرا جمایا ہے،
حال کا بے حال ہو گیا ہے اور دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے۔ تیری
محبت میں راحت سے مُنہ موڑ کر، بلا سر پر لی ہے۔ اگرچہ میرا باپ مصر کا
بادشاہ ہے، لیکن آج میری آنکھیں رو دِ نیل ہیں۔ میرا نام کہنے کو تو ہمایوں
ہے، لیکن تیری جدائی سے میرا دل، پُر خون ہے۔“ شہزادی یہ نام پہلے ہی
سُن چکی تھی، پھر بھی، دل کی بات پوشیدہ رکھی۔ اور جواب دیا۔ ”تو ایک
جُدا چمن کا پھول ٹھیرا، اور میں ایک بن کی کنوئی کلی، تو مصری میں عجمی
تیری بات کو سچ کس طرح مانوں اور تجھے سچا عاشق کس طرح جانوں، کیا
خبر کہ تو چاند ہے یا تارا، اور محبت میں اُدھورا ہے کہ پورا، کتنے ہی
ایسے آتے جو خواہ مخواہ کے عاشق بنتے اور طبل کی طرح خالی شور مچاتے
ہیں“۔ یہ سنتے ہی اس کے ہوش اُڑ گئے، پھر جب حواس درست ہوئے
تو قسم کھا کر کہا۔ ”جس صانع نے تیرے رُخ کو گل بنایا اور مجھے بلبل کیا۔
جس قادرِ مطلق نے تری زلف کو تاب دے کر مجھے بے تاب کیا، جس محسن نے

تجھے حسن اور مجھے وصل کی آس دی، وہ شاہد ہے کہ میری بات جھوٹ نہیں۔ میں دل سے تیرا عاشق ہوں۔ میری بات کو سچ مان اور مجھے اپنا جان۔" جب شہزادی نے اس میں عشق کے چالے دیکھے، تو آہستہ نیچے اتر کر آئی، اور اسے سینے سے لگالیا۔ سمجھی کہ یہ میرا سچا عاشق ہے اور خود بھی اس دیوانے کی دیوانی ہو رہی۔ پھر تو دونوں کے آپس میں آسرے سے چھیڑ چھاڑ ہونے لگی۔ کئی دن تک ایک دوسرے کے درشن سے خوش حال رہے۔ لیکن اس طرح سے چوری کتنے دن چل سکتی ہے؟ آخر اس بات کا شہرہ ہونے لگا۔ دونوں نے مل آپس میں مشورہ کیا۔ "ہم کو ایک دوسرے کے دیکھے بغیر نہ دن کو چین نصیب ہے اور نہ رات کو آرام، ذرا سی دوری بھی ہم کو گوارا نہیں، یہ بات۔ اب سب پر الم نشرح ہو چکی ہے۔ صرف بادشاہ کے کانوں تک پہنچنی ہے۔ وہ بڑا غصیلا ہے۔ ہم دونوں کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ کب تک یہاں اس طرح ڈرتے پڑے رہیں۔ مناسب یہ ہے کہ گھر سے نکل چلیں۔ اور کسی مقام پر جا کر اس طرح مل جل کر رہیں جیسے پھول میں بُو، رتن میں جوت اور مئے میں مستی رہتی ہے دشمنوں کے جگر کو پانی کریں اور دراندازوں کی آنکھوں میں خاک جھونکیں۔ میں فلاں باغ کو جانے کی اجازت لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں بھی آتا ہوں، وہاں سے ہم دونوں مل کر

کہیں نکل چلیں۔

غرض یہ ٹھیرا کر دونوں گھر سے نکل بھاگے اور سیر کرتے تماشے دیکھتے شہر ہند میں جو اصل ہند تھا گنگا کے کنارے، ایک محل "بیت العاشقین" میں آکر قیام پذیر ہوئے، یہاں وہ بے کھٹکے لطف اڑاتے تھے کبھی محل کی کھڑکیاں کھول کر دریا کی سیر کرتے اور کبھی ایک دوسرے کی صراحی گردن ہاتھ میں لے کر، لب لعل کے پیالے سے مے پیتے۔ ہمایون اس بات پر مصر تھا کہ یہ بھید جیتے تک کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔

وہاں ایک مالنی رہتی تھی، جو بادشاہ کے پاس پھول کے ہار پہنچایا کرتی۔ سمن بر کے پاس بھی وہ پھول کے ہار، طرے، چوٹی وغیرہ گوندکر لایا کرتی تھی۔ اسے سمن بر سے انس ہو گیا تھا۔ اور اکثر اسی کی خدمت میں رہا کرتی۔ ایک روز بہ اصرار اس نے، سمن بر سے حالات پوچھے، سمن بر نے ہمایون کی نصیحت فراموش کر کے سارا حال کہہ سنایا۔

مشیت یوں تھی کہ ایک روز مالنی کو پھول گوندھتے دیکھ کر۔ سمن بر نے وہ ہار اس سے لیا اور خود گوندھ کر دیا، مالنی مقررہ وقت پر وہ ہار لے کر ہمیشہ کی طرح بادشاہ کی خدمت میں گئی، اور سجدہ بجا لا کر، ہار اس کے

سامنے پیش کیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑی تھی کہ بادشاہ پھول دیکھ کر یکایک بول اٹھا۔ ”تو یہاں کئی روز سے آتی، اور پھول کے ہار دے جاتی ہے۔ لیکن آج تک ایسا ہار کبھی نہیں لائی“ یہ تیرا ہنر تو نہیں، سچ بتا کہ یہ ہار تجھے کہاں سے ملا؟ اس نے بہت سے عذر کیے، لیکن بادشاہ غصے سے کہنے لگا۔ ”اگر تو سچ سچ نہ بتائیگی تو قسم ہے خدا کی کہ تیری بوٹی بوٹی پھول کی پنکھڑیوں کی طرح جدا کر دونگا۔“ جب اس نے دیکھا کہ عذر کی گنجائش نہیں رہی تو ساری حقیقت کہہ سنائی۔ شہزادے کی بڑی تعریف کی اور سمن بر کے حسن کا حال بیان کیا۔ یہ ذکر سنکر، بادشاہ کے دل میں سمن بر کے عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ صبر ہاتھ سے رخصت ہوا اور سمن بر کو دیکھنے کی ہوس اس کے دل میں پیدا ہوئی۔

دوسرے روز صبح بادشاہ مچھلی کے شکار کا بہانہ کر کے کشتی میں سوار ہوا، اور سمن بر کے محل کے نیچے پہنچا۔ اس وقت وہ بال سکھاتی بیٹھی تھی، اور ایسی نظر آتی تھی، جیسی کوثر پر کی حور۔ بال جو اس کے رُخ کے اطراف بکھرے ہوئے تھے ایسے معلوم ہوتے تھے، گویا چاند پر بدلی چھائی ہوئی ہے۔ جوں ہی بادشاہ کی نظر اس پر پڑی، وہ بے خود ہو گیا۔ اور عشق کی موجوں میں اس کے صبر کا سارا اثاثہ ڈوب گیا۔ جو لوگ موجود تھے، یہ حال دیکھ کر پریشان ہو گئے

اور فوراً بادشاہ کو واپس لے گئے۔ محل میں پہنچنے کے بعد، وزیروں میں سے ہر ایک حال پوچھنے حاضر ہوا۔ سب مل کر بادشاہ سے کہنے لگے۔ "بادشاہ پر سب حال آشکارا ہے"۔ کیا عرض کریں عقلمندوں نے کہا ہے کہ بادشاہ کو یہ چند کام مناسب نہیں۔ کشتی میں بیٹھ کر دریا پر جانا رات کو چوری سے پھرنا اور شراب کی مجلس جمانا"۔ یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا۔

"یہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن ملک پر دھاوا کرے تو اُسے فوج کے ذریعے اور فوج سے نہ ہو سکے تو زر سے دفع کرنا ممکن ہے۔ لیکن جب عشق کا سلطان، ملک دل کو غارت کرنے آئے تو اس موقع پر میرے لیے کیا تدبیر ہے، بتاؤ۔ اور اس میں میری کیا تقصیر ہے کہو۔ اب مجھے تاج و تخت بھلا معلوم ہوتا ہے اور نہ کوئی اور چیز اچھی لگتی ہے۔ آج سے گلے میں کفنی ڈال لیتا ہوں تاکہ وہ منہری مجھے مل سکے۔ مجھے شاہی کیا کام آئیگی سمجھو کہ آج سے میری بادشاہت ختم ہو گئی مجھے اس پریشانی میں مبتلا نہ کرو۔ مجھے مال اور دھن درکار نہیں، وہی دھن چاہیے۔ اور یہ کام میں ہر طرح کرنے تیار ہوں"۔

یہ گفتگو سن کر، سب کے سب بغیر دم مارے، کھڑے رہے۔

لیکن ان میں ایک وزیر فراست میں بے نظیر تھا۔ اس نے عرض کی۔"بادشاہ نے جو کچھ فرمایا، سب معقول ہے۔ لیکن بادشاہوں کے مذہب میں یہ بات نامقبول ہے، انہیں دل مضبوط رکھنا، اور دور بینی سے کام لینا لازم ہے۔ جو کچھ بھی ہو، ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ جلد بازی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ آہستگی سے کام لینا ضروری ہے۔ کلیوں کے نمودار ہوتے ہی پھول نہیں کھلتے، اور جو کھلیں بھی تو ہر ایک کو نہیں ملتے، کنگورے آہستہ آہستہ بلند ہوتے ہیں، چاند پونم کی رات تک چل کر، پورا ہوتا ہے۔ اگر شہ کا حکم ہو تو میں اس کام کو سر آنکھوں سے انجام دونگا۔ ہر ترکیب سے اس تارے کو توڑ کر تجھ سے لاؤنگا۔"

بادشاہ نے فرمایا۔"بے شک۔ تو دور بین ہے تیری عقل پر آفریں، لیکن وہ پھول بے خار نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس گنج پر مار بھی ہے۔ کسی بڑے بادشاہ کا فرزند، اس پر دیوانہ ہو کر اور اس کی زلف میں دل پھنسا کر گھر دار چھوڑ، اسے یہاں لے کر آیا ہے۔ اور وہ چنچل بھی، اس سے دل لگا کر، جورو کی طرح اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پہلے تو اس مرد کو نکال پھینک اور اس گرو کو جھاڑ پھینک، اور یہ کام دغا اور حیلے سے

اس طرح ہو کہ' وہ سن موہن مجھ سے آزردہ نہ ہو اور وہ نازک پھول پژمردہ نہ ہو"

اس حیلہ گر نے پھر بادشاہ سے کہا کہ "ہم ابھی ندی کے کنارے جا کر ضیافت کا اسباب مہیا کریں اور اس ایک دو دن کے مہمان کو دعوت دے کر بلائیں۔ اس کو خوب شراب پلائیں' پھر اس سے شرط کریں کہ برہنہ ہو کر' دریا سے کنول کا پھول توڑ لائے۔ اس کو آسان جان کر وہ عذر نہ لائیگا' اور جیوں ہی جائیگا خود آپ ڈوب مریگا۔ نہنگوں کا لقمہ بنے گا۔ ہم انجان رہیں۔ سمن بر کو گمان نہ آئیگا کہ ہم نے دغا دے کر اسے مارا ہے"۔

بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی' فوراً ضیافت کا سامان درست ہوا' اور ہمایوں فال کو وہاں بلایا گیا۔ اس نے مروت سے انکار نہ کیا۔ اور چلا آیا۔ بادشاہ نے بزم خوب آراستہ کی تھی' دورویہ ساقیانِ مہ وش کی قطار تھی اور مطرب بیٹھے نغمے کے چھپے رازوں کو کھول رہے تھے۔ رباب تن تن تنا تن بجتے اور طنبورے جھن جھن جھنا جھن بول رہے تھے۔ غرض ایک لطف تھا۔ بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی ساقی کھلی زلفوں اور ملی آنکھیوں کے ساتھ حاضر ہوئے' اور شراب کے دور چلنے لگے۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ "اب بیٹھ کر شطرنج کھیلیں۔ اور دنیا کی فکر سے آزاد ہوں" ہمایوں فال بغیر شبہ کیے شطرنج کھیلنے بیٹھ گیا۔ لیکن جیسا پہلے ہی سے

طے ہو چکا تھا، شہزادے کو مات ہوئی، اور اپنی بات کھری رکھنے کے لیے وہ برہنہ ہو کر دریا میں کودا، اور فوراً ایک مچھلی اس کو نگل گئی۔

اس ظالم نے تین دن تک تعزیت کے مراسم ادا کئے۔ پھر خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور اس مکار وزیر کو بلا کر، کہا کہ "جا اس موہنی سے جو بات کہنے کی ہے کہہ" وزیر خود ہی حاجب بن کر، سمن بر کے پاس گیا۔

سمن بر کا یہ حال تھا کہ ہمایون کے بچھڑنے کی وجہ سے تین دن سے دکھ میں تھی۔ تڑپنے اور رونے کے بغیر اسے دوسرا کام نہ تھا۔ آپ ہی آپ کہتی، "مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ پہلے اپنی محبت کی دیوانی کر کے تو اس طرح چلا جائیگا۔ خدا جانے تو کہاں ہے۔ تیرے بغیر میں کیسے زندگی گزاروں۔ اب جینا کس کام کا، اس سے بہتر ہے کہ زہر پی لوں"۔ ایسے میں دستک کی آواز سنی، سمجھی کہ ہمایون آج مہر سکوت توڑ کر، دلاسے کے لئے کسی سے کچھ کہلایا ہے۔ ننگے سر اور ننگے پیر دوڑتی ہوئی آئی اور آسرے میں کھڑے ہو کر پوچھنے لگی۔ "کیا خبر ہے، بھائی، مجھے اس کی خبر سناؤ بتاؤ کہ وہ میرے جی کا من میت کہاں، مجھ زجیو کا وہ امریت کہاں ہے۔ مجھ نرادھاری کا آدھار وہی تھا، اس کے بغیر سارا عالم میری آنکھوں میں اندھیرا ہے۔ تین دن سے مجھے رونا لگا ہے"۔

یہ سن کر اس کٹر نے افسوس کا اظہار کیا، پھر شہزادے کے دریا میں ڈوب مرنے کی خبر سنائی۔ یہ سنتے ہی سمن بر پر آسمان ٹوٹ پڑا، زمین پر پٹکیاں کھانے لگی، اور روتے روتے بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو لال اوڑھنی پھاڑ دی اور جسم کا سارا زیور نوچ کر پھینک دیا۔ آنکھوں سے کاجل پونچھ دیا۔ کنگھی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے، اور منہ دیکھنے کی آرسی کو پھوڑ کر پھینک دیا۔ ہاتھوں کی چوڑیاں چور چور کر دیں، اور یہ بیان کر کر کے رونے لگی "میں یہ نہ جانتی تھی کہ دشمن اس طرح گھر ڈبائینگے، اور یوں غم کے دریا میں ڈال دینگے۔ اگر یہ جانتی تو اس کو دل کے اندر چھپا رکھتی، آنکھوں کی پتلی بنا کر رکھتی"۔ سمن بر کا دکھ دیکھ کر حاجب بھی ٹھنڈا پڑ گیا، اور اس شمع رو سے کچھ بول نہ سک کر، اپنا منہ کالا کیا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر، جو کچھ حال دیکھا تھا، کہہ سنایا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔ "تو ایک دفعہ اور اس کے پاس جا، اور جس حیلے اور تدبیر سے ہو سکے، اس کے غم کی آگ ٹھنڈی کر۔ اور میرے عشق کی گرمی سے اُسے نرم کر۔ تیرے بغیر کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا۔ تجھ سا عقلمند آج کم ہے"۔ غرض وہ پھر اُلٹے پاؤں لوٹا۔ سمن بر کے پاس جا کر اسے ترکیب سے اس طرح سمجھانے لگا۔

"اس جگ میں جس نے گہوارہ دیکھا، وہ آخر گور میں جانے والا ہے۔

جو پھول شاخ پر کھلتا ہے، وہ آخر فنا کی باد سے گر جاتا ہے۔ جو چیز بھی دنیا میں موجود ہوئی ہے، وہ ایک روز نابود ہونے والی ہے۔ یہ جینا دوپہر کی چھاؤں ہے۔ دنیا میں نام کے بغیر کچھ نہیں رہتا۔ کسی کو ابد کی خلعت نہیں بخشی گئی۔ سب عالم پر یہ بات ظاہر ہے کہ، خدا کی قدرت کا قوی ہاتھ، اگر مغرب میں چاند کو غروب کرتا ہے، تو اُسی گھڑی سورج کو طلوع کرتا ہے۔ اگر دارا سے بادشاہی چھین لیتا ہے، تو اسی دن سکندر کو تاج عطا کرتا ہے، جب دن کو ختم کرتا ہے تو اسی گھڑی رات کو ظاہر کرتا ہے۔ دنیا کے کام بند نہیں رہتے۔ اس دم کو غنیمت سمجھنا چاہیئے مجھ سے پوچھتے ہو تو یہ اچھا ہے کہ، پادشاہ طالب ہو اور تو مطلوب۔ اس یوسف کو قصۂ ماضی سمجھ کر تو اس سلیمان سے راضی ہو جا۔ شاہ تیری محبت میں صادق ہے۔ وہ تیرے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے۔" سمن بر نے اس سے جب یہ باتیں سنیں، تو اس کو یقین ہو گیا کہ شہزادے کو مارنے والے یہی ہیں۔ لہو بھرا منہ اس کی طرف کر کے اور غصے سے ہونٹوں پر کف لا کے کہا۔ "میں پہلے ہی تیری صورت دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ، تو بڑا فتنہ بڑا مکار ہے۔ صورت میں انسان، لیکن سیرت میں عین خناس ہے۔ تجھے میرا رُوال رُواں کیوں نہ کوسے، یہاں آ کر کچھ کہتا ہے اور وہاں جا کر کچھ کہتا ہے۔

قلم کی طرح تیری دو زبانیں ہیں۔ لیکن میں ایسی بھولی نہیں ہوں کہ تیری باتوں میں آجاؤں۔ میں وہ کنول نہیں ہوں جو سورج کے بغیر کسی اور چاند سے شگفتہ ہو۔ محبت کی رہ روش میں یہ بڑا عیب ہے کہ دوسرے کو دیکھوں۔ تو یہ بات پھر کبھی زبان پر نہ لا، اور تجھے قسم ہے کہ جس طرح آیا ہے، اسی طرح واپس جا۔"

وزیر نے دیکھا کہ اس کی بات کا کچھ اثر نہیں ہوا، وہ چپکے سے چلا گیا اور بادشاہ کے پاس جا کر سب حال بیان کیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ رنجیدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، اور کہا کہ "اب کیا تدبیر کروں۔ افسوس وہ مجھ پر مہربان نہ ہوئی اب حکومت کا بوجھ تیرے سر ڈال کر، اسی کے در پر جا کر پڑا رہونگا۔ اور اس کے آستانے پر سر رکھ کر، اسی کا نام جپتا رہونگا۔ شاید اس طرح اسے کچھ مہر آجائے۔"

غرض اس نے جو کہا تھا، وہ کر دکھایا۔ اور سمن بر کے در پر جا کر پڑ گیا۔ لیکن اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔

اب ادھر کی سنئے کہ مصر کا پادشاہ، بیٹے کی جدائی میں ہر دم تڑپتا رہتا وہ صرف بیٹے کو دیکھنے کی آس میں زندہ تھا۔ اتفاق سے کسی نے آکر شہزادے کے

دغا سے مارے جانے کی خبر اس کو سنائی۔ دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی، اور مارے غم کے زمین پر لوٹنے اور سر پر خاک اڑانے لگا۔ وزیروں نے یہ حال دیکھا تو اس کے پاؤں پر گر کر سمجھانا شروع کیا کہ "اے شاہ، اتنا غم کرنا مناسب نہیں۔ رونے سے کیا فائدہ، اس کی ممانعت آئی ہے۔ خدا سے صبر مانگو، وہی صبر کا اجر دیگا۔" بادشاہ نے کہا۔

"میں اپنے آپ کو کس طرح سنبھالوں۔ مجھ اندھے کی وہی ایک لاٹھی تھی جس کو ظالموں نے توڑ ڈالا۔ موت بھی نہیں آتی کہ مر رہوں۔ یکبارگی دل میں خیال آتا ہے کہ دشمن کے ملک پر آگ ہو کر برسوں، اور اس کے گھر بار کو پھونک کر ملک کو تاراج کر دوں۔" دل میں یہ طے کر کے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور آن کی آن میں ملک سندھ پر جا پڑا۔ شاہ سندھ کو اطلاع دی گئی کہ کوئی بادشاہ بڑا بھاری لشکر لے کر اس طرف کو آرہا ہے۔ پوچھنے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ مصر کے دلیر ہیں۔" یہ سنکر بادشاہ سوچنے لگا کہ مبادا دل کے ساتھ ملک بھی جائے، پھر تو اس موہنی کو پانا مشکل ہو جائیگا۔ تاج اور تخت کے بغیر اس سے ملنا دشوار ہے۔

پہلے ایک قاصد کو مصر کے بادشاہ کے پاس بھیجا تاکہ اس کے آنے کا

سبب دریافت کرے۔ ساتھ ہی یہ بھی جتا دیا کہ ہم ہندی، لڑنے پر آجائیں، تو شیر بھی جنگل کی راہ لیتے ہیں۔ ہمارے سپاہی، جنگ کو ایک کھیل سمجھتے ہیں، مسلمانوں میں جھگڑا کفر ہے، یہ رزم سرسری نہیں، اس کا نتیجہ بُرا ہوگا۔ اگر خاموش لوٹ گئے تو، دنیا میں تمہاری عزت رہ جائیگی"۔

قاصد یہ پیغام لے کر جب مصر کے پادشاہ کے پاس گیا، تو اس نے غصّے سے تلوار پر ہاتھ ڈال کر کہا۔ "اس سنگدل سے جاکر بول کہ تو نے ناحق جس کی جان لی، میں اس کا سگا باپ ہوں۔ میرے دل میں آگ لگی ہے، تجھے مارے بغیر ٹھنڈی نہ ہوگی۔ تو نے اپنی فوج کی تعریف کی ہے۔ اب میری فوج کی تعریف سن، لڑائی سے ہمارے دلیروں کو عشق ہے۔ پرچموں کو دلبروں کی زلفیں سمجھ کر یہ دست درازی کرتے ہیں اور دھنک کو ابرو اور تیر کو مژگاں جانتے ہیں۔ تیغ کی جھلکار دیکھ کر، معشوق کے رخسار کی طرح اسے بوسے دیتے ہیں۔ تجھ میں مسلمانی کے شیوے نہیں۔ اس لیے تیرے ساتھ لڑنا واجب ہے"۔ یہ کہہ کر قاصد کو روانہ کیا۔ اور دونوں طرف جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

بڑا گھمسان کا رن پڑا، دونوں طرف کے کتنے ہی سپاہی کام آئے

آخر مصریوں کو فتح ہوئی اور ظالم بادشاہ کو جیتا گرفتار کر کے شاہ مصر کے روبرو لائے۔ مصر کے بادشاہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تو نے اپنے نفس کی خاطر گنہگاری مول لی۔ آخر شاہی کو ہاتھ سے گنوایا اور بلا میں پھنس گیا۔ نہ یہاں تیری آبرو رہی اور نہ وہاں کچھ نکو کاری۔ جس طرح تو نے شہزادے کی جان لی ہے، اسی طرح اب تو بھی مریگا۔

شاہ ہند نے عرض کی کہ، اجازت ہو تو ایک گذارش کروں۔ میرے خزانے میں ایک مچھلی ہے۔ جس کو اگلے حکیموں نے بڑی صنعت سے بنایا ہے۔ اس پر طلسم لکھے ہوئے ہیں۔ اگر اس کو پانی میں ڈال دیں تو خودبخود چلنے لگتی ہے۔ اور دریا کی گہرائیوں کی حقیقت لکھا لاتی ہے۔ پہلے شہزادے کی خبر لو۔ پھر مجھے جو چاہو سزا دو"۔ اس مچھلی کو فوراً منگا کر پانی میں ڈال دیا۔ دو دن کے بعد وہ شہزادے کی خبر کا پتہ لے کر آئی۔ اس میں لکھا تھا کہ شہزادے کو ایک مچھلی نگل گئی تھی۔ اس کو وہ ہضم نہ کر سکی، اور سمن کے جزیرہ پر جا کر اُگل آئی۔ اب وہ جیتا ہے اور پریوں کی قید میں دن گذارتا ہے"۔

جب شاہ مصر کو یہ معلوم ہوا کہ شہزادہ، جیتا ہے، تو اس کا دُکھ کچھ کم ہوا

ہند کے بادشاہ کو ایک مقام پر رکھ کر وہ، اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

اب سمن بر کا حال سنئے۔ شہزادے کی جدائی میں، وہ پھول کی طرح کملا کر زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ خزاں کے پتے کی طرح زرد پڑ گیا تھا اور اس کا جسم عشق کی آگ سے پھنک رہا تھا۔ کبھی وہ ٹھنڈک کے لیئے چندن لگاتی، تو چندن بھی جل کر راکھ معلوم ہونے لگتا۔ جدائی کی تاب نہ لاکر کبھی غصے سے آسمان کی شکایت کرتی۔ جب اس کو شہزادے کے جیتا ہونے کی خبر ملی تو اس نے سوچا کہ اس مقام پر میں کب تک پڑی رہوں۔ بھلا یہ ہے کہ اس کو ڈھونڈنے نکلوں۔ ممکن ہے کہ اس طرح اس کو پاسکوں"۔

سفر کا ارادہ کرکے، اس نے جوگن کا سا روپ بنایا۔ جسم پر خاک ملی اور گلے میں کنٹھا ڈال روانہ ہوئی۔ اس کو اس حال میں دیکھ کر سب افسوس کرنے لگے کہ یہ نازک قدم والی جو پھول پر بھی چلتی تو پاؤں میں چھالے پڑ کر تلملا اٹھتی، اور جس کے جسم پر چندن بھی بوجھ ہو جاتا تھا، نازکی سے ہاتھ دھو کر دیکھو کس طرح پردیس کو جارہی ہے۔ "یہ بلائے عشق اس کے سر کہاں سے پڑا"۔ دیکھنے والوں کی نظر میں وہ زخم ہو کر لگتی تھی۔

غرض سمن بر روانہ ہوئی۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں پڑنے کے بعد،

ایک جزیرے کو پہنچی - یہ جزیرہ نہ تھا، بلکہ جنت کا ایک باغ تھا - سرو کے درخت ہر طرف سر اٹھائے کھڑے تھے - وہاں کے درخت طوبا سے مشابہ تھے - درختوں کی ڈالیاں آپس میں ملی ہوئی ایسی نظر آتی تھیں جیسے حوریں ہاتھ میں ہاتھ ملائے کھڑی ہیں - سبزہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی نے زمرد کا فرش بچھا دیا ہے - سمن بر نے غور سے دیکھا تو وہاں ایک محل نظر آیا - اس محل کی خوبی کو دیکھ کر عقل کا طراح بھی حیران اور فکر کا مہندس بھی گم تھا - اہلِ فن اسے دیکھ کر صورتِ دیوار ہو جاتے تھے - اس کے چشمے پریوں کے نین اور طاق حوروں کے بھنویں معلوم ہوتی تھیں - ہر دیوار ایسی جھلک رہی تھی جیسے آئینہ رخساروں کے رخسار - ہر جگہ سنگِ مرمر کا فرش، اور چونے کی بجائے سونے کا ملمع تھا - اس کے مینارے ثریا جیسے اور چاند تاروں جیسے کنگورے اور کلس تھے - دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں - کہیں بیلیں تھیں، کہیں درخت، کہیں جھکی ہوئی ڈالیاں، کہیں سورج کی تصویر سونے سے اور چاند کی روپے سے بنائی گئی تھی - شفق کا نقشہ شنگرف سے اور ابر کا دریا کے کف سے اتارا گیا تھا - ایک جگہ قطب شاہوں کی بزم کی تصویر تھی اور دوسری جگہ ترکمانوں کے رزم کا نقشہ کھینچا گیا تھا - سمن بر نے جانا کہ یہ پریوں کا مقام ہے، اس لیے

وہیں رہ پڑی۔

وہاں کا بادشاہ جس کے حکم میں، دیو اور پریاں بھی تھیں، جب انتقال کر گیا، تو اس کے بیٹا نہ ہونے سے، راج بیٹی پر مقرر ہوا۔ اس کا نام ملکہ آرا تھا۔ ایک روز موسم خوش گوار دیکھ کر، ملکہ آرا نے سواری کا سامان کرنے کا حکم دیا، اور سیر کو نکلی۔ ہر جگہ نئے نئے تماشے دیکھتی وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچی۔ جب پہاڑ پر چڑھی تو اسے دور سے وہ محل نظر پڑا جس میں سمن بر رہتی تھی۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، "وہ دور جو اجلی سی چیز نظر آ رہی، بتاؤ کہ کیا ہے۔" کسی نے کہا، "یہ سورج کا مقام ہے۔" کسی نے اُسے "صبح کے نور کا مقام" بتلایا، کسی نے "چاند کا گھر" اور کسی نے "اِندر کا مکان کہا"۔ چند اسے "گلستانِ ارم" اور چند "کوہ طور" بتلاتے تھے، ایک نے کہا یہ "بیت المقدس ہے" دوسرے نے کہا۔ "بس رہنے بھی دو وہ بھی کوئی چیز ہے"۔ غرض جب کسی سے بات مشخص نہ ہوئی تو اس نے دید بانوں کو بلا کر کہا کہ "وہاں جا کر دیکھو وہ کون مقام ہے اور وہاں کے رہنے والے کون ہیں؟"

حکم پاتے ہی وہ دوڑے اور خبر لائے کہ "وہ ایک عالیشان محل ہے

پہلے خالی معلوم ہوتا تھا' جب غور سے دیکھا تو تخت پر' ایک عورت بیٹھی نظر آئی۔ نہ جانے آدمی ہے' یا پری ہے' یا سورگ کی اپسرا ہے۔ لیکن وہ وہاں موجود ہے۔"

پری کو یہ گفتگو سن کر' وہاں جانے کی خواہش ہوئی۔ جب وہاں پہنچی تو سمن بر کو دیکھ کر اسے تعجب ہوا' اور اس کا حال پوچھنے لگی۔ کہ "تو کون ہے' اور تیرے ماں باپ کون ہیں۔ کس نے تجھے ستایا ہے۔ مجھے تو بہت ہی دکھیا دی معلوم ہوتی ہے۔" سمن بر نے آہ بھر کر کہا۔ "میرے درد کا طومار آسمان کا پھیر رکھتا ہے۔ اگر قیامت تک بھی بیان کروں تو نہ سہ سکے گا۔ دکھ میرا باپ ہے اور درد مائی۔ میرے بخت میں اور مجھ میں سازگاری ہے، نہ آسمان مجھ پر مہربان ہے اور نہ میرے لال کی مجھ کو خبر ہے۔" غرض دیر تک خون کے آنسو رو رو کر اپنے درد کا حال سناتی رہی۔ ملک آرا یہ احوال سن کر' منہ کو پلو لگا دیر تک روتی رہی۔ پھر دلاسا دے کر کہا کہ "تو دل فگار نہ ہو۔ خدا کے لطف کی امیدوار رہ' آج سے تیرے لیے نئی خوشی ہے۔ اگر میرے شہر کو چلے گی تو میں ہر تدبیر سے تیرا کام کر دوں گی۔ پریاں میرے حکم میں ہیں۔ میں تیرے کام کو اپنا سمجھ کر انجام دونگی۔" سمن بر کو ایسا محسوس ہوا کہ غیب سے

اسے دولت مل گئی۔ اس نے پری سے عاجزی کے ساتھ کہا۔ "اس وقت تو میری سگی بہن بن کر مجھے اپنے پیو سے ملا اور میرے زخموں کے لیے عیسیٰ ابن مریم کا کام کر۔" القصہ اس گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ لے کر اٹھے اور پری، سمن برکو اپنے نگر میں لے گئی۔ وہاں اسے عزت کے ساتھ ایک محل میں رکھا۔ کچھ دن اسی طرح لطف سے گذر گئے۔ ایک دن سمن بر نے ملک آرا کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔ اس نے ساتھ ہی اپنے منشی کو بلا کر پریوں کے بادشاہ کو نامہ لکھایا کہ "ایک شہزادہ پریوں کے بند میں گرفتار ہے۔ اگر اس کا کھوج لگا کر یہاں روانہ کرو تو، مہربانی ہوگی۔"

پریوں کے بادشاہ نے ملک آرا کے نامے کو بڑی عزت دی۔ اور نامے کے مضمون سے واقف ہونے کے بعد، اپنے سیوکوں کو حکم دیا کہ جہاں ہو شہزادہ کو ڈھونڈ لاؤ۔ حکم پاتے ہی، وہ دوڑے اور شہزادے کو سمن کے جزیرے سے اٹھا لائے۔ شاہ کی نظر جب شہزادے پر پڑی تو اس کا حسن دیکھ کر حیران رہ گیا، وہ دل میں سوچنے لگا کہ "اس حسن پر پریاں کیا اگر حوریں بھی دیوانی ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں۔" بڑی محبت سے اپنے نزدیک بٹھایا اور حال دریافت کیا۔ شہزادے نے سارا حال بیان کیا۔

پھر شاہ نے اسے دلاسا دے کر کہ "تیری پریم پیاری، جلد ہی تجھ سے ملنے والی ہے"۔ پریوں کے ساتھ ملک آرا کے نگر کو روانہ کیا۔

ملک آرا کو جب شہزادے کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے، سارا شہر آسارا استہ کیا۔ خود اسے لینے گئی اور لاکر ایک محل میں رکھا۔ ایک نیک گھڑی دیکھ کر، دونوں کو ملایا۔ اور پھر ان کے ماں باپ کو خط لکھا کہ "تمہارے نور چشم، جو تم سے دور پڑے تھے، وہ میرے پاس ہیں اگر حکم ہو تو انہیں روانہ کرتی ہوں۔"

دونوں بادشاہ یہ خبر سن کر نہایت خوش ہوئے، اور بڑی دعاؤں اور اظہار ممنونیت کے ساتھ جواب لکھا کہ "شہزادے کو حفاظت کے ساتھ یہاں روانہ کرو، تو تمہاری نیکی جگ میں مشہور رہے گی"۔ ملک آرا نے بڑے کروفر اور لشکر کے ساتھ دونوں کو، ان کے ملک کی طرف روانہ کیا۔ جب اپنے شہر کو پہنچے، تو خلقت ان کے دیکھنے کے لیے جمع ہوئی، اور سب کی خوشی دونی ہوگئی۔ وزیروں نے خدمت بجا لائی۔ شہزادہ کو تخت پر بٹھا کر اس کی دہائی پھرائی گئی۔ خوشی کے شادیانے ہر طرف بجنے لگے۔ اور شہزادہ بے فکری سے راج کرنے لگا۔"

زاہد پارسا یہ قصہ بادشاہ سے بیان کر کے بہت کچھ انعام و اکرام پایا اور دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہوا۔

اوپر تفصیل سے پیش کیے ہوئے خاکے سے ظاہر ہے کہ "پھولبن" نہ تو ایک قصہ ہے اور نہ صرف پریوں کا افسانہ، جیسا کہ دتاسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اصل میں یہ قدیم مشرقی فنِ قصہ در قصہ کا نمونہ ہے جس کے زیادہ مشہور و معروف کارنامے "الف لیلہ"۔ "باغ و بہار" وغیرہ ہیں۔ لیکن ان دونوں میں بھی، "پھولبن" کے قصے، اپنی ترکیب کے لحاظ سے "الف لیلہ" سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اس میں عموماً ایک قصہ دوسرے قصے کے اختتام کے بعد شروع ہوتا ہے۔

پھولبن کا اصل قصہ کنچن پٹن کے بادشاہ کا ہے، جو درویش کو خواب میں دیکھتا اور خادم کو بھیج کر اسے طلب کرتا ہے۔ لیکن یہ بذاتِ خود کوئی بسیط اور طویل قصہ نہیں ہے، بلکہ دوسرے قصوں کے لیے تعارف یا چوکھٹے کا کام دیتا ہے۔ زاہد سے گویا قصہ گو کا کام لیا گیا ہے۔ وہی ذیل کے قصے بادشاہ کو سناتا ہے۔

کشمیر کے بادشاہ کے باغ کے گل و بلبل کا قصہ جس کا درمیانی اہم قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے اور گجرات کے عابد کی بیٹی کا ہے۔ سوداگر کا بیٹا بھی بادشاہ کو ذیل کا نیا قصہ سناتا ہے۔

کسی بادشاہ کے سامنے چین کے نقاش کے وارد ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کا وزیر اس کا دل بہلانے کے لیے، نقل روح کا قصہ بیان کرتا ہے۔

اسی بادشاہ کے سامنے، ایک اور وزیر سمن بر اور ہمایوں فال کی داستان محبت بیان کرتا ہے۔ جو "پھول بن" کا اہم ترین قصہ ہے۔

اس طرح "پھول بن" میں، تین بسیط قصوں کے علاوہ، تین تعارفی قصے بھی ہیں، جو ان قصوں کے لیے چوکھٹے کا کام دیتے ہیں۔ یہ تمام قصے زاہد کی شخصیت سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔ لیکن زاہد اور کنچن پٹن کا بادشاہ "پھول بن" کے اہم اشخاص نہیں بلکہ اس کے اہم اشخاص

(۱) ختن کے سوداگر کا بیٹا اور گجرات کے عابد کی بیٹی

(۲) جوگیوں کا معتقد بادشاہ اس کا دغاباز وزیر اور رانی ستنونتی۔

(۳) سمن بر، ہمایوں فال، ملک سندھ کا نا عاقبت اندیش بادشاہ اور اسکا مکار وزیر ہیں۔

فنِ قصہ در قصہ کے ادنیٰ نمونے وہ ہوتے ہیں، جن میں کسی بادشاہ یا امیر کے سامنے، اس کا کوئی وزیر، ندیم یا کوئی جہاں دیدہ شخص، یکے بعد دیگرے چند قصے بیان کرتا ہے۔ لیکن جب ان قصوں سے اور قصے پیدا کیے جاتے ہیں، تو تھوڑی سی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پیچیدگی کی مناسبت سے پڑھنے والوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بھی دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی قصہ کو ادھورا چھوڑ کر، درمیان سے، نیا قصہ شروع کر دیا جاتا ہے تاکہ حالت منتظرہ پیدا ہو اور پڑھنے والے کی دلچسپی میں ارتقا ہوتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک قصہ ختم کرنے کے بعد دوسرا قصہ شروع کیا جاتا ہے، "پھولبن" اس دوسری نوعیت میں داخل ہے۔

سلسلہ قصص کا آغاز زاہد کے الفاظ میں اس طرح ہوتا ہے کہ "معرفت کی حقیقت، ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لیئے کوئی مجازی حکایت بیان کی جائے۔" زاہد کی شخصیت اور انداز آغاز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "انوار سہیلی" کے حکیم بید پائے برہمن کا قائم مقام ہے اور ان قصوں کی ظاہری دلچسپی کی تہ میں کوئی معنویت ضرور ہے۔ لیکن قصوں کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ، ان کی ترکیب میں ایسے اجزاء بہت کم شامل ہیں۔

صرف جوگیوں کے معتقد بادشاہ کا وزیر، ایک کردار ہے، جو "بدمعاش" (VILLAIN) کی سیرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رانی ستونتی کا "نیکی" کا کردار ہے، جس کی عفت، پاکدامنی اور فراست کو مثالی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا کردار، جو کوئی اخلاقی معنویت رکھتا ہے، وہ ہمایوں فال اور سمن بر کے قصے میں ملک سندھ کے ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اس کے مکار اور ذلیل وزیر کے کردار ہیں۔ سمن بر، غیر شعوری طور پر ایک حد تک زندہ کردار بن گئی ہے جس کی حیات محبت، وفاشعاری اور پاکدامنی کا سبق دیتی ہے۔

قصوں کے دوران میں کہیں کہیں بادشاہوں کے لیے نصیحتیں بھی آگئی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس سلسلہ قصص کی ابتدا بھی، اور سلسلوں کی طرح اخلاقی مطمح نظر کے تحت ہوئی ہو۔ جیسا کہ زاہد کی شخصیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ "پھولبن" کی خوبی میں اس چیز کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے قصوں کی تمام تر دلچسپی، محاکات، شعری نکات اور سلاست بیان میں مضمر ہے۔ اس اعتبار سے قدیم اور جدید مثنویوں میں، "پھولبن" ایک انفرادیت کی مالک ہے۔

ابن نشاطی کے کارناموں میں، ایک اور مثنوی "طوطی نامہ" کا بھی ذکر کیا گیا ہے

اس خیال کی بنیاد اسٹیوارٹ کی فہرست کا بیان معلوم ہوتا ہے۔ اس میں "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آخر میں، بغیر وضاحت کے، "آواری کو مصنف لکھ دیا گیا ہے۔ اسٹیوارٹ کا انداز بیان ایسا مبہم ہے کہ نہ تو یہ آسانی کے ساتھ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ آواری کو دونوں کا مصنف سمجھتا تھا اور نہ یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسے وہ ان میں سے کسی ایک کا مصنف تصور کرتا تھا۔ اسٹیوارٹ کو "پھولبن" کے مصنف کا نام معلوم نہیں تھا اور غالباً اسی لیے اس نے "طوطی نامہ" کے ساتھ، جس کے مصنف کو وہ آواری سمجھتا تھا، "پھولبن" کا بھی ذکر کر دیا۔

دتاسی نے اسٹیوارٹ کے بیان میں جو چیز مبہم تھی، اُسے واضح کرنے کی کوشش کی اور اس غلطی کا شکار ہوا جس کا امکان تھا حالانکہ اسے "پھولبن" کے مصنف ابن نشاطی کا پتہ چل چکا تھا، پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیوارٹ کے بیان کی تردید پر اسے دسترس نہیں تھی۔ اس لیے اس نے پہلے آواری اور ابن نشاطی کو ایک ہی شخص تصور کر کے، "پھولبن" اور "طوطی نامہ" دونوں کو اس سے منسوب کر دیا۔ لیکن اس نے "طوطی نامہ" کا جو سنہ بتلایا ہے، وہ غواصی ہی کے "طوطی نامہ" کا ہے۔ اسی بنا پر اسے غواصی اور آواری کے ایک ہی شخص ہونے کا

شبہ ہوا۔

بعد کے تذکرہ نگاروں نے، غالباً انہیں دو بیانات کی سند پر "طوطی نامہ" کو ابن نشاطی سے منسوب کیا ہے۔ چنانچہ "اردوئے قدیم" کے مصنف نے ان دونوں مثنویوں کو ابن نشاطی کی تصنیف بتلایا ہے۔ "طوطی نامہ" کی تصنیف کا سنہ انہوں نے "دتاسی کے بیان کے بموجب سنہ ۱۰۴۹ھ اور میجر اسٹیوارٹ کے حوالے سے سنہ ۱۰۶۳ھ لکھا ہے۔

اسٹیوارٹ نے بظاہر نہ تو "پھولبن" کی تصنیف کا سنہ لکھا ہے اور نہ "طوطی نامہ" کا لیکن اس کے بیان کے آخری حصہ میں جہاں دو سنہ درج ہیں، ان کے متعلق شاید یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ غالباً اس نے عنوان کے ناموں کی ترتیب کے لحاظ سے، پہلا سنہ "پھولبن" کا لکھا ہو اور دوسرا سنہ "طوطی نامہ" کا۔ اس طرح "پھولبن" سے سنہ ۱۶۳۹ء متعلق کیا جا سکتا تھا اور "طوطی نامہ" سے سنہ ۱۶۵۳ء۔ چنانچہ دتاسی نے یہی کیا۔ اور میجر اسٹیوارٹ کے حوالے سے "پھولبن" کا سنہ تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ لکھ دیا۔ لیکن چونکہ انڈیا آفس کے نسخہ سے بھی وہ واقف تھا۔ جس سے اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۹ھ ظاہر ہوتا ہے، اس لیے وہ اسٹیوارٹ کے قول کو مشتبہ بھی سمجھتا ہے۔ پہلے سنہ کو "پھولبن" سے متعلق کرنے کے بعد اس کو چاہیے تھا کہ

"طوطی نامہ" کے سلسلہ میں بھی وہ میجر اسٹیوارٹ کا دوسرا سنہ ۱۰۶۴ھ (۱۶۵۳ء)
لکھ دیتا۔ لیکن یہاں وہ ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ صحیح سنہ ۱۰۴۹ھ جو غواصی کے "طوطی نامہ"
کی تصنیف کا ہے، وہی لکھتا ہے۔ تعجب ہے کہ دتاسی کو صرف ایک سنہ کے
متعلق اس طرح کی غلط فہمی ہوئی اور دوسرا سنہ جو رہ گیا تھا، اسے مصنف
"اردوے قدیم" نے استعمال کرلیا۔ اسٹیوارٹ نے جو سنہ تحریر کیے ہیں،
وہ دراصل عبداللہ قطب شاہ کے عہد حکومت کے ہیں۔ اسی لئے جن لوگوں
نے اسٹیوارٹ کے سنین کو، نظموں کی تصنیف کے سنہ سمجھا، انہیں اس پر تشفی
نہیں ہوسکی۔

ہم نے اوپر، غواصی کے مسخ ہوکر "آواری" بن جانے کے امکان کا جو ذکر
کیا ہے، اس کے لحاظ سے، یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دتاسی کے پیشِ نظر
جو "طوطی نامہ" تھا، وہ غواصی ہی کا تھا، چنانچہ اس کا سنہ اور خود دتاسی
کا شبہ، اس خیال کو تقویت دیتا ہے۔

اس کے علاوہ، اگر ہم دتاسی کے قیاس کے بموجب ۱۰۴۹ھ کے
"طوطی نامہ" کو ابن نشاطی کی تصنیف مان لیں، تو اس سے خود ابن نشاطی کے
اس بیان کی تکذیب ہوتی ہے، جو اس نے "پھولبن" کے خاتمے کے اشعار میں

دیا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کوئی نظم نہیں لکھی - دنیا پر اپنا جوہر طبع ظاہر کرنے کے خیال سے یہ ایک نمونہ پیش کیا ہے۔" وغیرہ اس لحاظ سے یہ "طوطی نامہ" ابن نشاطی کی تصنیف نہیں ہو سکتی - اور اگر بالفرض ابن نشاطی نے یہ نظم بعد کو لکھی ہوتی (جس کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا ہے) تو "پھولبن" کی تصنیف کے بعد اس کی شہرت کا اندازہ کرتے، ظاہر ہے کہ اس کی کوئی نظم اس طرح گمنام نہیں رہ سکتی تھی -

"پھولبن" کی تاریخ تصنیف میں اختلاف ہے - اور اس اختلاف کی بنیاد مثنوی کے شعر ۱۲۶۰ کے نسخوں کا اختلاف ہے، جس میں نظم کی تکمیل کا سنہ بیان کیا گیا ہے - انڈیا آفس کے کتب خانے میں "پھولبن" کے جو نسخے محفوظ ہیں، ان میں اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی، لندن کے نسخے میں یہ شعر اس طرح لکھا ہوا بتلایا گیا ہے - (ملاحظہ ہو یورپ میں دکھنی مخطوطات - صلا)

انھا تاریخ تو لایا یہ گلزار اگیارہ سو کوں کم تھے تیس پر چار

لیکن بلوم ہارٹ کی فہرست میں ۱۰۳ کے نسخے سے یہ شعر جو نقل کیا گیا ہے، اس کا دوسرا مصرع یوں ہے - "اگیارہ سو کوں کم تھے تین پر چار"، ممکن ہے کہ "تین" سہو کتابت ہو اور اصل میں "تیس" ہو - بہر حال، یہ "تیس پر چار"

ہو یا "تین پر چار" نتیجہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اور اس لحاظ سے مثنوی کی تصنیف کا سنہ ۱۰۶۶ھ قرار پاتا ہے۔ یہی سنہ دتاسی نے لکھا ہے۔ اور "اردو شہ پارے" کے مرتب نے بھی اسی کو مستند سمجھا ہے، کیونکہ انڈیا آفس کا نسخہ، جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سدہوٹ میں، ایک علم دوست خاتون کی دلچسپی سے نہایت اہتمام کے ساتھ بالتصویر لکھوایا گیا ہے۔ یہ نسخہ غالباً قدیم ترین بھی ہے۔ مصنفِ "دکن میں اردو" نے اپنی کتاب کی پہلی اشاعتوں میں ۱۰۷۶ھ لکھا تھا، لیکن بعد کی اشاعت میں، وہ اپنی رائے بدل کر، ڈاکٹر قادری زور کے ہم خیال ہو گئے اور اپنی حالیہ تالیف "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں بھی یہی سنہ درج کیا ہے

لیکن مرتب اوراق ہذا کے پیشِ نظر "پھول بن" کے جتنے نسخے تھے، ان سب میں، دوسرے مصرعے کے لفظ "تیس" کی جگہ "بیس" لکھا ہے۔ نسخہ د میں جو غالباً کتب خانۂ آصفیہ کے مخطوطے کی نقل ہے، یہ لفظ صاف لکھا ہوا ہے ج میں آخری اشعار موجود نہیں ہیں۔ ب، اور ا میں یہ شعر صاف پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح مثنوی کا سالِ تصنیف، پہلے سنہ کے مقابلہ میں دس سال بعد یعنی ۱۰۷۶ھ معین ہوتا ہے۔ مصنف "اردوے قدیم" نے

کتب خانۂ آصفیہ کے نسخے کی بناء پر یہی سنہ لکھا ہے۔

عام طور پر قدیم کتابوں میں نقطوں کے ترک ہو جانے یا بے ترتیب لکھے جانے کی وجہ سے اس طرح کی غلطیاں آسانی سے ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ مرتب کے پیشِ نظر نسخوں میں اکثر غلطیاں اور بے ربطیاں اسی کا نتیجہ ہیں۔ اگر صرف انہیں امور کا خیال کیا جاتا تو شاید موجودہ نسخوں میں "بیس" کے لفظ کے توارد کے باوجود انڈیا آفس کے نسخے کی تحریر کو ترجیح دی جاتی کیونکہ معلومہ نسخوں میں بظاہر سب سے زیادہ مستند یہی ہے۔ لیکن اتفاق سے "بیس" کی تائید میں ایک اہم خارجی ثبوت ہمارے پاس مزید موجود ہے۔ ۱۱۴۲ھ میں مشہور شاعر سید محمد عشرتی کے فرزند "ہنر" نے جو مثنوی "نیہ درپن" لکھی تھی اور جو غلطی سے عرصہ تک خود عشرتی کی تصنیفات میں شمار کی جاتی رہی۔ اس کے خاتمے کے اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی "پھولبن" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ چنانچہ مصنف دونوں کا مقابلہ کرتا ہے اور صاحبانِ نظر سے اپیل کرتا ہے کہ یہ کارنامہ "پھولبن" سے بہتر نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ "پھولبن" اور "نیہ درپن" کی تصنیف کے سنہ بھی بیان کرتا ہے۔ "پھولبن" کے متعلق جو شعر ہے وہ حسبِ ذیل ہے:-

سنہ ہجری لے آیا جب یو رکھ بار   اگیارہ سو کوں کم تھے بیس پر چار

"تنیہ درپن" میں لفظ "بیس" کے متعلق شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ خطِ نسخ میں صاف لکھا ہوا ہے پھر ہنر کی شہادت مصنف سے قریب ترین ہے۔ اسی لیے ۱۰۲۰ء زیادہ قرین قیاس ہے۔

"پھولبن" ایک نہایت مقبول نظم ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی نقلیں کرا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ اسی لیے یورپ اور ہندوستان کے کتب خانوں میں اس کے مخطوطے عام طور پر مل جاتے ہیں۔ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں اس کے دو مخطوطے موجود ہیں جن میں سے ایک ۱۰۳ میں تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ اس میں عنوانات منظوم ہیں پہلا عنوان جو عام نسخوں میں نہیں ملتا، حسب ذیل ہے:

نخستیں یو مناجات کرتا ہوں در توحید سبحانی جنے دو حرف میں ظاہر کیا اسرار پنہانی

دوسرا مخطوطہ ۱۲۲ ۱۲۳۳ھ کا مکتوبہ ہے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن (۲۸۱) میں بھی "پھولبن" کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۱۱۶۴ھ ہے ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود تھا، جس کا ذکر میجر اسٹیوارٹ نے اپنی فہرست میں ۹ "پرطوطی نامہ" (عنـ۱ـ) کے ساتھ کیا ہے۔

حیدر آباد کے کتب خانوں میں بھی "پھولبن" کے نسخے دستیاب ہو جاتے ہیں۔ متن کی ترتیب میں جن نسخوں سے مدد لی گئی ہے، اور جن کے حوالے جا بجا دیے گئے ہیں ان میں سے ذیل کے تین نسخے یعنی ا، ب اور د عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے

کتب خانۂ مشرقی کے مخزونہ ہیں۔

نسخہ ا، نمبر کتب خانہ ۳۳ تقطیع ۸ × ۶ ۵ہ۔ کاغذ کھرا دیسی، ۱۵ سطری مسطر۔ شکستہ آمیز نستعلیق خط، آخری نصف سے زیادہ حصے میں اشعار ترچھے لکھے ہوئے ہیں۔ عنوانات فارسی نثر میں ہیں۔ سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ لیکن اختتام کتابت کی تاریخ، مہینہ، دن اور وقت "بستم شہر شعبان روز دوشنبہ وقت عصر" درج ہے۔ کاتب میر محمد رضا حسینی ورق ۱ الف پر ۱۰۶۰ھ بعد کے قلم سے لکھا ہوا ہے، جو غالباً سنہ تصنیف ہے۔

نسخہ ب۔ ۳۲۔ تقطیع ۸ × ۶ ۵۔ کاغذ قدیم دیسی کھرا، قدرے کرم خوردہ، ۱۰ سطری مسطر، خط شکستہ آمیز نستعلیق۔ آخری ورق مفقود تھا جو بعد میں کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ کی مدد سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اس میں بھی درمیان کے چند صفحات پر اشعار ترچھے لکھے گئے ہیں۔ عنوانات منظوم ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

نسخہ ھ۔ ۳۲۔ تقطیع ۶ × ۸ ۵۔ کاغذ کھرا مگر قدیم نہیں ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق، عنوانات فارسی میں سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ یہ نسخہ بعد کے زمانہ کا لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں جگہ جگہ قدیم الفاظ اور محاوروں کی بجائے جدید الفاظ اور محاورے داخل کیے گئے ہیں۔ اس میں صحابہ کی منقبت میں، نسخہ ج کے ان اشعار کے

علاوہ جو متن ہذا میں موجود ہیں مزید ۱۳ اشعار اضافہ ہیں۔ اشعار کی تعداد ۱۹۲۱ بتلائی گئی ہے

نسخہ ج ۔ مخزونہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن۔ تقطیع ۲ء۸ × ۶ کاغذ قدیم دیسی کھرا قدرے کرم خوردہ زشت نستعلیق خط، عنوانات کے لیے اشعار کے درمیان جگہ چھوڑ دی گئی ہے سنہ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ نہایت بے احتیاطی سے لکھا گیا ہے چنانچہ جابجا الفاظ، مصرعے اور اشعار چھوٹ گئے ہیں۔ خاص کر آخری حصے اس کی وجہ سے بالکل ناقص ہو گیا ہے۔

نسخہ د ۔ مملوکہ جناب آغا حیدر حسن صاحب۔ تقطیع ۳ء۸ × ۵ء۶ کاغذ جدید دیسی کھرا، ۱۱ سطریں، خط زشت نستعلیق، سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ حال کا لکھا ہوا ہے اور غالباً نسخہ ک کی نقل ہے، جس میں بعد کو نسخہ ب سے عنوانات لکھے گئے ہیں اور اشعار کی تصحیح کی گئی ہے۔

نسخہ ک ۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ۱۶۷ (مثنویات اردو) تقطیع ۸ × ۶ کاغذ دیسی، ۱۲ سطریں۔ خط زشت نستعلیق، عنوانات سرخ روشنائی سے فارسی میں لکھے ہوئے ہیں۔ سنہ کتابت ۱۱۹۳ھ ہے۔ کاتب علیم اللہ۔ خاتمے پر ابیات کی تعداد "بست صد بیت پنجاہ کم" درج ہے۔ لیکن موجودہ حالت میں ابیات کی تعداد صرف ۱۹۱۲ ہے۔ درمیانی اوراق غائب ہیں۔

مقدمہ کو ختم کرنے سے پہلے، چند سطور، ضمیمہ "پھولبن" کے متعلق بھی ضروری ہیں۔ اس اضافہ کا ذکر سب سے پہلے "اردو شہ پارے" کے مرتب نے کیا، اور اس کی اہمیت بھی بتلائی، جس کا اقتباس اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس کے مصنف اور، اس کی شاعری کی نوعیت کے متعلق، اردو شہ پارے" سے کچھ زیادہ معلومات نہیں ہو سکتیں اس کمی کی تلافی بعد میں، یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں ہو گئی ہے جہاں ان امور پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

قطب شاہی حکومت کے خاتمے کے بعد، گولکنڈے کے اکثر سر برآوردہ خاندان، جنوب اور مشرق کی طرف کوچ کر گئے۔ ان میں دربار سے توسل رکھنے والے امرار کے علاوہ علمار اور خاص طور پر اردو شاعر بھی تھے۔ شعرا کے نقل مقام کر جانے کا ایک سبب وہ امرا تھے جن کے ساتھ ان شعرار کا تعلق تھا، دوسرے، مغل حکمران اپنے ساتھ، فارسی شاعری کا مذاق لائے تھے، ان سے دکھنی شعراء کی سرپرستی کی توقع عبث تھی۔ یہی سبب تھا کہ، سنہ ۱۱۰۰ھ کے بعد جو دکھنی شعرا نمود حاصل کر سکے، ان میں ایک تعداد، ویلور، سدھوٹ، کرنول جیسے مقامات سے

تعلق رکھتی ہے۔ ان مقامات میں کچھ امیر اور جاگیردار اب بھی ایسے باقی رہ گئے تھے، جو دکھنی شاعری کا مذاق رکھتے تھے، اور دکھنی شعرا کی سرپرستی کر سکتے تھے۔ انہیں میں سدھوٹ کے جاگیردار عبدالمجید خاں بھی تھے، جن کے اجداد میں سے ایک امیر رحیم خاں کو عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں یہ جاگیر عطا ہوئی تھی، قطب شاہی سلطنت کے خاتمے کے بعد، اس میں شک نہیں کہ، مغل دربار کی طرف سے، یہ جاگیر اسی خاندان کے ایک فرد عبدالنبی خاں کے نام بحال رہی، لیکن وہ زیادہ تر خود مختار تھے۔ عبدالحمید خاں، انہیں کے فرزند تھے، جو باپ کے بعد جاگیردار ہوئے اور ۱۱۵۹ھ میں وفات پائی۔ انہیں کے ایک رشتہ دار، کریم خاں کی فرمائش پر، محمد حیدر ابن محمد جعفر نے جو اپنے آپ کو ابن نشاطی کے اتباع میں ابن جعفر کہنا زیادہ پسند کرتا ہے، یہ اشعار اضافہ کیے۔ اس طرح اصل "پھولبن" کے کوئی ایک سو سال بعد یہ ضمیمہ شامل کیا گیا۔ نصیرالدین ہاشمی صاحب، کے قول کے مطابق، یہ (۱۴۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ابن نشاطی نے ہمایون فال اور سمن بر کی شادی کے جو حالات مختصر طور پر بیان کئے تھے۔ ان کو پھیلا کر لکھا گیا ہے،

ہاشمی صاحب نے اس کے اقتباس بھی دیے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ ابن جعفر، معمولی درجے کا شاعر تھا۔ لطف کے لمحات کو طویل کرنے کی خواہش اور یادگار کے طور پر اس نے یہ اشعار لکھ دیے۔ تاہم ایک چیز اس میں ضرور قابل قدر ہے، اور وہ رسوم شادی اور معاشرت وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔ یہ ضمیمہ، سدہوت کے اس نسخہ کے ساتھ شامل ہے، جو اب انڈیا آفس میں محفوظ ہے۔ (ملاحظہ ہو توضیحی فہرست بلوم ہارٹ ۱۰۱۳)

اس طرح کے اضافے اور غالباً اصلاحیں بھی "پھولبن" میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ "پھولبن" کے مخطوطوں کی تفصیلات میں، اشعار کی تعداد کے اختلاف سے، یہ چیز بخوبی واضح ہے۔ مرتب اوراق ہذا کو اس کا شبہ ہے کہ متن ہذا کے وہ اشعار جو مدح صحابہ سے متعلق ہیں، الحاقی ہیں۔ لیکن مرتب کے پیش نظر جو نسخے تھے، ان میں کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی کم گنجائش تھی۔ اس طرح کی چھان بین کے لیے مزید، اور مستند نسخوں کی ضرورت ہے۔ جو بدقسمتی سے یہاں دستیاب نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ یہ کام بھی بعد میں کسی زیادہ مستعد اور باہمت اہل قلم کی سعی سے انجام کو پہنچے۔

پھوبن
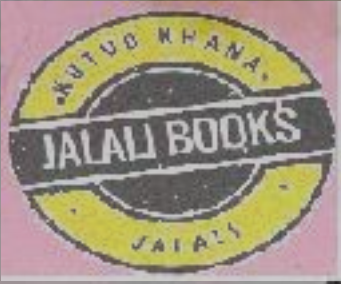
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اول[1] میں حمد رب العالمیں کا	دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں[2] کا
خداوندا تجے ہے جسم (ہمیشہ) خدائی	ہمیشہ تجکوں (سے) ساجے کبریائی
ازل کوں[3] (تجھے) نیں سمج تیرا ابدایت	ابد کوں فہم نیں تیرا نہایت
ایس[4] (کو) قدرت (نہیں) کی نکی (سمجھ) ساتھ (ابتدا) تر جگ	کیا توں کاف کوں نیں توں یکایک
(اپنی) ملا کر ایک جا توں کاف ہور (اور) نوں	دکھایا اپنا قدرت[5] جگت کوں
گگن ہور (تو) (اور) دھرت کو دیتا توں ہستی	بلندی اوس کوں دیتا اسکوں پستی
(آسماں) (زمیں) سُرج ذرہ ہے تیرے نور کا ٹک	چندر[6] قطرہ ہے تجہ سمدر کا ٹک
(سورج) (ایک) فلک کے بحر میں بے[7] بادباں توں	(ترے) (سمندر) نوے چند کی کیا کشتی رواں توں (نئے چاند)

۱۔ ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲۔ سوں۔ د۔ ۳۔ ا اور ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴۔ اپنا قدرت پر۔ د۔ ۵۔ جہاں۔ د۔ ۶۔ ہے۔ د۔

عجب تیری خدائی ہے خدایا — جسے جس دھات منگتا توں بنایا

کیا یوں چہرہ دن کا نازنیں خوب — ۱۰ دیا توں زلف شب کوں عنبریں خوب

دیا خوباں کے رُخ کوں صبح کا تاب — بندیا نیناں پو دو ابرو کے محراب

ملا صنعت کے ہاتاں سو یک یک بال — بندیا محراب دو نیناں کے اپرال

پیشانی میں رکھیا آدھے چندر کوں — دکھایا سر کے بالاں میں انبر کوں

لکھیا توں جیب کے طالع منے بات — دیا لب کے نصیباں میں توں نابات

مذہب مہر کا تیرا اچپل — صبا اٹ صبح کا سنا کرے حل

پھراوے چرخ کر توں روز اسمان — کھڑگ کوں سور کی تس پر دیو سان

چمن کوں پھول سوں سنگار دیتا — گگن کوں کہکشاں کا ہار دیتا

نہوتا کر زحل کا دیو حائل — ثنا جوزا کے گل میں توں حمائل

صفت تیرا ہے سب کی عقل تے بھار — تری تعریف میں نیں بات کوں ٹھار

توں رنگ آمیز کیتا ہے چمن کوں — ۲۰ دیا خوش بوئی ہر یک پھول بن کوں

دیا توں نرگساں کوں ین کے دیدے — قداں سرواں کے توں کیتا ہے سیدے

لے دیتا۔ ا۔ ٹے ہے۔ د۔ سے نتاب۔ ا۔ ہے اوج۔ ندارد۔ شے نہوتا۔ ج۔

تو کل شے کوں کیا حکمت سیتی گویا تو سرجن کوں کیا قدرت سوں پویا

مشاطہ تجہ تے ہے بادِ بہاراں گندے زمین کی عروساں کے نگاراں

معطر اس سوں کیتا ہے چمن کوں مزین اس سوں کیتا ہے سخن کوں

قبا کوں پھول کی توں چاک دیتا کلی کے پیرہن کوں تنگ کیتا

ولایت حسن کا توں گل کوں بخشیا توں کشور عشق کا بلبل کوں بخشیا

دیا توں شمع کے تئیں نور ہور تاب کیا تس پرتوں پروانے کوں بے تاب

کیا عاشق کوں بخشش سرخروئی دیا زاہد کوں توں افسانہ گوئی

بہوت بدمست ہے گرفیل انبر کا رکھیا اس سر اوپر آنکس چندر کا

ازل تے تا ابد تیری ہے شاہی ۳۰ خدائی ہے تری مہ تا بہ ماہی

ہے سفرہ لطف کا جسم عام تیرا ہمیشہ خاص ہے انعام تیرا

جتے ہیں باز تیہو مرغ ہور مور جتے ہیں مار، ماہی گرگ ہور گور

یو سارے ریزہ چیں تجہ نان کے ہیں وو سب روزی خوراں تجہ خوان کے ہیں

۱ے تا ۳ے ا و ج ۔ ندارد ۔ ۴ے کریا ۔ ا و ج ۔ ۵ے یہ اور آگے کے چار شعر صرف

"د" میں ہیں ۔

نہیں آغاز تیرا انجام کس کوں | ترا معلوم نیں انجام کس کوں
کیا ہے توں اپے[1] تیرا نبی خاص | تری رحمت کے دریا کا دو غواص
تجے جیوں بوجنا ہے تیوں نہ بوجے | تری[2] قدرت جگت میں کس کوں سوجے
جگت[3] ہے متفق اس بات اپرال | ہیں قایل سب ترے اثبات اپرال
جہاں لگ ہے سفیدی ہور سیاہی | تری قدرت پو دیتی ہے گواہی
زمیں تیں نیشکر جب بھار آیا | شہادت پر تری انگلی اچایا
چمن کے جاں تلک پھولاں آہیں سب | ۴۰ تری وحدت اپر کھولے اہے لب
آپس کی ذات میں ایساتوں یک ہے | اگر دھیری اچھے بی دو نہیں گے
دیا توں آرسی کوں دل کی چھلکار | رکھیا ہے ناؤں غفلت کا توں زنگار
صفت میں تیری نیں ہے چال سب کی | زباں اس ٹھار پر ہے لال سب کی
سخن اس ٹھار پر ہے مختصر خوب | کہے ہیں مختصر ہے بھوت مرغوب
ادب کا ٹھار ہے یاں جان کر میں | زباں اپنی لیا گرد ان کر میں

---

[1] ابنر۔ ا۔ [2] تجے جیوں سوجنا ہے تیوں نہ سوچے۔ د۔ سوجنا کا نسخہ د میں "بوجنا" بھی ہے۔ [3] ہے قائل جگ ترے اثبات پر سب۔ ہے عالم متفق اس بات پر سب۔ ا۔ [4] جو ہے۔ ا۔ [5] اوچ۔ ندارد۔

سدا ابن نشاطی کوں اے سجاں | کرم کر توں کرم کر ہو مہرباں
مرے دائم دعا کے پھول بن کوں | تو رک تازہ قبولیت کے میہوں سوں

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

جو کچھ مطلب سو تیرا ہے خدا کے پاس منگ جم جم
سکل مقصود عالم کہ ہے موجود رحمانی

الٰہی غیب کے پردے ستی توں | مرے مطلب کے شاہد کا دکھا موں
توں کر دل کوں مرے آئینہ کردار | محبت کا جو دیکھوں تس میں دیدار
مجھے تجہ عشق میں ثابت قدم رک | سدا عزت کی صف میں محترم رک ۵
مرے سینے میں بھر اسرار تیرے | نین دے دیکھنے انوار تیرے
محبت سوں تری دے آشنائی | ہے ہیں آشنائی روشنائی

---

۱ رحمان۔ د۔ ۲ توں۔ د۔ ۳ یہ عنوانات دیں ہیں "د" میں عنوانات منظوم ہیں جو نیچے لکھے گئے ہیں۔ "د" میں عنوان کے نیچے ایک شعر ذیل کا ہے جو کسی اور نسخے میں نہیں ہے۔

دیوے گا تجہ خدا جو منگ دیگا: جو کچھ منگتا سو منگ اللہ دیگا۔ ۴ منجے، د۔ ۵ رکھ۔ د۔

تری باتاں کوں سننے گوش دے گوش | سمجھنے راز ترے[1] ہوش دے ہوش

مٹھائی دے شکر کی مجہ زباں کوں | توں چشمہ شہد کا کر مجہ دہاں کوں

شکر کر توں سدا گفتار میرا | ہنر کا گرم کر بازار میرا

اگر دنیا زیادہ نیں تو نیں غم | ولے توں دین کوں میرے نہ کر کم

دے بخشش مجہ ولایت شاعری کا | توں کشور کر عطا مجہ ماہری کا

مرے خامے کوں دے گوہر فشانی | دے[2] مجہ نامے کوں خوبی کی نشانی

مطول کر توں میری زندگانی | تو برخوردار کر[3] میری جوانی

مرے دے ہات میں موسیٰ کا[4] اعجاز ۶۰ مری دے بات میں عیسیٰ کا اعجاز

مج آئینہ کوں دل کے دے جلا توں | سدا صحت کی راحت سوں جلا توں

دنیا کی ہیبتاں سوں رکہ توں ایمن | نگہ رکہ توں ہر یک آفت سوں نس دن

زبونی تے نگہ رکہ تن کوں میرے | امانت رکہ خزاں سوں تن[5] کوں میرے

نہ رہ تیوں دور کر مج دل کی سستی | ہمیشہ منج کوں دے توں تندرستی

---

[1] تیرا۔ ا۔ [2] مرے نامے کوں کر حرز بیانی۔ د۔ [3] رکھ، ا و د۔ [4] کے۔ د۔ [5] تن۔ د۔

وو کیا رحمت ترا ہے اللہ اللہ — کیا ہے لا تقنطو من رحمت اللہ

دریا رحمت کے جس دن آوے گے جوش — نہ کر ابن نشاطی کوں فراموش

گنہ کوں گرچہ میرے نیں ہے غایت — ولے رحمت ترا ہے بے نہایت

گواہی دیونگی جس دن جو روں روں — ہو مجہ ابن نشاطی کے کدن توں

تری رحمت کہ جس دن ہوگی عام — بہشت ابن نشاطی کو دے انعام

کدورت سوں صفا کر راہ میرا — نبی کوں کر شفاعت خواہ میرا

صفا کا راہ دکھلا مج صفا کا — صفا کا راہ جو ہے مصطفےٰ کا

فی النعت سید المرسلین خاتم النبیٔ

کہوں میں نعت سرور کا شفیع المذنبیں برحق
کہ جس کے نور سوں پرتو کیا دو جگ کوں تابانی

کروں میں لے قلم ہات ابتدا نعت — سچے حق کے پیمبر کا ادا نعت

محمد پیشوا ہے سروراں کا — اہے سرخیل سب پیغمبراں کا

۱؎ کہا۔ د۔ ۲؎ ھ ۔ ۳؎ ج۔ مصرع اول الثانی ہے۔ ۴؎ سچیں۔ د۔ عہ ا

محمد[1] توں نبی ہے آج برحق — قمر کوں یک اشارت سیں کیا شق

ہوا آدم بنج احمد کی خاطر — پیالہ جیوں کہ آیا مد کی خاطر

تری[2] تعریف کا اونچا ہے پایا — خدا قرآن میں تجکوں سراپا

نبی[3] توں پاک تیرا پاک دیں ہے — سچا توں رحمت اللعالمیں ہے

اگر ہوتا نہ توں آدم نہ ہوتا — نہ آدم بلکہ یو عالم نہ ہوتا

شرف[4] پایا ہے آدم تجہ طرف تے — ہوا موجود عالم تجہ طرف تے

تری تعریف کرنے کس کوں حد ہے — ہوا[5] تو روح اور آدم جسد ہے

اہے[6] معلوم سب کوں یو بشارت — کہ توں معنے ہے آدم سو عبارت

یوں آیا توں ہوئے پھر سارے مرسل — کہ پھول آگے پیچھے آتے اہے پھل

چہرہ انساں کا پایا تجھے سو رنگ — گل آدم کا لیا یوں تجہ کنے منگ

اہے مقصود تجہ میوے سوں میرا — اہے مطلب ترے سیو سوں میرا

---

[1] ھ۔ [2] ا میں شعر اس طرح ہے۔ دو جگ میں کون زیبا تجہ کوں سراپا۔ خدا قرآن میں تجہ کوں سراپا۔

[3] ھ۔ ندارد۔ [4] د۔ [5] توں ہے ارواح آدم سو جسد ہے ج و د۔ [6] ھ و ج میں

شعر اس طرح ہے۔ ہوا معلوم سب کوں اشارت ۔ کہ معنی توں ہے اور آدم عبارت۔

شریعت کا سٹیا آوازہ جگ میں
طریقت کوں کیا توں تازہ جگ میں

حقیقت تجہ سوں ہے حق کا ہویدا
خدا کا معرفت تجہ سوں ہے پیدا

صفاداری کی رہ میں تیری ہر سو
کریں جاروب حوراں اپنے گیسو

پنکھی اڑتا سو جم تجہ شاہ پر کا
اہے جبریل کے وو شاہ پر کا

ہے تجہ مکھ نور کا دیوانہ جبریل
اہے تجہ شمع کا پروانہ جبریل

شب معراج ہے تجہ مہ سوں روشن
فلک کا سبز ہے تجہ شہ سوں گلشن ۹۰

دیسیا سو حال وو معراج کی رات
جگت کی عقل سوں بیلا رہی بات

نوازیا تل میں توں افلاکیاں کوں
کیا پل میں مشرف خاکیاں کوں

ہے تیرے خُلق سوں جنت معطر
کرم سوں ہے ترے طوبیٰ مثمر

سُرج کوں چھانوں کئی دیکھے نہیں کیں
توں سورج تھا اسی تے چھانوں تجہ میں

زمیں رہی اس سبب یوں پست ہوکر
کہ سایہ نیں پڑیا تیرا اس اوپر

اسی تے عرش سب میں ہے بلند آج
جو تج نعلین کوں کیتا سر تاج

جو کئی دشمن جو تیرے دین کے ہیں
وو لایق کاف ہور وو شین کے ہیں

۱۔ اپنی انگ سوں۔ ۲۔ ہے جبریل امیں کے د۔ ۳۔ بیلا رہے بات۔ ج۔ ۴۔ چمن۔ د۔

شہا! جس دن جو رستا خیز ہوگا — سرج کا آنچ بھو تیچ تیز ہوگا
(سورج — بہت ہی)

توں کر ابن نشاطی کے سر اوپر — شفاعت کے ترے سایہ کوں چھتر
(تو)

تری اولاد پر ہور تج پہ ہر دم ۱۰۰ — ہزاراں سو اچھو صلوات سلم
(اور تجھ — رہے)

اول[1] صدیق ابا بکر ہے اصحاب — کہ جس کوں صدق سوں ہے دین میں لاب

وو صادق ہے سو صدق العین صدیق — کہ بخشا تھا خدا جس کوں یہ توفیق
(وہ)

بغیر از امر کے بھی کچھ نہیں سب — عقیدے کا دیا تھا حق نے منصب

سٹیا جب دین میں صدق کا پایا — سبب اسلام کا جن صاف لایا
(ڈالا جس نے — جس نے)

سو وو ہو کر اتھا سو یار ہور غار — وو چاروں یار میں کا یار کبار
(وہ تھا اور — وہ)

عمر عادل عدالت کا سو سردار — عدالت عدل کوں ساجی وو سردار
(وہ)

شہیدی میں ابو شحمہ کوں لایا — عدالت کے دُرے جب کوئی چلایا
(دُرّے)

تو دونوں جگ میں کیں جس کوں سو فاروق — اپے دیں عدل میں تھا کوئی سارو؟
(کہیں)

---

[1] ا، ب و د۔ میں نیچے کے ۱۳ شعر نہیں ہیں۔ د۔ میں حاشیہ پر (۱۷) شعر ہیں۔ جو ان سے بالکل مختلف ہیں اور بعد میں کسی نے لکھ دئے ہیں۔ یہ اشعار بھی مشتبہ ہیں۔

وو فاروق عدل کے ہیں سپہ دار | عدالت کے وو منصب کے سزاوار
اول داماد با اخلاص عثماں | ۱۱۰ کہ جس تے ہے جمع سا لیم قرآں
وو عثماں ہے سو الحق و قاری | عبادت میں ہوئی شب زندہ داری
نہ رہنے دی دنیا میانے ریا کوں | جکوئی دینا ہے زینت سب حیا کوں
سیوم اصحاب عبادت کے ہیں عثماں | ہوا قراں کا آداب ہور مان

زباں کوں میں ادب سوں اپنی کھولوں | نبی کے جانشیں کا مدح بولوں
ولیاں جگ کے ستارے ہیں، علی بھاں | ولایت کی ولایت کا ہے سلطاں
ترے آگے دلیراں جگ کے زد ہیں | شجاعت کی گوی کے تم اسد ہیں
تری خنجر جو ہے وو جبل جھلاتی | سو اس کا میان ہے دشمن کی چھاتی
نہ لیتا ہات میں گرزوں و دو دھارا | کہا یوں دین ہوتا آشکارا
ہے تیرا تیغ دو جیباں کی کڑی | وو کنر کفر کوں یک دھرتی کڑی
انم تجہ ہت کی جوہر دار خنجر | ۱۲۰ رہے نت میان دشمن کے سینے پر
علی سارے نبیاں میں سپہ دار | علی سارے ولیاں میں کا ہے سردار

۱؎ د۔ ۲؎ کیتا۔ ج۔ ۳؎ د۔

ترے دفتر تے انبر ٹیک اچھر | ہے تیرے جام کا یک قطرہ کوثر
تیرا ہے باز شہ پر ہاشہ پراں کا | ہے چارا اس کوں بھیجا کا فراں کا
جو خم دستا ہے حلقہ آسماں کا | ہے گوشہ ٹیک وو تیری کماں کا
تری ہمت کے دریا پر نو انبر | دسیں یک بڑ بڑے تے ہو کو کمتر
گگن پر کہکشاں کا ہے جو وو دھار | نہیں وو ہار ہے تجہ ہات کا وار
جو کئی کیتا ہے پنجہ تجہ سوں کر ہم | ستم اپنے کیا بازو کوں پر کم
فلا با جو اگر اچھتا زمیں کوں | پھر اگر اس کوں تل میں مار تانوں
ترا دلدل جو ہے وو ذات تازی | چلے کہ چال ماندی گاہ بازی
دمانک میں جو آوے وو پری زاد | ۱۳۰ انبر سکسے نہ اسکی گرد کوں باد
ہوا پر یوں اڑے گویا کبوتر | زمیں پر یوں پھرے جیوں باد صرصر
کدھیں ٹک گرم ہو کر دوڑ میں آئے | صبا کا دن نچھیں سٹ کر اگے جائے
دھرے کر ڈھیر سوں ڈھیر یک بہاتے | گگن کے نادسہ گرداں ہو جاتے
ملک تیری کرامت کے رسالے | عطارد کن سوں جاتے تھے کہالے

۱۔ چلے کا چال ماندی کا بازی ۔ د ۔ ۲۔ د ۔ ۳۔ ٹاپ ۔ ۴۔ بناتے ۔ ا۔

اچھے استاد اگرچہ سب میں جبرئیل — پڑے ابجد ترے مکتب میں جبرئیل
جو سرمہ گرد تجھ نعلین کا ہے — شفا وہ عین میری عین کا ہے
عطارد ہور سورج تیرے خدم ہے — سچا توں صاحب سیف و قلم ہے
ترا تعریف کرنا یک ساعت — اچھے ہفتاد سالاں کا عبادت
توں دیکھیا ہے جدھیا تے کر اپر مو — لرزتا ہے گگن پر سورا جنوں
نبی ہور توں ہے دو نو یک، نیں دو — ۱۴۰ جو کوئی دیکھیں گے دو دھری اچھیں وو
تری اولاد جو ہے برگزیدے — اچھے روشن جنوں سوں دل کے دیدے
ہمارے سر کے ہیں وو تاج سارے — اچھے سرتاج وو سارے ہمارے
منگے تجھ کن یہی ابن نشاطی — جو نیں ہے استطاعت کا بساطی
عطا کر حشر کے دن جام مجھ کوں — توں کر دو جگ میں شیریں کام مجھ کوں

در بیان تصنیف

ثنا اس نیں نزجن کا، اچھے کرتار سامی وو
اسی کی مئے محبت سوں دیکھا تا شعر کی بانی
ازل کے علم کا عالم جو ہے وو — ہے سب ناقص اپے سالم جو وو

جو ہے استاد صنعت کی نظر کا ۔۔۔ ہنر مندی میں قدرت کے ہنر کا

منگیا کرنے کتاب ایجاد ووٗ[1] یک ۔۔۔ منگیا تصنیف کرنے یادگار یک

سو کتیا ابتدا تعظیم کا سطر ۔۔۔ لکھا فی احسن تقویم کا سطر

رکھا اس سطر میں کئی لاک معنے ۔۔۔ ہوئے موجود جیوں کے پاک معنے

رنگا رنگ جدول اس اپرال کیتا ۱۵۰ ۔۔۔ اوس اوپر عقل کا سر لوح دیتا

بندیا ہے استخواں بندی سوں مسطر ۔۔۔ رگاں کا کھینچیا جدول سراسر

عناصر کے ملا کر[2] حرف یک ٹھار ۔۔۔ طبیعت کا بندیا شیرازہ یکبار

فراست کا اسے ترتیب دیتا ۔۔۔ پھر اس کو عقل کا سر لوح کیتا

جگت کوں جلد میں ہستی کی پایا ۔۔۔ شکنجے تے عدم کے بھار لایا

ہوا یو حال حاصل مجھ کوں جس دن ۔۔۔ محبت کا سبق پایا اُسی چھن

محبت کا بیاں کیوں کر کیا جائے ۔۔۔ بیاں کس کی زباں میں وو نہیں آئے

نہیں[3] کیں درد کا کئی روز ہور رنگ ۔۔۔ لذت کس واہاں کا دھر سوز نگ سنگ

کرے نیں پھول کی کوئی باس کا شرح ۔۔۔ سنے نیں کوئی دل کے عشق کا طرح

---

۱ کا ۔ د ۔ ۲ ملایا جزو ۔ د ۔ ۳ ک ۔ ۴ عیش ۔ ج و ا ۔

رقم میں آئے نیں بلبل کے نالے — بھنور کے نیں کہے جاتے اُلالے

ہوا نیں حل کسی تے شمع کا حال — ۱۶۰ پتنگ کا نیں لکھا جاتا ہے احوال

کہو کس دہات اپنا عشق بولوں — محبت کا، کہو کیوں راز کھولوں

دیویں توفیق گر شاہ شہیداں — دیویں فرصت جو مج ماہ شہیداں

کرونگا ظاہر اپنے شوق دل کا — کہونگا کھول میں وو ذوق دل کا

دکن تے کربلا کوں جس گھڑی جانوں — چلوں خامے کے تمنے سَر کوں کر پاؤں

جو نامے کے نمن اس ٹھار انپڑوں — مبارک ٹھار کوں یک بار انپڑوں

اول انجھواں سوں واں پانی چھنک خوب — کرونگا بعد ازاں پلکاں سوں جاروب

پڑوں گنبد کنے جا چھاؤں کے سار — لگوں اس کاندکوں جیوں نقش دیوار

کروں قندیل واں میں من کوں اپنے — بچھاؤں فرش کر واں تن کوں اپنے

پھر اس مرقد اپر تے اپس واروں — دُکھ اپنا دل کے لہو سوں واں نکالوں

صبوری سٹ بکر کر بیقراری — ۱۷۰ کروں بے اختیاری سات زاری

ذات اپنے دو نیناں کر دکھاؤں — لہو رو، کربلا تن کرکوں دکھاؤں

ا لکھے۔ ۲ دیوے۔ ۳ نین دو کر کو دکھلاؤں۔

ہوس ہے دل میں میرے بہوت رونے — سیہ نامے کوں تس پانی سوں دھونے

کتا بولوں نہیں تھے سو باتاں — کتا گوں کوئی نیں کرتے سو باتاں

عطا کر توں مجے اپنا محبت — جو ہے میرے لکھے دو عین نعمت

بھلا ہے سب تے لینا اب خموشی — نہیں یاں ٹھار کرتی خود فروشی

فدا اپس کریں جی تجہ پو یاراں — اچھو رحمت انو پہ صد ہزاراں

ترے خم دوستاں سوں یار ہو میں — عدوواں سوں ترے بیزار ہو میں

جو کوئی یاری دیں تجہ کوں یاراں — اچھو رحمت انو پر صد ہزاراں

در صفتِ بادشاہ

یو وصفِ صاحبِ عادل شہ غازی عبداللہ

تجمل یوں دسے اس میں کہ جیوں داب سلیمانی

کروں تعریف میں اُس تاج در کا — سمجتا ہے جنے قیمت گہر کا

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی ۱۸۰ — اچھو خم خق سوں اس کو پیش بازی

---

۱ جیو۔ ۵۔ ۲ عدوواں کو ترے لعنت کروں میں۔ ۵۔

سلطان عبداللہ قطب شاہ

سعادت کے نین کا نور ہے توں ... شجاعت کے گگن کا سور ہے توں

اہے جمشید کا سب داب تجھ میں ... سکندر کا اہے آداب تجھ میں

ذنب ہور راس کی زوری ہوئی کم ... ہے تیرے دور میں چند سور بے غم

صلابت آج تیرا اے سبحانی ... کریا ہے دشمناں کے ٹھو کوں پانی

شجاعت کے ترے ڈر سوں سراسر ... کھڑگ میں آگ پانی رہ ہیں مل کر

دیکھے تو پھول ہور کانٹا ہے یک ٹھار ... ولے کس تے نہ کوئی پاتا ہے آزار

ہنساں بحریاں کے گھنگرو بیچ والے ... حمایت سوں ترے جاتے ہیں کھانے

ترے دیکہ عدل کوں مل باز و لگ لگ ... نہ کیوں بیسیں یکیس تے ایک لگ لگ

عجب نیں گر چڑیاں سب مل کو آویں ... بلیاں کی گود میں اندرے چھپاویں

عجب نیں دیکہ تری نوشیروانی ... ۱۹۰ کریں بکریاں کی گرگاں پاسبانی

اگر دیکھا جو تیرا عدل حد باند ... رکھے گا کر جتن کتان کوں چاند

---

۱ عدالت۔ د۔ ۲ کیا۔ د۔ ۳ رہیں۔ ا۔ ۴ بھیڑاں کے۔ د۔ ۵ ا۔ ندارد۔ ۶ کر۔ د۔ ۷ د میں یہ شعر یوں ہے۔ دیکھت تجھ شیر کی نوشیروانی بہ کریں بکریاں کے تئیں گرگاں شبانی۔ ۸ سیوے گا پیرہن کتان کی۔ د۔

ہے تیرے عدل کی یاں[1] بات پوری　　دُکھیں[1] (دکھی) پر نا چلے یاں کس کی زوری

شجاعت[2] کا دکھیت تجہ کمھ یو پانی　　سٹے سب پہلواناں پہلوانی

کرم یوں خلق پر دھرتا ہے اھے آپ　　کہ جیوں دھرتے اہیں بتنگڑیاں یو ماباپ

ترے مطبخ کرا بادل دھنواں (دھواں) ہے　　ڈھگار (ڈھیر) راکھ کا سو آسماں ہے

سعادت مشتری، جم تجہ سوں پاوے　　زحل، حبشی ترے گھر کا کہاوے[3]

سہاتی ہے تجے مسند[4] نشینی　　فلاطوں کی ہے تجہ میں دور بینی

اگر کاغذ[5] گگن کا ہوے پورا　　صفت تیرا نہوے تو بھی پورا

کیا سو عدل تیرا بیش دستی　　چھپی خوباں کی جا آنکھوں میں مستی

کبھی تجہ عدل سوں جگ میں ہی نیں　　بغیر از ابرواں میں بھی نہیں کیں ۲۰۰

ستم کا گر ننگا خنجر جو ہوگا　　عجب نیں ہے مگر ہوگا تو سوکا (سوکھا)

عدالت[6] کی تری دیکھ آج ہستی　　چھپی خوباں کے جا نیناں میں مستی

نہیں کئی دور میں تیرے پریشاں　　پریشاں گر اچھنگے[7] (ہونگے)، تو ہی زلفاں

---

[1] دھنک ج - [2] د - [3] کواوے - د - [4] مندف - ج - [5] د - ندارد -

[6] د - [7] اچھنگے گرتو محبوباں کے -

زمانے میں ترے، سکلے ہیں چنگے | بغیر از سوئی نیں بھی کوئی ننگے
کیا توں رہزناں سوں پاک وکھن | نہیں کئی آج مطرب باج رہزن
ادب سوں کوئی تن نیں آج خالی | طنبورے بن، کسے نیں گوشمالی
عدالت کی تری دیک رسم ہور ریت | عجب نیں گر ہوے تو، زہر امریت
اگر بکریاں کوں دیوے شاہ فرماں | لیکر آو نیگے باگاں کوں، بکڑ کاں
کیا توں عدل ایسا آج جگ پر | پھتر کے سنگ سوں شیشے کوں نیں ڈر
تسوں ہمت مجھ گر ٹک جو پایا گا[1] ۲۱۰ | مٹے منگل کوں تل میں گر بڑا گا[2]
مسلسل وصف کے تج سلسلے کوں | ہلانے نیں سکت مجہ حوصلے کوں
صفت میں نیں چلیا دیکہ کر سکت کیں | دعا سوں ختم کیتا، بات[3] کوں میں
جدہاں لگ مہر و چرخ اختری[4] ہے | جدہاں لگ گگن پہ زہرا مشتری ہے
اچھو تجکوں ہمیشہ پادشاہی | مدد ہر دم اچھو تجکوں الٰہی
اچھو تجہ کوں تدہاں لگ تاج ہور تخت | تدہاں لگ تجہ اچھو اقبال ہور بخت

---

[1] ناگا۔ د [2] کراگا۔ د [3] باب۔ ا [4] اخضری۔ ج

در بیان آواز دادن ہاتف

کرم ہور فضل تے حق کے ہنرمندی کو اپڑیا ہوں

کیا اس کی عنایت کے سخن یو درافشانی؟

منجے یک دن دیا یوں ہاتف آواز ۔۔۔ پرت کی داستاں کے اے سخن ساز

سخن کا آج ہو کر تو گہر سنج ۔۔۔ سخن[۱] کا کھولتا نیں کیا سبب گنج

جگت کوں کے سناتا نیں ہے باتاں ۔۔۔ شکر پر گئی توں لکھتا نیں براتاں

تری گفتار سوں عالم مٹھا کر ۔۔۔ دے تیرے صنع[۲] کا سب کس کوں شکر

سخن[۳] کے پھول کی تاثیر تے توں ۔۔۔ معطر کر جگت یک دھیر تے توں ۲۲۰

خوشی سوں آ خوشی کی بات پر آج ۔۔۔ توں کاناں کو جگت کے عید کر آج

سخن کوں فہم سوں کرتا ہے توں خوب ۔۔۔ سلاست[۴] بات کا دھرتا ہے توں خوب

سخن کوں توں سنگارن جانتا ہے ۔۔۔ سخن کوں تیرے ہر گئی مانتا ہے

سخن کا طرز تجہ آتا ہے تازا ۔۔۔ سخن کا سٹ توں عالم میں آوازا

---

۱ بچن ۔ د ۔ ۲ طبع ا شعر د ۔ ۳ بچن ۔ د ۔ ۴ سلابت ا ۔ صلابت د ۔

دنیا میں کر لے توں یک ناؤں اپنا — ہنر کے کام سوں یک ناؤں اپنا

سمجھ کر دیک توں دنیا کے شہ کوں — کہ چھن میں دیوے چھن میں چھین لیوے

عجب کچھ اس زمانے کے ہیں چالے — اہے گا ہے میٹھے گا ہے کسالے

فلک کے نیں ہے کچھ حیلے سو چارا — کُئی اس کے ہات تھے جاسے نہ سارا

جو دنیا ہر کسی سوں کی ہے یاری — وو دیکھے لگ زمیں سوں پھر کو ماری

زمانہ کس کو نیں کھو بچیا سو نیں ہے — ۲۳۰ کئی اب لگ حد تلک پونچیا سو نیں ہے

فلک ہر کس کے تیں جو بھار لایا — سو آخر غم کے دریا میں ڈوبایا

توں کسریٰ نیں جو رہے تیری عدالت — توں حاتم نیں جو رہے تیری سخاوت

نہیں ہے توں وو ابراہیم ادہم — کہینگے زہد میں تج کوں مقدم

توں رستم نیں جو تیری داستاناں — پڑیں ہر بزم میں شہ نامہ خواناں

بھلا وو ہے توں اپنا یادگار آج — دنیا میں ہر سند کر آشکار آج

خدا تج کوں دیا ہے فہم عالی — سخن کے تج کوں بخشا ہے لوالی

تجے معلوم ہے سارے صنایع — نکو اوقات کر توں اپنا ضایع

لہ ج۔ ندارد۔ لہ تیرا۔ ا۔ لہ کہیں گے۔ ا۔ لہ گیاں۔ ب۔

اچھا تھا[۱] خوب یک تازا حکایت   اچھے گا عشق کا جس میں روایت

بساطیں[۲] جو حکایت فارسی ہے   محبت دیکھنے کی آرسی ہے

کہاں[۳] مشکل عبارت کس کوں سمجتا   ۲۴۰ عبارت سب کسے وو نیں سمجتا

تجے ہے فارسی میں دستگہ[۴] آج   نہ کر ہے ترجمہ بھی کوئی تجہ باج

اسے ہر کس کے تیں سمجا کو توں بول   دکھن کی بات سوں ہتریاں کو کہ کھول

کہ اس میں سربسر مل یار سوں یار   کرے سو ہے پرت کا گرم بازار

سراسر عشق کے ہیں اس میں راز ان   کئے سو[۵] عشق بازی عشق باز ان

اول تے عشق سوں تھا دل پہ آزار   دیا تھا سور کوں سینے منے ٹھار

یکایک جوں کہ یو باتاں کیا گوش[۶]   سو مار یا شوق کا دریا و میں جوش

لگے پڑنے کوں موتیاں بھار دل تے   لگے ہونے کوں فاش اسرار دل تے

زباں سوں دو[۷] گہر یک ایک لے لے   پرو یا نر ملے موتیاں کے جھیلے

پڑے دیکھ ہات میں میرو ولالی   بجایا بات کی عالم میں تالی

---

۱ اب۔ د۔ ۲ بساطی کی۔ ج ۳ ج۔ یں شعر نہیں ہے۔ د۔ یں مصرعِ اول مؤخر ہے۔

۴ دسترس۔ د۔ ۵ کرے سو۔ د۔ ۶ مرا یار۔ د۔ ۷ سراسر۔ د۔ ۸ ٹیک ٹیک موتیاں گوں لے لے۔ ا۔

لگا کر طبع کی موتیاں سوں ڈورا ۲۵۰ بچن کا جگ منے مار یا ڈھنڈورا

زباں سوں خوب نکلیا دیک کر فال ولایت پر سخن کی میں گیا چال

علم کوں بات کے انچا اچایا اپس کی طبع کی زوری دکھایا

نہ تھا جس ٹھار بل بھرنے کوں تازی کریا اس ٹھار میں چوگان بازی

بکٹ چلنے کوں جاں مشکل دس آیا سو اس جاگے منے منگل چلایا

کہے تیوں کام کرنا میں ہے آساں یہی ہے گوے ہور ہے ییچ میداں

طبیعت میں اپس کی دیک صافی کیا ہر بیت میں، میں موشگافی

پرت کے باغ کی لے باغبانی بساطیں کی کیا میں ترجمانی

دیا ہر ٹیک صفحا جوں حسن ہو لگیا یو نظم جوں کے پھول بن ہو

داستانِ پھول بن

صفا دار اس کے دیک ہر یک چمن میں رکھیا ہوں ناؤں اس کا پھول بن میں

اتھا تاریخ تو لایا یہ گلزار ۲۶۰ اگیارہ سو کوں کم تھے بیس پر چار
۱۰۷۶ھ

لے پویں۔ د۔ ٹے ج۔ ندارد۔ ٣ بساطی۔ ا۔ ٤ سو۔ ج۔ ۵ تس کا۔ ا۔ عہ عنوان از۔ ا۔

خدا کے پاس منگ ہمت بلندی — نزاکت سوں کیا یں نقشبندی

لے استاداں کنے تے معذرت منگ — کریا وہیں بولنے کا نظم آہنگ

کہاں کر نے سکت مشکل کشائی — کروں یا رے طبیعت آزمائی

صفت کنچن پٹن کی ہے دھری جو گرد بستی وو

سکل روئے زمیں میں کیں نہ تھا اس شہر کا ثانی

جو کئی ہے باغباں اس پھول بن کا — چمن لایا ہے یوں تازہ سخن کا

کنے یک شہر مشرق کے کدھیں تھا — کہ اس کا نانوں سوں کنچن پٹن تھا

حصار اس کا تھا دریا کے کنارے — دسے خندق ہو دریا تس بندہارے

کنچن کا خوب اسے جو گرد تھا کوٹ — کنچن پورہ کو اس کنچن کی تھی کوٹ

کنچن کے تس اوپر نو بیاں زنبورے — کنچن بُرجاں پو کنچن کے کنگورے

کنچن کے تھے کنگرے کنچن کی تھی گچ — کنچن کوں گال باندے تھے کنچن برج

کنچن کے تھے محل کنچن کی دیوار ۲۷۰ — کنچن پر پھر کنچن لیپے تھے ہر بھار

کنچن کے تس اوپر توپ ضرب زن — کنچن کے مغربیاں تھے ہور فلاخن

لے کریا۔ اوج۔ لے میں۔ ج۔ لے کوں۔ ج۔ لے د۔ لے عنوان از د۔

کنچن کی تھی زمیں کنچن کے جھاڑاں   گھراں کنچن کے کنچن کے کواڑاں

جدھر دیکھے بی کنچن تھا کنچن تھا   اسی تے ناؤں اس کنچن پٹن تھا

تتے اونچے تھے اس گھر کے دیواراں   النگ ناسک رہے تھے وا ابھالاں

کدھیں بارا جو چڑنے اس پو جاوے   ہو ماندا دم میں آ چڑنے نہ پاوے

منگے سورج جو ہونے کاند تے بھار   تو لگتے تھے النگنے اس کوں دو بار

جو ہوے جب سُرج اس کاند تے بھا   دسے تب رات کے عالم میں اندکا

گگن کے تل کہیں ایسا شہر نادر   نہیں دیکھے تھے انکھاں کے مسافر

گر اس پہنائی کوں جاوے جو پانی   کرے دو چار منزل درمیانی

حصار اس کا دریا کے تھا کنارے   ۲۸۰ دیسے خندق ہو دریا نس بھنڈارے

زمیں پر شہر بھی ایسا ہے گر کہیں   کسی کاناں کے جا سو سانسنے نیں

عجب تاثیر تھا واں کی ہوا کا   سدا ہنگام تھا نشو و نما کا

سُکی لکڑی اگر کُئی لا گو گاڑے   دو لکڑی سبز ہو شاخاں کو کاڑے

بکھیرے تو زمیں پر واں کے کانٹے   دو پھُٹ تے تھے ہو کر پھولاں کے بھانٹے

۱؎ النگے ہو رہے تھے۔ ج و د۔ ۲؎ بار۔ د۔ ۳؎ انکھیاں۔ ا و د۔ ۴؎ تھے پھُٹتے پل میں پھولاں کے ہو بھانٹے۔ د

محلاں[1] میں چتر، گر کُئی لکھاوے	چتر حرکت میں وو در حال آوے
وہاں چشمے جو نکلے تھے زمیں تے	مٹھائی میں مٹھے تھے انگبیں تے
اگر یک قطرہ کُئی اس نیر کا لے	جو از مانے کے تئیں دریا میں ڈالے
تو اس تاثیر[2] تے سمدور کھارا	عجب نیں تھا میٹھا ہوے تو سارا
سدا خوش حال تھے سب لوگ واں کے	تھے خاطر جمع، واں کے ساکناں کے
ولاں کے آہواں سب کے سدا کال ۲۹۰	جفا کے تیر سوں تھے فارغ البال
جتا لیوے پیے[3] عشرت کم نہ تھا واں	اتھا سب کچھ ولے یک دکھ[4] نہ تھا واں
عجب کچھ فیض تھا واں آسمانی	بُڈے پاتے تھے پھر تازہ جوانی
خوشی کا میگ اچھے[5] جم واں برستا	اتھا[6] اس دھات سوں وو شہر بستا

دیکھو اس شہر کے شہ میں اتھی لس دن وو خاصیت
یکے آداب اسکندر دگر ادراک لقمانی

اتھا اس شہر کا اک نامور شاہ | شکھن[7] سلطنت کے برج کا ماہ

[1] محالاں میں۔ ا۔ [2] سوں۔ ا۔ [3] بھی۔ د۔ [4] غم۔ ج۔ [5] دائم۔ د۔ [6] سوایسے۔ ج۔ اسی کے۔ ا۔ [7] سلکھن بھاگ وتا نیک ترشاہ۔ ج۔

شہاں میں جگ کے اس کو سروری تھی — جگت کے سروراں میں برتری تھی

اطاعت میں تھے اس کے تاجداراں — تھے اس کے ضبط[1] میں سب شہریاراں

نہ تھا ثانی اوسے روئے زمین پر — تھے اس کے حکم[2] میں سب بحر ہور بر

مہربانی کے وو اسمان کا سور — جہاں پرور کہ کر تھا جگ میں مشہور

فلک کے ظلم سوں شہ کن جو کوئی آئے — سو[4] وو جیو کے تمن جم پرورش پائے

جو کوئی آوے زمانے کے ستم سوں ۳۰۰ سینے[5] سوں لاوو دل کے نادا سکوں

جو کئی[6] ہو خار آوے شاہ کے گھر — تو گل کے نا دو امن ہوئے پرزر

صفت باری کے تمنے جگ میں تھا پور — انتھا پانی تمن ہو ذکر مشہور

ستیا تھا ظلم کا شہ کھود بنیاد — دیوے نت دادخواہاں کا اپنے داد

جو کئی ہاتاں کی سیپیاں کوں لیا رے — کرے مطلب پر موتیاں وو سارے

لیا سو عدل کا نور آپنے ہات — نہ تھی اس دیس میں کیں ظلم کی بات

اڑاوے خاک گر بارا جو ناجان — دلاوے بھیں کوں بارکن تے تاوان

---

[1] حکم۔ د۔ [2] ضبط۔ د۔ [3] گر۔ ا۔ [4] سدا۔ د۔ [5] ستی۔ د۔ [6] د۔
[7] ج۔ ندارد۔

خریفاں پک جو کملاویں مہیو بن — کرے تاکید بادل کوں اسی چھن

تھے عالم کو سفنداں شہ شباں تھا — خدا کی خلق کانت پاسباں تھا

جرالیوے کدھیں جو دھرتی میں نیر — دھرت کوں کھود کاڑے نیر کوں پھیر

جگت تھا باغ شہ جوں باغباں تھا ۳۱۰ — ہمیشہ تازہ اس سوں سب جہاں تھا

جو کچھ دھرتا سو سب دھرتا اتھا دو — شہی اس دھات سوں کرتا اتھا دو

بیاں اوس ابر روشن کے ہر اوس درویش عارف کے
دیکھیا سپنے میں شہ اوس کوں محبت دل منے آنی

دیون ہارا خبر اس نو انبر کا — کتا ہے بات سورج ہور چندر کا

بلندی سٹ سُرج پکڑیا جو پستی — کیا مغرب کے جا معبد میں بستی

مشتغل نے چاند کا دیں بھار آیا — مُصلّا جگ پو چندنی کا بچھایا

جو مغرب کی نشانیاں مکھ دکھائے — سو عالم نیند کے سجدے میں آئے

گویاں کے کنج پکڑے سب درندے — ہوئے گوشہ نشیں سارے چرندے

پنکھی ہو معتکف بلکائے کونے — لئے عزلت چرندے سب مرونے

۱؎ معلّے چاند کا جو بھار آیا۔ مصلّے ......۔ ۱۔

ہوا حاصل جو راحت کا فراغت | بچھانے پر کیا شہ استراحت
لگے سونیند سوں دو نین کھلنے | لگیاں پلکھاں سوں پلکھاں کھلنے ملنے
نین کے دو کنول کھ موند لیتے | ۳۲۰ بھنور پتلیاں کے تس میں کوند لیتے
دیا نوخواب جوں پتلیاں کوں آکر | سُتے لے پوپٹیاں کی اوڑ چادر
دکھائی سونین کوں نیند آموں | رہے پلکھاں جو دستک مارنے سوں
سو دیکھا خواب میں درویش کوں ایک | دنیا کے عاقبت اندیش کوں ایک
ہے تن پر پیرہن اجلے چھبیلے | کمر باندیا ہے یک باریک سیلے
بندیا ہے چھوڑ شملا سر پہ دستار | عصا پکڑا ہے یک رنگیں طرحدار
لیا ہے ہات میں اپنا مُصلّیٰ | ریاضت سوں کیا ہے دل مصفا
اگرچہ طھو سوں تھا سب آنگ خالی | ولے سجدے کی تھی اُس مکھ پہ لالی
کھڑا ہے آکہ یوں دربار انگے وو | شہنشہ کے مبارک دار انگے وو
کھڑے اچھتے ہیں جوں ہر یک کتی آ | رضا کی انتظاری سات گویا

۱ سوتیاں ۔ د ۔ ۲ خجستہ دین فرخ کیش ۔ د ۔ ۳ کہ ہے مکھ پر عبادت کا تجلا ۔ ج ۔

دربیانِ خواب دیدن

سو وو درویش آشنہ سوں ملیا اپنی شفقت سوں
اتھا فیاض عالم وو دھرے سب گنج عرفانی

خبرداری کے عالم کا کہن ہیر ۳۳۰	کہتا ہے خواب کا اس دہات تعبیر
ہوا جو شام سوں پھر صبح تبدیل	کئے سب پنکھیاں تسبیح و تہلیل
سرج کا دیک مقری صبح کا چھاؤں	رکھیا اسمان کے محراب پر پاؤں
خطیبی کا سُرج لے برگ و ساماں	ہوا انبر کے منبر پر خراماں
ہوا ایک بارگی وو شاہ بیدار	ہوا سو خواب کی مستی سوں ہشیار
خماری فکر کی آکر لگی زور	کہ تھا کچھ نس کوں ہور دن کو دسیا تور
لگے اس بات کے خطرے گذرنے	ایس میں آپ لگیا اندیشہ کرنے
اگرچہ بہوت کچھ دستے اہیں خواب	ولے دیکھے ہیں تیوں کم پاوے ہے لاب
کہ خواباں نیک نیں ہے گے روش کے	ہے سودا ہور صفرا کی پتش کے

لے عنوان از۔ ا ۔ لے ہوا۔ د ۔ سے ہیں۔ د ۔ سے ایک نیں کئی دھات کے ہیں۔

کیتے دَہر تے اہیں برعکس تاویل ۔۔۔ کتاں کوں وہم سوں دیتے ہیں تمثیل

فاما خواب[1] جو دیکھے اہیں رات ۔۔۔ ۳۴۰ کہ جیں سچ بی ہوا ہے بعضے اوقات

بھلا وو ہے جو حاصل کیا[2] سو پانو ۔۔۔ حقیقت خواب کا خاطر منے لانوں

کہ شاید[3] تیر میرے وہم کا اے ۔۔۔ ہدف کے تئیں لگے جا کر طلب کے

گہر جو خواب کے دریا منے رات ۔۔۔ جو دیکھا سو چڑے ہلکے مرے ہات

مگر[4] ہر حال خادم کوں بلایا ۔۔۔ جو کچھ دیکھیا سو سب اس کوں سنایا

گیا اس وہات کا درویش کُنی آ ۔۔۔ کھڑیا ہے دیک جا دربار میں کیا

اول دربار انگے اس کوں توں جا دیکہ ۔۔۔ اگر واں نیں تو بعد از جا بجا دیکہ

گیا خادم دیکھن دربار میں اس ۔۔۔ دیسیا[5] نیں سو ڈہنڈیا بازار میں اس

ملیا نیں واں سو کونچے ہور گلی کوں ۔۔۔ چلیا ویں ڈہنڈ لیتا اس ولی کوں

یکایک خانقہ یک ٹھار دیکھیا ۔۔۔ تجلی سوں در و دیوار دیکھیا

وہاں بیٹھے اہیں ارباب طاعت ۔۔۔ ۳۵۰ ملے ہیں ایک ٹھار[6] اہل عبادت

دلاں کوں کر منور جوں چراغاں ۔۔۔ کدورت سوں ہو کر خاطر فراغاں

---

[1] جس روش۔ د۔ [2] کیا ہے۔ د۔ [3] ا میں یہ شعر نہیں ہے۔ [4] ہر حال ایک۔ د۔ [5] دکھیا۔ ا۔ [6] جا۔ د۔

حقیقت[1] کی ہو باتاں کے اتالے — تصوف کے لے بیٹھے ہیں رسالے

کریں[2] باتاں، حدیثاں آئیتاں سوں — کتے تھے اس روش کے حجتاں سوں

طریقت کے اچھویں پیروی میں — کہے ہیں مولوی جوں "مثنوی" میں

دھرویں معرفت سوں آشنائی — "حدیقے" میں کہے ہیں جیو سنائی

حقیقت کے بیاں ہر ایک دم کے — دیکھو آخر خبر میں جام جم کے

پکڑ[3] ہستی کوں پستی سوں کروساز — نہیں باور تو دیکھو "گلشن راز"

کرینگے تو فنا، ہو وینگے باقی — ہیں حجت اس کوں لمعا عراقی

کئے سب مل، مقرر آخر یو بات — ہے اول نفی ہور بعد از ہے اثبات

پلاس اپسے فنا کرنا ہے اول — ۳۶۰ منگے تیوں واں تے ہوتا ہے[4] اسے بل

نہ سٹنا پات پات اپنے اگر توڑ — کہاں تشریف لینا پھول کی اوڑ

ایس[5] تے بیج نا ماٹی ملاتا — ہرے ہو کاں زمیں تے سر اُچاتا

گنگو[6] ئی اُرسے تلے گر سر نہ دیتی — کہاں زلفاں کوں یوں اُنگلیاں سوں لیتی

---

[1] ا۔ [2] سخن کرتے۔ د۔ [3] پستی کوں ہستی۔ د۔ [4] پچھیں ہوتا ہے خوبی کا اسے بل۔ د

[5] اگر بیج اپیں۔ د۔ [6] انکھاں۔ د۔

اگر مہندی جو ایسے نا پسا وے ‏— اسے ہاتاں کوں پھر کر کون لاوے

اگر کوزا جو آتش میں نہ پڑتا ‏— کہاں خوباں کے لب کوں یوں اپڑتا

ایس میں آپ وک ایکس کوں ایکس ‏— وو کتیک بار کوں باتاں کیے بس

جو خادم دیکھتا ہے سب میں اندیش ‏— تو بیٹھا ہے انوں میں آ وو درویش

پچھانا ہے سمج کر جو نشانیاں ‏— کہے سو شاہ سب ہیں وو نشانیاں

رکھیا خادم اسے دک بیس ہمیں پر ‏— نقط پر جوں قلم رکھتا ہے سر

زباں کی نوک کوں کر بات سوں تیز ‏— ۲۷۰ ہوا شہ کی سو باتاں سوں گہر ریز

وو کامل تھا اول تے سن کو وو بات ‏— اٹھیا جانے بدل خادم کے سنگات

کہ نیں ہے جیو کس کا توڑنا خوب ‏— کہ نیں ہے شیشہ دل کا پھوڑنا خوب

حقیقت کوں جو کئی کینے ہیں حاصل ‏— سو بولے ہیں خدا کا عرش ہے دل

گگر سب سوں رضا لے بھار آیا ‏— ہو دولت شاہ کے دربار آیا

بلیا القصہ آ درویش شہ سوں ‏— کیا گویا قراں بر جبیں مہ سوں

ا۔ مل کو۔ د۔ ۲۔ سوں۔ د۔ ۳۔ کوں۔ د۔ ۴۔ د میں مصرعہ اولی موخر ہے۔ ۵۔ د میں یہ شعر یوں ہے۔

ہے دل کو توڑنے کا سخت منزل بہ حقیقت میں خدا کا عرش ہے دل۔ ۶۔ رضا لے سب سوں وو جب بھار آیا۔ د۔

جو دیکھیا شہ انسوں مل بیس کر جوں ۔ دریا میں دل کے اس کے پیس کر جیوں[1]

ہنر کے گوہراں سوں دل اہے پور ۔ ہر اک فن کے اہے موتیاں سوں معمور

زباں[2] دن رات اس کی بات میں تھی ۔ قلم کے ناد اس کے ہات میں تھی

کہے زاہد حکایت روز تازا ۔ دبوے شہ کوں ہر یک شب سوز تازا

جو وو درویش قصہ جس گھڑی کے ۔۔ ۳۸۰ تو ہوتا تھا شہنشہ مست بن مئے

اپے خوباں ہو کر شہ نے کہا درویش بیتی یوں

کہو تم کیچہ عنواں کی مرے انگے تمیں کانی

جو کوئی[3] دھرتا ہے جو شیریں زبانی ۔ کہتا ہے رات کی اس دھات کانی

کہ جیو تھی یک رات زیل جو دو دیں رات ۔ چندر اس رات کا تھا سور کے دھات

تفاوت رات دن میں کچھ نہ کر سک ۔ کنول رہ تھے نین نا موند نے تھک[4]

رہیا تھا رات دن اس دھات ہو ایک ۔ گنی جاتی تھی خشخش دور تے دیک

دکھایا رات کوں جیوں دیس آرو ۔ سورے[5] جو کوی ملا بازو سوں بازو

۱ے پیش ۔ د ۔ ۲ے ا ۔ میں شعر نہیں ہے ۔ ۳ے سمجھتا ہے جو کوئی یو نکتہ دانی ۔ د ۔ ۴ے ویک ۔ ج ۔ ۵ے پھریں ۔ د ۔

سیون ہارے اپے بیسے سو جاگے — لے موں بچ انکھیاں پرویں سوئی میں دھاگے

نجومیاں پر ہوا نیں حل یو مایا — کہ کیوں چوبیس ساعت کا دن آیا

سکے نیں بولنے تحقیق کئی بات — جتنا دیکھے بی اصطرلاب لے ہات

سو ویسی رات وو شہ بھوت خوش ہو — کہیا زاہد کوں اس اک بات بولو

کہ باتاں سوں تماری مت ہور روز ۳۹۰ — تماری بات میں ہے کچھ عجب سوز

کہا درویش اپس میں آپ سن یوں — حقیقت معرفت کا کھول کیوں بول

کہ سب کس کوں نہیں اس بات کا علم — اہے مشکل خدا کی ذات کا علم

لگر بولیا حکایت اک مجازی — مجازی میں سنیا سو بات تازی

دیکھت سننے کوں ہے کر شاہ راغب — لگیا کہنے کوں یک قصہ عجائب

دعا کے سات اول لب کوں کھولیا — شکر تے بعد ازاں نا بات کھولیا

حکایت شہ انگے بولیا سو وو درویش لذت سوں

وو سنتے دل ہوا اس کا شگفتا ہور خندانی

بڑا جو ملک ہے سب میں خراساں — مرا اس ملک پر تھا بابیہ دہاں

---

۱ درویش د۔ ۲ سوں۔ ۳ و۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴ ہوں د۔ ج۔ ۴ دیکھیا۔ د۔ ۵ معظم ملک جو ہے۔ د۔

سٹے جس ٹھار پر تدبیر کا حل | ابس تے ملک آتے تھے اپے چل

کرے اپ عقل سوں مشکل کشائی | دھرے خوش خلق سوں جم مشک سائی

صفا بخش اس کی ات روشن ضمیری | کرے خورشید کوں نت دستگیری

ضمیر اس کا انتہا سورج تے روشن ۴۰ | انتہا دل صاف تس کا جوں کہ درپن

فراست سوں چھپے رازاں کوں کھولے | انگے چھپے ماس کوں ہوگا سو بولے

فلاطوں فہم میں شاگرد اس کا | گدا کوں شاہ کرتے برد اس کا

اسی سوں فہم پایا تھا فلاطوں | انتہا شاگرد اس کا آفلیسوں

ارسطو درس لیوے عقل کا آ | اس انگے بو علی تھا اک مقوا

حکایت ایک میں اس تے سنیا ہوں | بچن کے پھول کاناں سوں چنیا ہوں

کہ یک کوئی بادشہ کشمیر میں تھا | مکمل عقل ہور تدبیر میں تھا

ہریا تھا، باغ اس کے عدل کا جم | چمن نت ضبط کا تھا سبز و خرم

کہتے تھے اس کے تئیں سلطان عادل | نہ تھا کوئی ضابطی میں اس مقابل

رضا بن شہ کے گل ہنسنے جو جاوے | صبا کے ہات ٹکڑے اس کرا دے

۱ے بات۔ ۲ے د۔ ۳ے اسقلیبوں۔ ا۔ ۴ے عدالت کی بہوت۔ ا و ج۔

کدہیں[1] بے حکم نرگس آنک کھولے ۔ ۱۴۰ دلاوے باد ہت اُس[2] جھکولے

اگر سوسن کدھیں کرنے منگے بات کرے اُس شاہ کی پروانگی سات

ہلو کے شاہ تو سروواں کے ہلتے بھی ہور یک پانوں اگر اچھتا تو چلتے

رضا لے[3] کر ستیں ابر بہاراں گلے میں باغ کے موتیاں کے ہاراں

سکت[4] نیں تھا جو باد کوں ہریک سو چمن تے لے پراگندہ کرے بو

اشارت بن نہ کھولے زلف سنبل نہ بولے بات طوطی ہور بلبل

نہ تھا قدرت چمن میں بلبلاں کوں جو دکھیں شوخ پن سوں پھول کا مو

سرو قداں کے قد کے نونہالاں سمن[5] رویاں کے گالاں کے گلالاں

لگایا تھا ایس دل کے چمن میں وو شہ اپنے سینے کے پھول تن میں

چمن[6] اُس تخت تھا ہور پھول تھا تاج وو ایسے دھات سوں کرتا اتھا راج

---

[1] لگانے پر نین نرگس جو کھولے د ۔ [2] اس کوں جھولے ۔ ج و ھ ۔ [3] ہے د ۔

[4] صبا کوں نیں سکت تھا جو ہر یک سو ۔ د ۔ [5] چمن د ۔ [6] سو ۔ ھ ۔

قصّۂ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو اُس گل کا
محبت سوں لگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم	کیا ہے بات کوں اس وقت ترقیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے	ہوا یونس نمن مفروق[1] غم تے
دیا[2] سو فیض پھر جگ کوں دوچنداں	ہوے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جو تھے[3] غنچے کے طفلاں نین کھولے	بندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا[4] تھا پھول کا سب ٹھار ٹھار	کھلے تھے پھول جھاڑوں بیچ ہر ٹھار[5]
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں	دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول مل دستے تھے اس وقت	کہ جوں چھپ کو کوئی کرتے اہے بات
دسے[6] ہاون کلی کا ہو کو لالا	دسیا[7] اس میں لگے تیوں مشک کالا

[1] مفروغ۔ ا۔ [2] دیا پھر فیض عالم کوں دوچنداں۔ د۔ [3] نہ تھے۔ د۔ [4] اٹھی تھی بن سے۔ د۔ [5] لالے کے ڈ۔ ڈالیوں پر۔ ھ۔ [6] دسیا تھا واں۔ ا۔ [7] گیا تیوں مشک دستا اس میں کالا۔ د۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے　　چو اجیوں لعل کے پیالے میں گھالے

پڑے دِکھ بلبلاں آنے کے ہولاں　　بندے شبنم کے موتی گُل کے پھولاں

کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی　　۴۳۰ لگیاں سب کویلاں گانے کرنجی

چمن کی دیکھ ہزاراں خوش تماشی　　لگے کرنے نوی مضموں تراشی

بدل کے نیر سوں گُل تر کئے لب　　نچھل پانی سوں سبزے دھوئے مکھ سب
بادل

دو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا　　ارم کا زیب، مجلس کوں دیا تھا

دیسیا اس بہار پر یوں دو جہاں باں　　کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضواں

یکایک باغباں یک پھول لایا　　ہو کر بادِ صبا خوش بوئی ڈھایا

انتھا وو بوی میں سب مشک کے سار　　تھے اسکی باس میں عنبر کے آثار

نہ تھا مشک وو عنبر، تھا قدرتی پھول　　جو تس کی باس پر مجلس رہی بھول

دیا وو پھول شہ کے ہات میں جوں　　شگفتہ ہو رہا شہ پھول کے نیوں

عجب رہ شاہ ہور شہ کے وزیراں　　ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں

گیا شہ، پھول دیکھ اس باغباں سیر　　۴۴۰ کہ اے بن کوں دیون ہار سدا نیر

---

۱ اٹھے بھی۔ د۔ ۲ بن۔ ج۔ ۳ ہزاراں سار گیتے۔ د۔ ۴ ہے گگے۔ د۔ ۵ یوں دو شاہ دوراں۔ د۔ ۶ باس۔ ا۔

دکھیا نیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں ۔ دسیا نیں پھول ایسا پھول بن میں
اگر توں پھول کا جو جھاڑ لاگا ۔ توں لاکر میرے گلشن میں لگا گا
تو بخشش سوں کرونگا میں تکرتر[1] ۔ دھن تیرا کلی کے ناد پر ذر
شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی ۔ وو جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی
سنیا یو بات سور کھ ہیں اُپر سر ۔ چلیا پانی نمن ناد یک کر پھیر
جو مالی پھول کوں ڈھنڈتا چلیا سو ۔ ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو
کتک دن کے پچھے[2] وو جھاڑ لایا ۔ لگایا جھاڑ حضور مقصود پایا
وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے ۔ نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار ۔ دسے تس پھول میں خشکی کے آثار
کیا شہ باغباں سوں ہو کو دل گیر[3] ۔ ۱۵۰ اہے کیے پھول کا یوں رنگ تغیر
ہوا ہے کیا سبب یو پھول سو بول ۔ دسیا ہے پھول یوں مخمول سو بول
جواب اس دھات دیتا شہ کوں مالی ۔ اچھو تازی تیری شاہی کی ڈالی

۱؎ کرونگا مرحمت سوں میں سراسر۔ د۔ ۲؎ پچھیں۔ د۔ ۳؎ کیا دیکھ باغباں کوں شاہ گمبیر۔ د۔

کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا — سٹیا ہے عشق کا اُس گل پو جالیا

کبھیں آ پھول پر و پر پسارے — کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے — کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں مل ہل — کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دیسے ژولیدہ ہو پھول — اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یہ سن کر شہ گیا، کر دل کوں ماندا — منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرو حلقیاں کوں پھاند کے نیٹ تنگ — جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ

نیٹ کچ سست کر سازو وہ دام ۴۶۰ — جو سانیاں لیویں کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے

اگر بار اکد ہیں اس دام کن جائے — تو پنچھی کے نمن واں آ دغا کھائے

لے ایسی دھات کا پھاند اشکاری — منڈیا اس جھاڑ تل جا کر دو کاری

دغا بلبل کوں دے پھاند میں بھانے — کتک چیلے کے ڈالیا اس میں دانے

لہ کوں ہیں۔ د۔ ٢ کبھو۔ ھ۔ ٣ جولیدہ۔ ج۔ ٤ ماندو۔ ا۔ بندو۔ د۔ ٥ نیٹ میں سست کر ایسا بنو دم ج۔ ٦ لیویں کاناں کوں سانپاں۔ د۔ ٧ کبھی۔ ج۔

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضا لے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کوں پھاندے میں کیے محبوس نادانی

فلک یک دام ہے، دانے سو تارے — کہ کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا — کئی (جمع کام) اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی — سدا حاصل ہے اس تے بے صفائی
صبا اٹ کر سورج کے تئیں جلاوے — پنم کے چاند کوں لس دن گلاوے
ستیاریاں کوں کدھیں رکھتا کدھیں نیں — بدل کوں امن دیتا نیں گھڑی کیں
ثریا ہو، جو کئی بیٹھے ہیں ڈیرے — ۴۰ بنات النعش کر ان کوں بکھیرے
رہے ہے یار وو جن نیک تن[1] ہو — سٹے جوزا کے منے ان کوں کر دو
خوشی سوں بیٹ[2] جو کوئی یک پیارے — ہو کر عقرب اُنوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جو دیکھا یکبار دانے — پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے

[1] جال۔ د۔ ھ۔ [2] بیٹھ۔ د۔

گیا طالع دٹے ہیں آج یاری — گئے ہیں بخت مجھ سوں ساز گاری

مگر کیا برج میں میرے چندر ہے — ستارے[1] کا مرے مجھ پر نظر ہے

خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب — فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب

وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھا — ملے مجھ آج دو نو خوب یکبار

بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا — کروں گا پھول کا بارے[2] نظارا

نہیں معلوم جو چارے میں دندی — گلا کر بس[3] کئے ہیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس بھار لا کر ۴۰۰ — رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر

خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل — پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل

گیا کھانے کوں جوں دو بیگ بگ رگ — پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک

بچارا وہ گیا چارے[5] کوں کھانے — لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑ پھڑانے

طمع داری بری ہے اے عزیزاں — نہیں کچھ خوب اے صاحب تمیزاں

طمع داری سوں کھانے جا کو چارا — پڑیا[6] دو بند میں آخر بچارا

---

[1] ستاریاں کا۔ د۔ [2] یار۔ د۔ [3] دغا کر۔ ھ۔ [4] سم۔ ا۔ [5] چارا جو۔ د۔ [6] وہ آخر بند میں سنپڑیا۔ د۔

طمع داری تے آتی یار خواری | طمع داری میں نیں ہے رستگاری
طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں | وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں
گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب | لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
کہ اے جیو کے مرے ساتی سنگاتی | اے راحت روح کے اے دل کے ساتی
ترے رخ سوں تھے روشن نین میرے ۹۰ ۴ | ترے لب سوں تھے شیریں مین میرے
اتھا تج دہر تے تازہ برگ میرا | جدائی میں تری ہے مرگ میرا
پڑیا ہے نین تل اندکار میرے | رہوں تج باج کیوں کر یار میرے
رہیا تھا آج لگ نا پھانک کر میں | پڑیا تھا چھانوں ہو تجہ پانوں تل میں
جدہر جا کر بھی آتا تھا اسی ٹھار | بجھاتا تھا پلک کوں نا پلک مار
جدہر تھی توں ادہر سنگات تھا میں | ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں
بہوت دیساں تے تجہ سوں مجہ سلک تھا | ترے سایہ منے میں آج لگ تھا
میں سنپڑیاں ہو سو غم نیں مجہ کوں اے گو | یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور
پڑیا ہوں دلم میں سو نیں ہے مشکل | ولے بچھڑے سوں تیرے لھو ہوا دل

لہ تب - ج - لہ دھن - د - سے تھا - ھ - ھ - د -

سنیا گر دام میں کرنے کوں زاری — دیکھت وو دُور تے پاپی شکاری

پکڑ غصے ستی داتاں منیں لب ۵۰ — غضب سوں آپنا گردان کر ڈب

ویں آیا دوڑ کر اس غمزدے پر — ستم کی آستیناں کوں چڑا کر

سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات — اٹے لیا ہاتھ پنجرے میں کیا گھات

یتا کچ تنگ تھا پنجرے کیرا ٹھار — سکت نیں تھا جو دم نکلے اسو بھار

بخیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ — کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ

شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا — وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جرأت کے بھاکو پنجرے میں شہنشہ — رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدنِ بے قراری بلبل و پرسیدنِ احوال و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں تو کے جو کچھ جھرتا ہے ؟

ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دیکھیا بلبل جو وو دیساں نہیں رہے — نپٹ درسن کے دروازے بند گئے

لے ایس ۔ د ۔ ۲ یتا پنجرے کر اتھا تنگ میداں یہ نکلنے کوں نہ تھا دم کا سکت واں ۔ د ۔ ۳ د ے ۔ ا ۔

منڈی پنکھاں میں اپنے گھال لیکر ۔۔۔ لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر

تپے[1] اس پھول کوں کر یاد اپنے ۔۔۔ لگیا رونے بلکنے ہور تپنے

کہ بولیں گے[2] کوئی اس گل سوں یو بات ۔۱۵۱۰ گذرتے سو مجھے حیفی میں دن رات

کہینگے[3] کون اس گل سوں مرا حال ۔۔۔ ہوا سو حال میرا غم سوں پامال

بچھڑنے سوں ہوا ہے تلخ جینا ۔۔۔ کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹا ہے سینا

دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج ۔۔۔ دسے دن رات ہو اس سور کے باج

پڑیا سو دور میں اس گلبدن سوں ۔۔۔ ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پو روں روں

پون بن نیں ہے میرا کوئی محرم ۔۔۔ جو بولے پھول سوں پنچ جاکر مرا غم

پون کوں کہ کہ اے خوش باس بارے ۔۔۔ مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے

اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن ۔۔۔ میں اڑ کریاں تے جاتا کر ہر یک فن

کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں ۔۔۔ وہ انکھیاں کاں جو میں اسکا درس پاؤں

صباء اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری ۔۔۔ دیکھ یک دن شاہ اسکی بے قراری

---

[1] تپے نت یار کوں ۔ د ۔ [2] کہینگے کون اس گل سوں مری بات ۔ د ۔ کہ بولے گئی بتی اس ۔ ا ۔

[3] سندر کوں کون کہینگے حال میرا : ہوا سو حال سب پامال میرا ۔ د ۔

لے[1] کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات ۵۲۰ لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کے ترا سر یوں پریشاں پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں

ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت توں کے پکڑیا ہے بارے کی خصالت

توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب توں کس کی زلف کے بد ہے بیتاب

مرے دھر بول توں کس کا ہے مجنوں ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل ترا خوں

لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشا لگیا ہے کس نگہ[2] کا تجہ کوں تیشا

بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے توں بلبل بول کس مقبول کا ہے

دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش بادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کئی ناسنے تو اگن کے پھول میرے ناچنے تو

کسے کوں درد یو دل میں جو ہے پور زمیں ہے سخت ہور اسماں ہے دور

کس ہے کہوں

وہی جانے یو دکھ جس پر[3] کھڑیا ہوے ۵۳۰ جو کئی برہے کے پھاند میں پڑیا ہوے

۱ لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہت ÷ گیا بلبل سوں کہنے دو سو حکرت - د. ۲ کا نیہ - د. ۳ سر - د - ع

عنوان از . ھ .

بیچھاڑیا[1] غم سوں کیوں کھاتا ہے دل — وہی بوجھے کھڑیا ہے جس پو مشکل

نہ کے جاتا نہ آتا ہے کہنے میں[2] — نہ کے میں فائدا نا چپ رہنے میں

ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں بیلا — پرت میں نیں مرا چلتا ہے حیلا

کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا — کہے تو بات کس سوں فائدہ کیا

نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم — ایس کے دو کنول تے کاڑ شبنم

کیا اے غم کے بن کے درد کے جھاڑ — درنگ پر کام اپنا توں نکو پاڑ

شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام — نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام

مرے[3] دھر بول اپنی جیو کی بات — کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب اتھا اپنا

دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو روپ طیرانی

دلاسا شاہ تے[4] بلبل جو پایا — زباں مطلب کے باتاں سوں[5] اچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں ۔ ۵۴ برہ اس نیں سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا — نہ تھا پروا اُسے کچھ مال و دھن کا

---

[1] دکھ۔ د۔ [2] د۔ ندارد۔ [3] سوں۔ ا۔

بڑا تھا بہوت سب سوداگراں ہیں — انتھا مشہور سالم بندراں ہیں

پڑے تھے اس کنے مہراں کے انبار — ڈھگاروں سے تھے روپے ہور دینار

مناں سوں تھا ہر یک کھنڈیا سوں ستا — تھے لاکھاں اشرفیاں کڑاں سو ہتا

قماشاں کے جدھر دیکھے بی بتے — رچے تھے لے دکاناں پر دو رستے

ہریک کا یک کے ہر یک پر مول — رکھے تھے سب منونے کے بدل کھول

حریر و بافتہ سالو سری صاف — مشجر، نافتہ، دارائے زرباف

سمور و سندس و سرمک خطائی — سلیمی، صاحبی، ہور کربلائی

خز و اکسون و اطلس، دق و دیبا — خنک ہور طاش خطنی سوف زیبا

مطبق نیلک و سقلاد و مخمل — ۵۰۵ قلم کاریاں و چھینٹاں ہور ململ

پیتمبر، وار چھیٹاں ہور سوسیاں — تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں

بہوت نازوک، ہندی پنچتولے — بہوت باریک تاواں ہور بتولے

یونا ہو کر بھی سودے تھے دریائی — ہے جس میں فائدہ دیوڑی سوائی

اسکے علاوہ — دیوڑھا — سوایا

۱۔ اشرفیاں۔ ۲۔ زربل ا۔ ۳۔ کمخاب، نیلک ہور دیبا۔ د۔ ۴۔ بنگالی ہور خلنی صوف۔

د۔ ۵۔ اطلس و مخمل فرنگی د۔ ۶۔ پوستلاط ہور طاس نیم رنگی۔ د۔ ۷۔ کشمیریاں۔

یتے چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے[1] ۔۔ دریا گرمی سوں تنک کے گدگڑے تھے

یتے تے اس قافلاں کے تھے سکیناں[2] ۔۔ نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زیناں

ستم دو دن جو گاڑیا تھا گڑاوا ۔۔ پڑے تھے بندراں سالم پڑاوا

کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا ۔۔ کدھیں نیشا لے کر[3] جاوے حلب کا

کدھیں سودا لجاوے[4] روم سوں شام ۔۔ کدہیں جاتا بنگلے پر تے آسام

کدھیں واسط سوں جاوے اسفرائن ۔۔ کدہیں جاوے صفاہاں تے مداین

کدہیں تبریز تے شروان[5] جاوے ۔۔ ۵۶۰ کدہیں ہمدان سوں کاشان جاوے

کدہیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس ۔۔ کدہیں اترے جو یک منزل اچھے روس

کدہیں اچھتا مقام اس کا سراندیل ۔۔ کدہیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر چند روز رہتا[6] ختن میں ۔۔ کدہیں دو کان کھولے جا مدین میں

کدہیں شیراز سوں جاتا دماوند ۔۔ کدہیں جاتا بخارے سوں سمرقند

کدہیں کابل تے یہ لاہور[7] جاتا ۔۔ کدہیں مانڈو[8] کدہیں ماہور جاتا

---

[1] دریا کڑی تے اوس۔ د۔ [2] او ج میں شعر یوں ہے۔ سکیناں قافلاں کے ڈھونے نا سکے یک بیک گینی تے زمین آئی تھی

[3] لیوے جاکر۔ د۔ [4] ہور۔ د۔ [5] شیراز۔ ا۔ [6] اچھتا۔ ا۔ [7] یو تے لاہور۔ د۔ [8] ماوند ج و ل

تجارت کے بہوت سوداں سوں وو	گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو[1]
اتھا میں اس سفر میں اسکے سنگات	آنند ہور ذوق عشرتاں دن رات
مری اس وقت تھی اول جوانی	نوی ابڑی تھی مجہ کوں شادمانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے	پندرے ہیں حد بڑے تا تیس[2] لگ ہے
کہے ہیں بالضرورت[3] تا چہل سال	بڑیاں کوں ہے سچ پیلاڑ کا حال ۵۰۰
اتھی اس ٹھار پر زاہد کوں بیٹی	بڑی یک خوب[3] کئی عابد کوں بیٹی
چتر، چنچل، سگھڑ، کنتل، سہانی	نہ اس کوں کوئی تھا[4] صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اسکے سرکاں	سگھڑ میں دل کشائی کے اثر کاں
بہنواں کوں کیوں کہو محراب تجے کر	وو کاں ہے نور[5] محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں کیوں میں پیشانی	چندر آدھا نہیں ولیا نورانی
کہوں کیوں اسکی میں پلکیاں کوں تیراں	ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز	چمن کے نرگساں میں کاں[6] ہے وو ناز

[1] سو۔ ج و ا۔ [2] بالضرورت۔ ا۔ [3] فرشتہ خو تھا تس عابد۔ د۔ [4] کے۔ د۔ [5] کہاں ہے نور۔ د۔ [6] نیں اتا۔ ج۔

نین[1] نرگس کنے کا سو ہے زوری ۔۔۔ کہاں ہے نرگساں ییں لال ڈوری

کلی چنبے کی کر[2] ناسک کوں بولیا ۔۔۔ ولے تشبیہ ییں ناسک کوں بولیا

کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا ۔۔۔ ۵۸۰ ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا

ادہر کوں لعل تھنے[3] کر کیوں کہوں میں ۔۔۔ وو نرمی ناز کی کس لال ییں نیں

دہن کوں کیوں کہوں انار والے ۔۔۔ انخے اس پر دیوانے ہو کو دانے

دانت

ٹھڈی[4] کے سار جگ میں سیب کا ہے ۔۔۔ یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے

کہوں جوبن کوں کیوں ییں قبۂ نور ۔۔۔ ہے قبے نور کے' اس پر' بلا دور

کہنے پھل گیند مج آتا ہے ان مان ۔۔۔ کروں گا پھول کے گیند اُس پو قربان

مجھے ۔۔۔ پر

کہاں[5] ہے کرداں ییں اسکے آثار ۔۔۔ ستوں ییں کرداں کوں اس یہ تپے وار

کمر کوں کیوں کہوں میں اسکی تنزا ۔۔۔ کمر کے سامنے تنزا ہے' ہر زا

سرو[6] تھا کیوں کہوں میں اسکے قد کوں ۔۔۔ انپڑنے کاں سکت اس قد کی حد کوں

ییں سمریاوں لگ اس موہنی کا ۔۔۔ کہ تھا تیوں کیا صفت کرنے سکوں گا

---

[1] د۔ [2] تنی ناسکہ کو۔ د۔ [3] دھن کے۔ ج۔ ذقن۔ ھ۔ [4] ج۔ میں مصرعۂ اول ثانی ہے۔ [6] سرو کا سرو کیوں کوں۔ ا و ج۔ سروسا۔ ھ۔

جو کوئی اس چال کو ہنس کر کیا ہے ۵۹۰ ہنسو گر تس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے

ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا تماشے کوں مرا دل سر اچایا

جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج تو ہوتی تھی سینے ہیں گدگلی منج

پیاری کا پرت پیارا لگیا سو پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو

اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور پرت کی چٹ ہی مجہ کوں لگی زور

لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے

لگیا سو بھار دل کوں باٹ کر سک اسی باتاں سوں بیسا دل ہیں آ دک

کلی تمنے ہوا دل تنگ ناشاد ہوا نکڑے گریباں پھول کے ناد

دھویں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے گرم بھاپاں سوں ہوتا پو چھلے آئے

سو وو اوتار یدمن ذات بدلی طبیعت کی مری سب دھات بدلی

ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں ۶۰۰ اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں

سبح کر رہے جو کوئی تھے ہم قریباں لگے دینے گواہی آستیناں

---

۱ واں کچہ ۔ د ۔ ۲ لاگی بہوت زور ۔ د ۔ ۳ دریا ہو کر لگے نیناں ۔ د ۔

۴ رات ۔ د ۔ ۵ رقیباں ۔ ج ۔

لگے کہنے ہریک کوئی پاکو بہانا | دو ہے جاتا فلانے کا فلانا
جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق | جو آیا دل منے میرے اپَل شوق
ہریک نس[1] جاؤں اس[2] دھن کی گلی کو | ہلو چھپ کر دیکھوں اس[3] اچھیلی کوں
سینے[4] میں دم کوں پنے ساباندلے کر | کمر کوں اپنی دامن باندلے کر
نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ | چلوں اس کا ند تھے اس کا ند کو لگ
ترنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس | پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے تس
یکیلا اس گلی میں ہکئی نہ دوجا | چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا
کر اس چندر بدن کے گھر طرف موں | ہریک نس نین کے تارے[5] کھیروں
ہریک شب غم سوں دو مہ جو اچھے جا ۔ ۶۱ | دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاں واں
کروں ہر شب نین سوں آب پاشی | اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کتیک دن کے پچھیں امید کا سور | مرے[6] بختاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں[7] منجہ سوں جو آخر ہوئے یار | مرے طالع کرایا سور اک بار
یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار | مرے ہور اس کے دو دیدے ہوئے چار

---

[1] دن۔ ا۔ [2] چنچل۔ د۔ [3] چلبلی۔ ج۔ [4] د۔ [5] تے۔ د۔
[6] مرے نیناں کے بختاں کا۔ ا و ج۔ [7] رقیباں۔ ج۔

نظر کا باز اڑیا سو اب نہ رک سک ... ہوا میں حسن کی اسکے رہا ٹھک

گیا سو دشت کا آہو نکل کر ... پڑیا اس مکھ کے گلشن میں بھیل کر

اسے دیکھ عشق سوں مرا بھیلیا دل (بھولیا) ... ہمن دونو کے دل رہے ٹیک ہو مل

ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد ... کروں جیوں[1] یاد میں وو بی کرے یاد (ہم)

کدیں میں سر سوں چلتا جاؤں اس لگ ... کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پر پگ

کدھیں (کبھی) میں اس کے جاتا تھا قدم گن ۶۲۰ ... کدیں میرا کرے گھر وو بی روشن (بھی)

کدیں انبڑاؤں میں اس[2] گھر لجا کر ... کدیں انبڑاوے وو بھی منجہ گھر آ کر

کدیں اس دھات سوں (پہنچاوں) سب گذرتے ... کدیں جا پڑ رہتے لوگاں کے ڈرتے

کدیں کوئی ناسنے تیوں بات کرتے ... ہلو باتاں[3] اشارت سات کرتے (ساتھ)

کدیں[4] دیکھ (کوئی) مکیاں میں دونوں آتے ... یکس کوں ایک نظراں میں چراتے (باتیں)

کدیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار ... پسار آنکھاں پلک کوں نا پلک مار

بہرحال اس سند سوں مل ہمیں دو ... محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو

---

[1] میں جیں روشن وو بی۔ د۔ [2] اس کے لجا گھر۔ ا۔ [3] کدیں۔ ج۔ [4] کدیں مل مکتاں[5] میں دونو آتے یکس کوں ایک دیکھ نظراں چراتے۔ د۔ [6] روشن۔ د۔ [7] مکراں۔ ہ۔

یکا یک یو خبر زاہد کوں اپنڑ اٗے ۔ یوں اس کے وہیر چاڑی کوئی کرائے

نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چالا ۔ ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا

نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں ۔ نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفٰے کوں

نہیں چاڑی علی کس تے قبولے ۶۳۰ بزرگاں کوئی نیں چاڑی پو بھولے

لگیا زاہد خبر سن تلملانے ۔ اپس میں آپ پچھتا یا غم سوں کھانے

حیا پر کا اڑیا کر سن کو سر پوش ۔ ہوئے اس ہوش کے طبقا فراموش

لکھیا ہے سو انپڑتا ہے ولیکن ۔ رکھتا نیں جیو روئے ہور تپے بن

پڑیا سو شرم کا گوھر نکل کر ۔ دریا غیرت کرا آیا ابل کر

لیے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں ۔ اچائے سواری کے اگ جیباں

کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم ۔ خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم

ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا ۔ وو جا حجرے میں خلوت سوں ہو تنہا

کھڑا ایک پاؤں پر ہو سر کو دھات ۔ لیسار اپنے دو ہت جیو داک کے پات

---

۱ د ۔ ۲ تو بولے ۔ د ۔ ۳ طفلاں ۔ د ۔ طبعاں ۔ ج ۔ ۴ حمیت کے اوچا آگے جیباں ۔

ھ ۔ ۵ ڈال ۔ ج و ھ ۔

منگیا صورت ہماری ہو نے تبدیل — منگیا[1] مورت ہماری ہو نے تبدیل

تھے رحمت کے کھلے اُس دن کو اڑان — ۶۴۰ کھلے تھے فیض کے اس چمن کو اڑان

دعا جیوں تیر ہو اس کی سحر کی — سپر میں ساتوں[2] انبر کے گذر گئی

اجابت کے نشانے پر لگی سو — قبولیت[3] کے نشانے پر لگی سو

ہوا میں مانی کسوت سوں بلبل — ہوئی زاہد کی بیٹی صورت گل

رہی ہے تو تے منج میں درد ناکی — گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی

ہے منج میں[4] تو نے سنبل کے نمن تاب — دو نرگس کے نمن ہے تو تے بے خواب

دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر — کہیا یوں مختصر اس دعا سوں کر

کہوں کیا میں تجھے معلوم ہے سب — مرے سوبخت ہور تیری نطراب

دربیان صور اصلی یافتن بمعجزہ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ شہ ہات میں اپنے

پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکل انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد[5] دیا کر — خزینے[6] دار کوں اپنے بلا کر

[1] خدا کے کام پر نیں تال ہور قبیل۔ ھ۔ [2] سات۔ ھ۔ ج۔ [3] قبولی کے نشانے۔ ھ [4] دھروں میں۔ د۔ [5] یاد آکر۔ د ج۔ یاد لاکر۔ ھ۔ [6] ترت دیں اپنے خازن کوں۔ د۔

کیا، جا اس انگوٹھی کوں لے کر آ — دعا جس میں لکھیں ہیں جیو اثر کا

اگر ممسوخ[1] پر انکوں پھراویں ۶۵۰ — تو صورت میں اول کی پھر کر آویں

دو شہ فرمایا تیوں جا بیگ خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن

انگوٹھی لے، وضو اول پکڑ کر — وہاں تے آیۃ الکرسی کوں پڑ کر[2]

گل و بلبل کوں شہ انگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا

خدا کے فیض سوں جیو اول وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو

یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں — یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں

کہے ہر کوئی دونو کا نجھاموں — کہ یو لیلی اہے ہور وو سو مجنوں

دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر ایسیچ تھے شیریں و فرہاد

مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — گئے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا

دیکھت یو حال شہ ہو بھو دل شاد[3] — لگیا لب کھول ہنسنے پھول کی ناد

تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا ۶۶۰ — کریا شہ شکر کا دو بار سجدا

اول باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتا اہے دو جا سو خاتم

---

[1] مسوخ۔ ج۔ [2] پھڑکر۔ ا۔ [3] ہوکر بہوت شاد۔ ا و ج۔

دونو کوں شاہ پھر دکھلانے کوں جاؤ ۔ کیا چاوا س سوں دونوں کو ملا بجاؤ[1]

مراتب یک بڑا[2] دے کر اسے شاہ ۔ حضوریاں میں اسے جا کا دیا شاہ

صبا اُٹھ شہ کی وو خدمت میں آئے ۔ قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان پادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے بچن یک خوب کہ منج تے
کہ جس سوں دفع غم ہوئے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے[3] باتاں کا فراست ۔ کتا ہے یوں حکایت میں حکایت

کہ یک نس[4] اس حضوری کوں کہیا راج ۔ تو قصہ بول یک مجھ سامنے آج

جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام ۔ کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام

پرت[5] ہور بھوگ کے اچھتا یو دو فن ۔ کہ یو[6] دو لذتاں ہیں تجکوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو ۔ حکایت سوز کا یک یو کہا وو

---

[1] ملا بیاہ۔ [2] وے، بڑا اس کوں کیا۔ ج۔ [3] اہے فہم و فراست۔ د۔ [4] دن۔ ا۔
[5] برہ۔ د۔ [6] اس فن کا ہے تجہ پر حال روشن۔ ج۔

سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اول ۶۷۰ ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل

سہر[1] پ دل کائل اس پر تھا مسلم　　بونداں میہنہ کی دیس تس دل اگما

بزرگی میں سُرج تے محتشم تھا　　اُسے ذریاں[2] سنی اگلا حشم تھا

وو شہ یک دیس مجلس کوں بھر اکر　　جو بیٹھا تخت کے ابرال آ کر

خبر[3] اپڑائے لیا ایسے میں شہ کوں　　کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں

کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش　　پیچھنہ نقش لکھ لایا ہے نقاش

سنیا[4] جوں شہ یکایک چین کا ناؤ　　پڑیا غم میں بھسل کر عیش کا پاؤ

وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگین　　گیا تھا ملک لینے چین کا چھین

خبر[5] نیں آئی تھی کئی دن تے واں کی　　سنی نیں کئی تھی بات اسکی زباں کی

اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں ہلکا　　کہاں بیٹھا ہے[6] لے کر ملک بلکا

سپہ[7] سالار اوپر بدگماں ہو ۶۸۰ اندیشے سوں دیا شہ جیوں کماں ہو

ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں بیس　　کہ جانا ہے لھوا جیو میاں میں بیس

[1] ا۔ مصرعہ اول مؤخر۔ [2] دریا۔ ا۔ ذروں۔ ھ۔ [3] ا مصرعہ اول مؤخر۔ [4] شہنشا جو سنیا سو۔ د
[5] آئی نہ تھی۔ د۔ [6] کی وو۔ د۔ [7] شہنشا سر بسر اس بدگماں ہو۔ ج۔ شہنشا وبھوت اس پر بدگماں ہو۔ ا

جو کوئی پھر پھر کو بدلاوے ہے ایماں | تیراں سار اس کوں کرنا ہور قرباں
جو کئی ایکا ریکس کا ناکرے یاد | فلک جھیلوا سے جیوں زنگ کے ناد
اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر | ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر
حکایت بول کر یک دفعہ کر غم | توں دل سوں ہر سندیو رفع کر غم
اول تے وو سمجھتا تھا حکایت | مناسب سات بولیا یک روایت

حکایت نقل رُوح

حکایت خوب یک شہ کن ہنر مندی سوں ل بولیا وو

سکاتا تھا اسے خوں کے منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں | کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں
کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا | ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا
انتھا وو معتقد جوگیاں سوں دائم | ملے وو خاک کے بھوگیاں سوں دائم
تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری | ۶۹۰ کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری

۱ے تیراں بار۔ج ۔ ۲ے یوں لیایا۔ ۳ے کی لٹی دوڑ۔ ج۔ ۴ے دھرے جوگیاں کے دل میں وو سنداری۔

ستیا تھا دوستی کا یوں وو پایا | سو یک دن ٹیک جوگی کہیں تے آیا
لگا کاناں کوں مندرے ہور چکر لے | نگی یک ہت میں یک ہت میں کھپر لے
ہر یک مندرا سو جیوں سورج چندر تھا | کھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
نگی تو یوں قزح کے سار رنگ دار | کھپر تھا اس کنے خوش دلو کے سار
لگا کر ابر اپ تن اپر خاک | دسیا یوں بھئیں پو جیوں اتریا ہے افلاک
اپے جا کر کوں لیایا شہ بلا اس | لگیا احوال پوچھن بیسلا اس
کہ کاں اچھتے، تمیں کس ٹھار تے آئے | کرم تھا جو درس ہم ناکوں دکھلائے
کیا جوگی کہ اے شاہی کے مانے | ہمیں ہے کون آنے ہور جانے
جو کچھ کرتا سو حق کرتا نہیں ہور | ہے ہات اس کے ہماری ناکی ڈور
بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب | کیا گھی دو دو اس کوں روز راتب
دیکھیا سو شاہ کا جوگی بہوت پیارا | کیا میں بی کروں یک اس پر اپکار

ا؎ اس روش کا شاہ۔ ج۔ ۲؎ سندری۔ ا۔ مندری۔ ھ۔ ۳؎ سندرا۔ ا۔ ۴؎ بینگی۔ ھ
د۔ میں مصرعہ اول موخر۔ ۵؎ عالی' د۔ ۶؎ جیوں دلو خالی د ۷؎ اپیا جا شاہ لایا گھر بلا۔ د۔
۸؎ زہے طالع کرم جو منج پو فرمائے۔ د (اصل) کرم تھا یو جو درسن ہمنے۔ ا۔ ۹؎ سائیں د و ا۔ ۱۰؎ نیں کرتا
بن ہور۔ د۔ ۱۱؎ گھیو۔ ا و ھ۔ ۱۲؎ سوں۔ د۔

ہنر سکھلایا یک کاڑ کر بید — انتھا جس میں جو نقل روح کا بھید

منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا — منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا

وزیر اس شاہ کن تھا ایک کامل — ہر یک تدبیر میں[1] تھا بہوت فاضل

قضارا اس دناں میں یک کبل کام — کھڑا سو یک آیا دے سر انجام

کیا شہ اس پہ ہو کر بہوت خوش حال — جو کچھ منگتا سو منگ اے نیک اعمال

دو پھر یوں شہ سوں بولیا سیں ہیا دھر — تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر

کرم بخشی توں اتنی لئی کریا ہے — منگوں کیا تیری دولت[2] سب بھریا ہے

ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے — جو نقل روح ازمانے سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم ۱۰ — نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم

ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان — نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان

نظر رک مجہ کمینے کے اپر شاہ — عجب نیں ہے کریں تو اس سوں آگاہ

سنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات — لگیا اندیشنے لاگال کوں ہات

کیا ہیں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں — دیئے تیوں ہے موں جانب شاکے پانوں

---

۱ ہنر۔ د۔ ۲ تے۔ ا۔

زمیں پرواں کی بستے تھے چرندے — گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے

لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا — ستاریاں سوں چندر بادل نیں بیٹھیا

ہوس کا درس از بر کرن ہارے — سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے

کتیاں کی ہیٹ تے جھولاں کو کاڑے — چیتیاں کے گل تے دیتے کھول ناڑے

سیہ گوشان کی تختیاں بی اتارے — چرندیاں میں اچانے کوں دھولارے

ہرن چیتیں چکاریاں کوں کرن جوڑ ۴۰، لگاوے ٹھونک پیٹاں وین ہوئی دوڑ

چیتے دکھلا کے اپس کر غلولے — پڑے ہرناں پہ ہو تو پاں کے گولے

سیہ گوشیاں کوں دیکہ وحشی سیہ گوش — ہوئے بے ہوش، کر ہوشاں فراموش

کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں — اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں

سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں — کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں

چیتے سب تن کے پیکیاں سانت کالے — دسے یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے

یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے — ہلوں نزدیک چھپتے دشت جیوں آئے

۱؎ چیتیاں - د - ۲؎ چیتلاں ا و ھ - ۳؎ د میں یہ مصرعہ اس طرح ہے :- کیے ایک دھرتے ہوشاں سب فراموش - ۴؎ چیتے تن پر کے - ا - ۵؎ چلتے جیو جنتی - د -

کُتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں — پچرندیاں کے تھے چنگل کی درانتیاں

ہر یک اونچی نوانیاں میں یک بھار — جنگل کے وحشیاں کوں یوں سٹے مار

لگی بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب — زمیں لہو سوں چکڑ ہوئی جا تھاں سب

پڑے دیکھ جانور بھیں کے اپڑ واٹ ۵۰، — حمل نہا بٹیا پکڑ اسمان کی باٹ

بچالے کر اپس کوں اس کھڑتے — پچھپی پاتال میں جا گا ڈرتے

ہوا پر دیکھتے[1] پنکھیاں کے زوریاں — چکائے پانوں تے بازاں کے ڈوریاں

ہوس ناکاں دیکھا کر اپنے انداز — کیئے چمکار کر بازاں[2] کو پرواز

کلہ انکھیاں پو تے بحریاں کی کاڑے — کنک[3] ہوسیاں جو تھے اس فن میں گاڑے

یونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے — چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے

ترمتیاں ہور شکریاں بلکہ جھٹ پٹ — ہوئے جا کر پنکھیاں کے سالٹ[4] پٹ

ہلوں پنکھیاں کے دکھلا دور تے موں — اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں

وو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال — دعا جیوں کاملاں کی جاو اپڑاں

زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سوں وو مل — قضا جیوں آسماں تے ہوئے نازل

۱ے دیکھنے د و ل۔ ۲ے باشاں۔ ج و ھ۔ ۳ے پنکھیاں میں یک طرف تے شور پاڑے۔ د۔ ۴ے جہٹ۔ ج۔

سنے پر نوک دھر پنکھاں منے ڈھانپ ۶۰؎ لگے سٹنے گگلے جنگل ستی چانپ

پنکھیاں کے باؤ ہور پنکھیاں کے لہو سوں   دسیا مہوں ہو ربار اہو کہ سب کوں

ہما دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں   رہیا کس کی نظر نا پر کو ڈر سوں

دیکھت مرغاں کوں ساری سو بھاگے نے   چھپا سیمرغ جا کہ قاف میانے

ہوا واں کا پرندیاں سات کر صاف   زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف

ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب   پھرا واں تے لے شاہی کے مراتب

کریا سو آخر اپنا کام تقدیر   پڑیا شہ یک دِھر ہور لشکر یک دھر طرف

پڑیا شہ ایک دِھر ہور لشکر یک دھر   قضا کیسی کھڑی دیکھو تب اُس سر

وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن گئی   زحل بن اُس نہ تھا، اس ماہ کن گئی

یکایک دیکھتا ہے باٹ میں تو   پڑیا ہے یک ہرن جیوں آپنا کھو

رہیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی ۶۶؎   نہ تھی کچ تن منے دم کی ابیالی

ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا   تتی ساری تھی اَما تیل نیں تھا

۱؎ پونچ۔ ھ۔ ۲؎ ٹٹنی۔ا و ھ۔ ۳؎ کا۔ ج۔ ۴؎ کیا۔ د۔ ۵؎ ایسا۔ ا

۶؎ اَبالی۔ ج۔ الہالی۔ د۔ ابھالی۔ ا۔ ۷؎ تن۔ د۔ عہ وعلہ۔ د۔

گیا شہ تن سٹ آپنا اس منے جانوں — ہنر کیا ہے سو بارے آج ازماؤں

جنگل پکڑاؤں ٹک ہرناں کوں بارے — پھروں لے پیٹ سو ہرنیاں کو سارے

ہر یک جا آہواں کوں دیکھ کہساؤں — غزالاں کوں اپس کا زور دکھلاؤں

ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا — اپس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا

ہرن ہو کر چلیا جوں پیر کوں شاہ — چلیا پھرنے کوں جوں آسماں وو ماہ

وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں — سو کھن جیو کے اس پیرہن کوں

اُسس اس سلطنت کا دل میں آیا — حکومت کا ہوس اس دل میں آیا

ولی نعمت پو اپنے ہو بد اندیش — بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش

نہ باقی رکھ کہ ذرہ کچ جد میں ۸۰ — سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں

مبارک تن میں شہ کے یوں وو آیا — سونے کے جام میں جیوں زہر بایا

جسد اپنا کھرگ سوں توڑ کر سٹ — ہرن کر شاہ کوں شاہی کیا چٹ

جو سورات آکہ اس کے دل میں وو اتی — مروت کی سٹیا انکھیاں میں ماٹی

۱ے دیکھکر جیوں شہ کوں آیا۔ د۔ ۲ے ہرن کے تن میں اپنا جیو۔ د۔ ۳ے اچھلنا جوں بیلیا شاہ

د۔ ۴ے میدان۔ د۔ ۵ے کوں جو پایا۔ د۔ ۶ے ہوس اس سلطنت کا دل میں آیا۔ د۔ ۷ے تل۔ ا

نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ — نمک کھا کر نمک داں کوں سٹیا پھوڑ

وفاداری کی سٹ[1] دل تے صفائی — کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی

چڑیا[2] سو ہات شہ کا پاک تن وو — سلیماں ہو چلاویں اہرمن دو

وو مکار اس سند سوں سلطنت لے — ہلوں ویں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وہ بد گہر واں تے محل میں شہ کی رانی کن

سمج اس کی خصالت کوں[3] نھنی ایس رانی

نھنی رانی شاہ کوں یک سنو تھی ناں — چندر سورج کدیں دیکھے نہ تھے چھاں

نہیں پکڑی نھنی وو گھر کی کدیں باٹ — نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر باٹ

کدیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جائے — ۹۰ دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرمائے

کدیں پیوے کنگوئی جو کھولنے بال — نمونا ہے کہ پنچھے کا دیوے ڈال

کدیں نرگس جو پڑتی نھنی نین تل — ایس کے کھینچتی نھنی مکھ پر آنچل

---

[1] بسر اپکار دے۔ د۔ [2] مبارک تن جو ہات اس کے چڑیا سو د [3] وو" د۔ یہاں جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔

سدا شاکر تھی اس کی گت پو بیبیاں ۔۔۔ سنواں کھاتی تھی اُسکی ست پو بیبیاں

ووست کی سنونتی او نار ناری ۔۔۔ سنتیاں کا مان ست سوں رکھنے ہاری

جو دیکھی وو چلنت[۱] ہور اسکی وو چال ۔۔۔ کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال

کہ لگتا ہے متج وو شاہ یو نیں ۔۔۔ سنبھالوں بار مشکل ہے تلک میں

ہنیں وو خوب جو ہونا پشیماں ۔۔۔ سنبھالے[۲] کوئی دن تو کیا نقصاں

وو کرنے[۳] کوں جو آوے سیج پر چال ۔۔۔ ہنر سوں دیوے سنونتی اُسے ٹال

غرض مندی کے لے آوے تو وو فن ۔۔۔ کرے بھلانے سوں دفع الوقت وو دہن

چڑیا سو دن یو دن میں برہ کا بھا ۔۔ ھ ۔۔۔ اسے دکھلائی اپس یں کر کو بیمار

نہ دی ووست پھری کس بات کوں راہ ۔۔۔ پڑی برہے میں تس دن کھینچتی آہ

تھی[۴] آپس میں اپے روتی وتپتی ۔۔۔ رہی تر جیو ہو اس جیو کوں جلتی

لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات ۔۔۔ سنویاں تے کتا[۵] ہوں جیو کی بات

۱؎ چلنت ۔ ج و ھ ۔ ۲؎ سنبھالے گر تو کیا اس میں ہے ۔ ج و ھ ۔ ۳؎ سونے ۔ ھ ۔ ۴؎ اپس میں آپ دہی ۔ د ۔ ۵؎ کہوں اس شاہ کی ۔ ھ ۔

ہرن کا طیر ہو کر شہ اڑیا اپنے محل پر چیوں
پھر یک تدبیر سیتی وو دکھایا شکل انسانی

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا
رہیا تھا سب کسی سوں ہو[1] آ بھولا

ہرن کے تن میں شہ کا جیو تھا یوں
جو مشک اچھتا اہے نافے منے جوں

دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے
گھٹے خونے جگر نافے کے نمنے
خونِ جگر

جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپھی
بجکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپھی
بدکتا

جو غم جس وقت دل میں یاد آوے
ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے

نہ کر سکے درد دل کس سات ظاہر
غصے سوں ہر گھڑی وو شاہ صابر

بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کوئی
دریغی سوں کہے یوں دل میں رووے

خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی باٹ
گیا ہے جن جنگل میں یوں کلا کاٹ

دیکھو اول وو کیوں خوبی سوں پیش آیا
برائی دل میں ستی کیوں اندیشیا

کرا اول کرم مجہ سوں دوستی کوں
کیا مجہ سرد آخر دشمنی سوں

سمج نیں تھا بلا یوں لا کو[2] بجاگا
ڈالے گا
بلا میں بجا دغا یاں وے کوں جاگا
جانے گا

۱ ابولا۔ ا۔ ۲ باگا۔ ا۔ عہ ھ

بہرحال اس سند چند روز تھا شاہ ۔۔۔ سو دیکھا رہ[1] میں یک طوطے کوں ناگاہ

نہ ہلتا ہے نہ چلتا ہے موا تھا ۔۔۔ تمام اڑنے سوں کام اسکا ہوا تھا

دیکھ اس شہ دل میں لایا ہے یو خوب ۔۔۔ کہ طوطے سوں کروں میں اپنے منسوب

جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود ۔۔۔ مرا اس کام میں ہیگی[2] اچھے سود

گُندا (گوندہ) اپنے دل منے اس بات کا ہار ۔۔۔ مدن کے نادراواں کا ہوا سار

جُدا ایک زندگانی کا کیا ست ۔۔۔ ۸۲۰ خضر کے ناو کیتا (طوطا) سبز کسوت

کر اپنی روح کا طوطی پہ سایا ۔۔۔ زمرد کے نوے پنجرے میں آیا[3]

پھر اگر بھیس آہو کا، ہو کر[4] طیر ۔۔۔ یکایک وہیں اڑا سو وو سبک سیر

شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر ۔۔۔ پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور (جانوز)

اسی کے گھر کے جا اپرال اتریا ۔۔۔ وہیں باتاں منے[5] در حال اتریا

شکاری دیکھ پکڑنے کوں بیجد ہو ۔۔۔ لگیا کرنے کوں پھاندا مستعد وو

ترت راواں خیال اس کا سمجھ کر ۔۔۔ اچا گردن، مونڈی (پھندا) (منڈی) کوں اپنی کج کر

---

[1] شہ موئے طوطے۔ ا۔ [2] شاید۔ د ۔ [3] بھایا۔ ا۔ وھ۔ [4] ہوکر۔ د۔ [5] میں وو۔ ا

کیا[1] یوں وو اپس کے راز کوں کھول — اٹھایوں وو بلند آواز سوں بول

کہ اے پنجرے ہمار نت ڈھونڈن ہار — ہمن ایسیاں کے اے نس دن طلب گار

پکڑنے کے بدل چیلیاں سوں مج کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں

سنم آیا ہوں تیرے دام میں یں ۴۳۰ — آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں یں

ولیکن بیچ توں منج شاہ کے پاس — دو ٹک[2] ہن میں نہ دے گر کم ہو یک کاس

کر ایسا شرط اوو اس سیتی ہر حال — کیا اپ سوں حوالے اسکو در حال

بچارا[3] او وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اسکے تن میں جان آیا

شتابی سوں لجا اس شاہ کوں دے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے

شکر[4] ایسی وو سن راوین کی گفتار — رھیا[5] حیران ہو وو شاہ مکار

مٹھی باناں سوں سکا رکھ مٹھوناؤں — رکھیا اس[6] ستوں تی رہتی تھی جس ٹھاؤں

شکر کی ایس چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا

انتھا چند روز یاراں وو راواں — دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

---

[1] مصرعہ اولی موخر ہے۔ د۔ [2] نہ دے یک ٹک میں گر یک کم ہوئے۔ د۔ [3] ھ۔

[4] شکر ایسا سن اس راوین کی گفتار۔ ا۔ [5] تعجب ہور ھیا وو۔ د۔ [6] وو۔ د۔

کتک دن کئے بچھیں فرصت جو پاکر	زباں آہستہ نرمی سوں اچا کر
کہیا اس دن ہاں یوں اے سروِ آزاد	۸۴۰ جوانی کا ہوا کے رنگ[۱] برباد
ہوا کے، خم بنفشہ کے نمن قد	جو کرتا تھا سدا اٹے[۲] سروکوں رد
کلی کے ناد دل کے ہے تراتنگ	گلِ سوری نمن کے زرد[۳] ہے رنگ
رھیا نیں زلف کے سنبل کرا تاب	گیا رخسار کے کئے پھول کا آب
لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر	ہوا کے غم سوں گل کر دل ترا نیر
ترے دو نین کے دستے ہیں بایاں	پڑے کئے مہ کے نمنے مکھ پو چھایاں
جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ	دیتی پھیر کر جواب اس وقت[۴] ٹھا وو ماہ
کہ سب عالم او پر روشن ہے یو بات	دیوانیں سو سہاوے کس سندرات
جو نیں جس کے اچھے گاموں میں تنبول	وو کیوں کر خوب دستا موں ستوں بول
جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم	کیوں اچھتا، تو بخ اسکا بول عالم
برہ میں جیو دینا بھوت آساں	۸۵۰ ہے جینا پیو بن مشکل گکر جان
پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں	محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

۱۔ باغ۔ د۔ ۲۔ سرواں کے تئیں۔ د۔ ۳۔ ہے ترا۔ د۔ ۴۔ میں کچ۔ د۔

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں — ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں"

جو طوطی فاتم اس ناری[1] میں دیکھیا — محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو مونیاں کے اپسے ڈھال کر ڈھال — لکھیا سب[2] اس کے دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن[3] — لگیا اس آئے تیوں پھر تن میں جیو

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں — لگیا اس آئے تیوں پھر کر سلیماں

عجب کچہ دیس راحت کا اہے وو — بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے دو

ہنر یعنی اپس کے نفع کا پوچ[5] — یعنی تدبیر اس کے دفع کا پوچ

کہا طوطا[6] وو یوں اس سٹ بھری سول — حیا کے آسماں کی مشتری سول

جو آوے کاتر کے کن وو نلا جاے[7] — ۸۶۰ اسوں یوں[8] بول نیچ توں دورا جا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں ہر چن — کہ دھرتا تھا وو نقلی روح کا فن

منجے[9] گا ہے دکھیا تا تھا وو عاقل — دیکھا اس فن میں گر یو ہے[10] تو کامل

دکھانے گر ہنر آئیگا تو کا فر — موئی قمری کوں اس کے سامنے دھر

---

[1] بارے میں۔ د۔ [2] کھول۔ د۔ [3] داماں۔ ا۔ [4] منے جان۔ ا۔ [5] بوج۔ د و ا۔ [6] کہیا طوطے نے یوں۔ د۔ [7] اعانی۔ د۔ [8] کہہ نیں ہے توں وو شنا گیانی۔ د۔ [9] دکھتا تا تھا مجے گر گہ وو دانا۔ د و ھ۔ [10] توانا۔ د و ھ۔

کرے[1] جب روح کوں ناہو تیوں فام　　وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام

حرم میں یک دن آیا سو وو کول　　سکی[2] تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول

اچھل پڑ کر کہا جھٹ[3] اپرآ　　توں کیوں منج آزماتی ہے سوا زما

موئی قمری کوں لیا کر درمیانے　　متی ستے ہیں جیوں کئی آزمانے

ہنر کا اپنے دکھلانے کے[4] تیں زور　　سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور

وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھا　　جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا

ترت[5] جیو کوں ایس اکھے اس میں پاڑیا　　پکڑ کر ٹانگ قمری کی پچھاڑیا

سلیماں کے نمن پھر[6] تخت بیٹھیا　　خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا

کھڑیا سوں دکھ سراسر کھول کر موں　　کریا اظہار اپنا حال سب سوں

دنیا پھر کر کری ساز عروسی　　لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی

یکایک[7] کئی وزیر ایسے منے آ　　اول مدح و ثنا شہ کا بجالا

---

[1] کہ اس کی - ج۔ [2] سکی تھی تیوں سکی اس سوں۔ ا۔ [3] محبت منے آ۔ ا۔

[4] دکھانے کوں ہنر کا آپنے۔ د۔ [5] اس کا جیو در حال۔ ا و ج۔ [6] ہو۔ ا۔

[7] ندیم ایسے منے یک شاہ کا آ۔ د و ھ۔

کیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع	گیا بدبخت وو یوں ہو کہ ضایع
جوں یک شہ مُغل کوں کئی عورت کیے اِبرا اِل	ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کیے پامال
یو سن کر بات شہ اس دھیر کر رُخ	اسے یوں پھر کو پوچھیا شاہ فرخ
بھولیا عورت پو وو کوتا دِپن کیوں	گنوایا ہات سوں اپنے نگیں کیوں
قصا سُنّے پو ہے کر شاہ کا من	لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

بھولا، کر کوئی، بھولا، قِصّہ، سامنے

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت ... وو ایسے حسن کا لیاتا عبارت

داستان سمن بر[1]

صفت دلبر سمن بر کی ہمایوں تھا فدا جس پر
کہ جس کے حسن و خوبی کی ثنا کرتے تھے مالتانی؟

کر نہارا وو جیباں سات تقریر	پرت کی بات یوں کرتا ہے تحریر
کہ یک کوئی شاہ تھا اول عجم میں	انتھا مشہور حاتم سوں کرم میں
خجل تھا اس سخاوت کے انگے سو	انتھا بخشش انگے شرمندہ سمارور

[1] عنوان از ۔ ا ۔

جو کھولے وان سوں جب ہات دانی | ابھالاں رشک سوں ہوتے تھے پانی
کرم میں شاہ کا دیکھ گرم[1] بازو | دھریں[2] سر بھوئیں لہو کی آترازو
اپتا کچہ تھا سکت ان سخت ور کوں | کرم سوں موم کرتا تھا پتھر کوں
کرم کا گرم تھا بازار اس سوں | دھرم کا تازہ تھا گلزار اس سوں
اتھی اس بادشہ کوں ایک بیٹی | سو لکھن بھاگ ونتی[3] نیک بیٹی
کہے کیوں کوئی اس کوں نیک دختر | نہ تھی دختر اتھی یک نیک اختر
نہ تھی دختر ارم کی یک پری تھی ۸۹۰ | پری نیں تھی گگن کی مشتری تھی
نہیں تھی مشتری تھی نازنیں حور | نہیں تھی حور سر تے پانوں لگ نور
صفت کرتے تھے ہر یک کوئی اما | ولیکن حسن تھا اس کا معمّا
کتک اس چلبلی کے دیکھ کنتل | لگاتے تھے چراغاں ہو مشعل
کتک کرتے[4] اتھے دیکھ اسکے رخ کوں | ایس میں آپ پست[5] ہوسی غم شیاں سوں
نین ہور بال اس کے دیکھ کتنے جان | برشگالی کے حل کرتے تھے سامان

---

[1] زور۔ ج۔ [2] کریں کرتش لہوے کی آترازو۔ د۔ [3] سہتی۔ د۔ نیتی۔ ا۔ [4] گرتے تھے دیکھ اس کے بھنواں کوں۔ د۔ [5] دسبوسی۔ ا۔

نظر پڑتی تھی جو نا سک سندر کی — تو جاتی تھی سُد اُڑ ہر یک بھنور کی

کتے تھے اس کے لب ہر کُئی نجھا کر — یو وو ہے جس گیا ڈھنڈ نے سکندر

جو کُئی باتاں سنے سو اس سندر کی — سٹے بھاراں بنگالے کی شکر کی

گلا جو کُئی سنے سو اُس سُہن کا — ہوس کرتے نہ تھے پھر نے چمن کا

ہنسی میں رین کوں آتی تو وو دھن ..۹ — کتے[۱] موتی پروتے اس کے سامن

کتیاں کرتیاں انتھیاں اس رخ منے ڈیک — لگا[۲] کاجل کوں سوگی کر سیدھی ریک

کتک اس دھن کے موں کے سامنے آ — دیکھیں مانگاں کوں پیشانی پہ بسلا

سُنے[۳] سو وصف جوبن کے پھلارے — ہنر میں یک ہنر اپنا پسارے

پچھانے گا وہی اس کی کمر کوں — دیکھیا ہے جو جوانی کی نظر سوں

کمر ہور چال دیکھ ہر یک کُئی کے — کہ دو ضد مل کو کیوں یک ٹھار پیر رہے

کتے تھے دیکھ کر ہر کوئی وو قد — ہوا ہے جس سوں سحر سامری رد

---

۱ سفر۔ ج و ا۔ سٹے راہاں بنگالے کے سفر کی۔ ھ۔ [۱] پروتیاں تھیاں کتیاں ل

پوت ...... ا۔ سکھیاں موتی پرو بیوں اسی چھن۔ ھ۔ [۲] لگا کاجل کو سوگی کے سدی ریک

ا۔ [۳] صفت سن اس کے جوبن کی پھلارے پہ رکھے گندتے تھے گینداں ہاتھ مارے۔ ھ۔

چرن نازک ہر یک کوئی اس کے دیکھ کر
لگانے جاتے تھے لے اپنے سر پر

گر آوے نیر کن وو نس کوں بھرتی
تو کھلتے تھے کنول سب ایک دھرتی

سو دھن کی یاد کر ناسک کوں پھر پھر
بھنور بیتاب ہو پڑتے تھے گر گر

سو لکھن[1] ناؤں اس کا تھا سمن بر ۹۱۰
اتھا اس زلف سوں عنبر[2] معطر

جو تھا مکھ نور بے اندازہ اس کا
پڑیا شہرے شہر آواز اس کا

دیا سو نور اس کا سور کوں نور
ہوئی یو بات ملکے ملک مشہور

سنے یو بات لوگاں جو کدھن کے
جو تھے پور بیت جھیم[3] انتر دکھن کے

بیاں عشق کے ہمایوں کا ہے اس معشوق سے ملیا یکن کا روپ یک دیکھ کر ہوئے سو عاشق جانی

کتے یک مصر[4] کا تھا شاہزادہ
اتھا صورت میں یوسف سوں زیادہ

نزاکت میں رخ اس کا تھا جو یک پھول
دو ملکے پھول تے تھا خوب مقبول

مکھ[5] اس کا تھا لگا[6] جیوں شمع خوباں
تھے پروانے تس اوپر جمع خوباں

---

۱ مبارک۔ د۔ ۲ سنبل۔ ج۔ ۳ بچھیں اتر و میں کے۔ ج۔ ۴ میں۔ د۔ ۵ کہتے تھے مکھ کوں اسکے شمع خوباں۔ ھ۔ ۶ ٹیکا۔ د و ا۔

صفت اس مکھ کی کرنے کو کسے حد
بلند تعریف سوں تھا وہ بلند قد

اُسوں تھی نت سرگ کی کارسازی
اسوں تھی سرو کی جم سرفرازی

ہر یک کئی دیکھ بھواں کی اسکی تقطیع
کہے خوبی کے فرماں کا ہے توقیع

دسیا سو اس کے مکھ پر تازہ ریحاں
۹۲۰ لگیا ریحان دیک اس ریحاں کوں ریحاں

خدا اس کوں دیا تھا خط میں توفیق
کیا تھا خط سوں اپنے نسخ تعلیق

دیکھت وو خط ہوا سب پر محقق
لکھیا ہے صنع کار اللہ محقق

کہے ہر کوئی دیکھ اس خط و رخ کوں
زمیں پر چاند اترا ہے کھلے سوں

سہاتا تھا اسے یوں مکھ اپر خط
مگر کیا حسن کوں دیتے ہیں سر خط

جوانی کے چمن میں تازہ و تر
دمیاں تھا تازگی کا سبزہ یکسر

وو سبزہ لب اپر اس کے دسے یوں
خضر چشمے کنے بیٹھا اہے جوں

سیاہی یوں دِکھے اس اُدھر پر
کہ جیوں بیٹھیاں ہیں چمٹیاں آ شکر پر

تھے دل کے نین اس خط سوں روشن
جگت تھا تس کے فرخ رُخ سوں گلشن

نین وو ثلث کے تھے عین جیوں صاد
دیکھ اس ناک سک الف آنا تھا یاد

لے کاتب۔ ی۔ ے دسے۔ د و ا۔

دہن میں سین تھا ہور لب نتھالے ۹۳۰ علامت حسن کی تھی اس میں سب لیے

سنیا وو جان جیوں اس نار کی بات
سو آیا دیکھنا کر دل میں سو رات

جو آئی اس صفت کے پھول کی باس
لگیا تس دیکھنے کا دل کوں وسواس
خواہش

اچاہتا دل سو اس چوسار کا ویس[1]
چلیا ماں باپ سوں ہور پار کا دیس

دیا سٹ مال و دہن اس دہن کی خاطر
خراب اپسے کیا اس دہن کی خاطر

مسافر ہو پرت کا گھر سوں نکلیا
برہ وندی کے بگی[2] در سوں نکلیا

نکر فاش آپنا کس دھیر و وراز
غریبی سات غربت کا کریا ساز

کری سو جوش دل میں عشق کی آگ
ہو[3] وینا گی لیا سر اپنے وینا گ

پرت کی لوٹ انگے ناچل کو چارا
چلیا ماٹی اڑاتا ہو کو بارا

نہیں کر وصل کا اس باج تدبیر
کیا رخ اس سندر کے ملک کے دھیر

مشقت سوں کتک نس دن چلیا سو ۹۴۰ بہرحال انپڑیا اس شہر کوں وو

وہاں جو دیکھتا ہے تو ہر یک ٹھاں
ہوا ہے عاشقاں سوں شہر گلزار

کتک رخسار کوں اس دہن کے لا دھیان
دھیان لا کر
کریں ہیں پھول کے نمنے گریبان

[1] اچاہتا۔ ج۔ اچاتیا۔ ا۔ اچاٹا۔ ھ۔ [2] نہ کی۔ د نسخہ۔ بروا ندے کے نہ کی۔ ا۔ [3] سو۔ د نسخہ۔

کتک سوسن کے نمنے کر اُبڑ مول ― صفت کرتے ہیں اس کا سوزباں سوں
کتک کر یاد اس دھن کے دہن کوں ― کلی کے ناد رہے تھتے مونڈلے موں
کتک اس دھن کے قد کوں ملیں کر یاد ― کھڑے ہیں پانوں پر یک سرو کے نا
کتک بلبل نمن کر سُدفراموش ― ہوئے ہیں ہجر کے غم سوں سیہ پوش
کتک دھر دل میں اس غبغب کرا شوق ― سٹے ہیں گل میں قمری کے نمن طوق
کتک لے نا امیدی کا نپٹ درد ― گئے تھتے دم کو اپنے باد تے سرد
نہ رک سکا ان بی دل میں عشق کا سوز ― محل کن اس کے جاتا تھا شب و روز
ادک بیزار ہو جینے سوں اپنے ― ۹۵۰ جلے دل ہور جلے سینے سوں اپنے
صبا ٹ سوز سوں جالے گگن کوں ― اڑاوے آہ کی چنگیاں رین کوں
نین تے کالوے لہو کے بہاوے ― شفق کے ناد کر دامن دیکھاوے
کہے نت یوں اے میرے بخت کے سور ― اچھوں کو لگ دیسے نین کوں نور
گگن تے حسن کے جوں چاند بھار آ ― نین تے دور کر میرے اندھارا
چندر ایسا سندر دیکھلا کو رخسار ― نظر سوں دور کر توں میری اندکار

ے نمن کر دھن کد حسن۔ ج و ھ

کتک دن یوں ہاں روتا اچھے جا   نین پانی سوں مکھ دھوتا اچھے جا

جو طالع اس کوں دیکھے کھول کر انگ   وو چنچل[1] ایک نس دیکھی اسے جھانگ

ادھر تے ان بی دیکھیا سو یکایک   ہوئے بیتاب دو نوں دل ندرک (رکھ) سک

دو و دِھر تے تیر نکلیا سو نظر سوں   گئے ہو صاف سیناں کے سپر سوں

نظر آر و بر و جس تل سوں باندے ۹۶۰ پڑے جادو و نو بی یکبار ماندے

نجھا آہستہ گھنگٹ (گھونگٹ) کھول اس کوں   اٹھی دھن ناز سوں یو بول اس کوں

کہ تون[2] کاں کا ہے آیا کاں تے اس ٹھار (ڈر)   اچالے عاشقی کا سر اپر بھار

نہیں ہے خوب یوں اس ٹھار آنا   اپس کوں سب میں رسوا کر دکھانا

سنیگے گر میرے ماں باپ یو بات   روا رک سے نہ تجہ نامنج کوں کسی دھات

بچا لے[3] جا اپس اس ٹھار تے توں   ہو فارغ اس بلا کے بھار تے توں"

دیکھی عاشق کو اس دھاتوں سوں کس کر   پرت کی دھات کی باتوں (بوجھ) سوں کس کر

کسے بن بھی سمجھ ہوتا نہیں زر   سمجھ ہوئے بھی اس کسنا ہے بہتر

زباں سوں بولتی تھی گرچہ اس دھات   ولے نیں دی سمجھنے جیو کی بات

---

[1] سو دھن اٹ نازسوں۔ د۔ [2] کدھر تے کون تو۔ د۔ [3] بنجا۔ ا۔

سمجنے اس نہ دی، اپیں سنبھالی		ولے دل میں اتھی اس تے اتالی

یوبات اس تے سنیا جیو وو پریشاں	۹۰۰	لگی موت اس کے آنگے بھوت آساں

دل ازمانے کوں جو اس کا وو دھن آئی		چھپا کر رخ پو کاتل زلف دکھلائی

دسیا وو یوں کہ کرنے جیو آساں		خنجر کوں ناز کے جانوں دیتی ساں

لگیا وو یوں اسے جو مرغ دل کا		بغیر دانا پڑے جیوں دام میں جا

کری سو نازسوں ٹک بات وو دھن		ہلوں دیکھ اس کو ویں تھرکاتی نین

یو باتاں جیوں سنا وو لاابالی		ہوا رنگ زعفرانی جا گلالی

کیا اے موہنی آ عشق تیرا		دیا ہے دل میں میرے جب تے ڈیرا

نپٹ دی ہے منجے بے قوتی ہات		صبوری کی چھٹی ہے ہات تے نات

پرت تیرا ہوا ہے مجھ سوں لٹ پٹ		لیا و یتاگ سر راحت دیا سٹ

لگیا سو بار منج تیری پرت کا		پڑیا ٹٹ گرستوں دل کی سکت کا

ہے میرا باپ گرچہ مصر کا راج	۹۰۰	ولے انکھیاں مری ہیں رو دنیل آج

مرا توناؤں ہے گرچہ ہمایوں		ولے برہے سوں تیرے دل ہے پرخوں

---

[1] نقوکائی ۔ ۱

سنی تھی نانوں ووا دل سوں ناری　　سچ کر بھی لگائی چھپ[1] سو نیاری

کیا منج حسن تیرا غائبانا　　کیا دل سوز میں سٹ کر دوانا

ستم تیرے بدل ملک آپنا چھوڑ　　رھیا ہوں زندگانی سوں بی مکھ موڑ

کہی توں یک چمن کا ہے جدا[2] پھول　　میں یک بن کی کلی کنولی ہوں مقبول

تو نا محرم اہے میں ہوں حرم کی　　اہے تو مصر کا میں ہوں عجم کی

اہے یک برج کا توں سور جوتی　　ہوں میں یک برج کی سو ڈھال موتی

تری سچ ہے مگر کیوں بات جانوں　　سچا عاشق ہے کر تج کیوں پچھانوں

سمجنا کیوں چندر ہے یا ہے[3] تارا　　پرت میں[4] کیا توں آ وھا ہے کہ سارا

کتے عاشق نہیں سو چپ کیے آتے　　۹۹۰　طبل کے ناد خالی شور او چاتے"

سنیا سو ہوش سٹ پھر ہوش میں آ　　کہا اس دھن سوں یوں پھر کر سوں اکھا

جو کئی مالک اہے تجہ صاف دل کا　　جو کئی خالق اہے مجہ آب و گل کا

جو کئی صانع[5] جو تیرا رخ کیا گل　　جو کئی ناظر[6] جو کتیا مجکوں بلبل

---

[1] چپ سوں باری۔ د۔ یاری۔ ا۔ [2] نجھل۔ د۔ [3] کہ مہ یا ہے۔ د۔ [4] کے فن میں

د۔ [5] اول۔ ا د ج و ھ۔ [6] آخر۔ ج۔

جو کُئی قادر[1] دیا تجہ زلف کوں تاب
جو کُئی قاہر کیا[2] سو مجکوں بیتاب

جو کُئی محسن جو تجکوں حسن دیتا
جو کُئی ناظر جو عاشق مجکوں کیتا

جو کُئی باعث جو لایا منج ترے پاس
جو کُئی صابر جو لیتا[3] یا وصل کا آس

ہے شاہد وو کہ میری جھوٹ نیں بات
پرت میں دل سوں لایا ہوں ترے سات

ایس کا ہے اگر منج جان لے توں
مری اس بات کوں سچ مان لے توں

نچھل ہوں منج ہیں ذرہ غل وغش نیں
کہ تیرا عاشق جاں باز ہوں میں"

دیکھ[4] اس میں عشق کے چالے وو بالی ... اتر کر[5] آہلوں سینے سوں لالی

ہر یک[6] میں کاں جو ہے ایسے وو چالے
پرت کے سر بسر دیکھ اس میں حالے

سچا عاشق ہے کر اپنا پچھانی
اپے بی ہوئی دیوانے کی دیوانی

جگت سوں اس کے نمنے پار کی ہوئی
انے بی یار نی اس یار کی ہوئی

سکھیاں سوں[7] اپنے تو یکبار گی ہوئی
اپے بی یار نی اس یار کی ہوئی

ارم کی اس پری کی نس پرے سوں
گمت ہونے لگیا کیں آسرے سوں

---

[1] قابض ۔ ا و ج ۔ [2] جو کیتا ۔ ج ۔ [3] دیا مجہ ۔ د ۔ [4] دیکھی سو اس میں یو ۔ ج ۔ [5] لگی رونے کوں سر ۔ د ۔ [6] د ۔ [7] اس کے نمنے یار ۔ ا ۔ [8] پری سوں تس پری کوں ۔ ج ۔

ولے معلوم نیں تھا کس کے[۱] تئیں کچ ۔۔۔ کہ گئی[۲] پکڑیا ہے اس بالی کے دو کچ

نہیں یوجی تھی کوئی دیتا ہوں گرگر ۔۔۔ دغا دے کر دیا سو ان[۳] اُسے کر

نہیں دیکھے تھے گئی دھن کا[۳] ہوئی ہا ۔۔۔ وو پایا تھا گلے میں بانھو کے ہار

سُنے کی ہے کہ تیلی دیکھنے گن ۔۔۔ کسوٹی یو کیتیا[۴] سو سیج کی پر اُن

نہیں سمجی تھی گئی کیوں گرگشتیا[۵] سو ۔۱۰۱ پرت کی مجہ پہ خلوت میں گھنیا[۶] سو

اگرچہ ظاہرا دستے تھے تن دو ۔۔۔ ولے باطن میں تھے مل ایک دل ہو

کتک دن تھے یکس پر ایک بند خیال ۔۔۔ یکس کے ایک تھے درسن پہ خوش حال

چلے اس دھات سوں چوری کتے دیس ۔۔۔ کپٹ سوں عشق کی زوری کتے دیس

ہوا یو راز سب عالم میں ظاہر ۔۔۔ پڑی سو بات یو پردے تے باہر

گئے یک لس دونو مل مشورت یوں ۔۔۔ بچارے آپنا دونو پرت یوں

دیکھے نیں لگ یکس کوں ایک نیں تاب ۔۔۔ نہ دن آرام ہے نا رات کو خواب

ایس میں آپ رہیں[۷] خلوت منے مل ۔۔۔ یکس سوں یک گلے لگتے سو تل تل

---

[۱] وو کسے کچ۔ ا۔ [۲] کہ گئی پکڑے۔ د۔ کہ گئی پکڑیا سو اس بالے کے وو کچ۔ ا۔ [۳] ہونے۔ ا۔ [۴] گھنیا۔ د۔ [۵] گہنیا۔ ا۔ [۶] میں۔ ج۔

جو آتے خوے[1] کدھیں چھپاتی اپر تو ووں لگتے درمیانی جیوں ندی ہو

رہتے[2] جو گانٹہ چولی کے بسر کر ووں دستے درمیانی ہو کو ڈونگر

سنے یو بات خاص و عام سالم ۱۰۲۰ سنے یو بات ناداں ہور عالم

سنے یو بات اپنے ہور بگانے سنے یو بات داتے ہور دیوانے

سنے یو بات آیاں[3] ہور بایاں سنے یو بات دایاں ہور داییاں

سنے یو بات پیراں ہور جواناں سنے یو بات ماباں اور بھایاں

سنے یو بات تا مطرب و[4] ساقی رہیا ہے شاہ یک سننے کوں باقی

غصالا[5] بھوت ہے اول تے ووں شاہ مباد ا راز پر اس ہوئے آگاہ

نہ چھوڑے گا ہمن دونوں کوں سارے نہ رہسے بے چپ بغیر[6] دونوں کوں مارے

کدھاں[7] لگ یاں اچھیں اس دھاکہ در سوں بھلا ووہے نکل کر جاویں گھر سوں

اچھیں یک ٹھار جا کر یوں ہمن[8] دو کہ جیوں اچھتا ہے مل کر پھول بن بو

---

[1] خوب۔ ا۔ خون۔ ج۔ [2] رتے جبکانٹ جوتے کے بسر پہ۔ ا۔ [3] اماں۔ ا۔ [4] تے۔ د و ا۔ [5] رضالا۔ ا۔ [6] ہمناں۔ د۔ [7] کتنے دن لگ اچھیں اس دھات ڈرسوں۔ د و ھ۔ [8] ہیں۔ ج۔

رہیں[1] تا بھانگ کر یوں یک وطن میں   رَتا ہے جوت جیوں مل کر تن میں

کریں یوں دونوں مل یک ٹھار بستی   ۱۰۳۰ رتی ہے جس سند سوں مے میں مستی

کریں پانی جگر کوں دشمناں کے   رہتی سٹیں انکھیاں میں ماٹی درجناں[2] کے

فلانے باغ کوں جانے رضا لے   صبا آتی ہوں اس بھار نے رضا لے

کہیا[3] ان بی اپلے آتا ہوں ملکر   وہاں تے جائیں مل دونو نکل کر

سجن[4] سوں جیوں اندیشی تھی وو اچپل   کری ووں باغ کوں آنے کے تئیں مل

کہے[5] تیوں شاہ زادہ بی گیا تھا   وورا تے رات واں جا کر رہیا تھا

ملے یک باغ میں آ کر پھر وو معشوق و عاشق جب

چلے پر ملک کوں دونو ہوے روے سہانی

سمن بر باغ کوں آتی[6] کہ سن باغ   بچھایا تھا چمن میں پھول چن باغ

چمن پھرنے کوں وو آتی کہ مقبول   وو رنتا[7] ئل کھڑے تھے بار بند پھول

لے اچھیں نا بھانگ ۔ د ۔ بہانگ کر او تیک تے ہیں ۔ ا یا ہے خوب جوں ملکر تے ہیں ۔ ا ۔ ۲ے درمیاں ۔ د ۔ دشمناں ۔ ا ۔ ۳ے اول اچھے توں اس جاگے پہ ملکر ۔ د وھ ۔ ۴ے دوجے دل جیوں ۔ د ۔ ۵ے اسی وھیا نوسوں عاشق بھی ۔ د ۔ ۶ے آتے ۔ ج ۔ ۷ے آ ۔ د ۔

مدن مد کی مستی آتی کہ لالے — کھڑے تھے ہت ہیں لے مے کے پیالے

چمن کے نرگساں آتی کہ وو نار — پسار انکھیاں رہے تھے ناپک بار

تھی ہو کر منتظر آوے تو وو دھن ۱۰۴۰ دعا کرتے کوں دس جیبا سو سوسن

کلیاں[1] دھن کے وہن کوں کھول گر ننگ — تھے چھپ کر دیکھتے پاتاں میں تے چھانگ

وو نیں ہلتے[2] تھے بن میں پاسوں سرو — تھے دستے دھن کے قد کے ناد سوں سرو

ہرے ہور لال پیلے پات جھڑ کر — چمن میں ہر طرف ہر ٹھار پڑ کر

ہور نگیں تس چمن کا آب گینا — دسیا یوں جوں کرے ہیں بھر کہ مینا

بھنور پھولاں پو بیٹھے سو دسے یوں — کہ مکھ پر[3] گل رخاں کے خال ہے جیوں

پھریا پھولاں پہ بلبل کھول یوں بال — کہ اڑتے ہیں پتنگ جیوں شمع اپرال

پیتمبر باند[4] پیلے پلکاں آئے — کنواریاں کر منجھی کیباں ایس تے دکھلائے

کیبنے[5] باند نوریاں سب سنواریاں — عروساں[6] کے نمن سرخاں نگاریاں

گلے میں اپنے قمریاں ہانس[7] بھایاں — ایس کوں شاروان چکسے لگایاں

---

[1] گلاں۔ ج۔ [2] نہیں ہلتے۔ د۔ [3] پچھل خوباں کے رخ پر۔ د۔ [4] پیتر باند پیلی پیلکاں آئے
کنواریاں کر منجے کیا اپیس دکھلائے۔ د۔ [5] کوپینی کسبنی نسخہ د۔ [6] عروساں ہو کو جلوے کیا نگاریاں۔ د۔ [7]
ہار بایاں۔ ا۔

مشیشے[1] تن بھر اپنے لائے چندن ۱۰۵۰ لگائے تھے کنجل سو کیاں کھن
ہو توے آئے موراں ناچنے کوں کرے تھے لال طوطیاں یاں کھاموں
دونوں کے وصل کی دیکھ شادمانی چڑی تھی باغ کوں پھر کر جوانی
کری تھی شرط اپنے لال سوں جیوں دوجے دن باغ کوں آئی کہے تیوں
اُسے[2] واں دیکھتی ہے تو وو چنچل رہیا ہے پھول جیوں پاتاں کے اوجھل
نین نرگس کے نمنے کھول کر وو[3] دیکھی اس سرو کوں بیٹھا اتھا وو[4]
ملے[5] پھر وو کلی ہور پھول اس ٹھار لگا[6] کر شرط کا بھی تازہ گلزار
صبا کے سار کے ترکیاں پہ ہو سار اڑے ہو بلبلاں وو دونو چوسار
سنگاتن کوں سنگاتی لے کہ سنگات (جیسے ترکی جمع سوار) چلیا ناٹھار کر کیں دیس ہور رات
تماشے دیکھتے ہر ٹھار کے خوب چلے دونو وو طالب ہور مطلوب
النگ کر گے کتک ملک و ولایت ۱۰۶۰ گئے سٹ کر کتک بھی پاڑ پربت
سو آن پڑے (گئے) شہر کوں یک جا کو بارے اتھا وو[7] شہر گنگا کے کنارے

---

[1] مشتی تن پر۔ د۔ مشیشے۔ ا۔ [2] جن کوں دیکھتی ہے۔ د۔ [3] آنک۔ ج۔ [4] ہے نابھانک۔ ج۔ [5] ہر حال جیوں کے یار۔ د۔ [6] بھی عہد و شرط محکم کر کو یک بار۔ د۔ [7] وو معمورہ ندی کے نفغا کنارے۔ د۔

کتے تھے ناوں اس کا شہر سند کر ... قرار یوں تھا کہ وو ہے اصلِ ہند کر

تھے گھر پر گھر پتے اس شہر میں ڈاٹ ... کہ واں[1] بارکے نیں تھا شخص کوں باٹ

نہ اس[2] خوبی کے آنے سک برابر ... گگن پر جا رہیا خجلت سوں کوثر

انتھا نیر اس ندی کا دود تے صاف ... مٹھائی میں کرے وو شہد پر لاف

نچھل نیر اس ندی کا دیکھ جیوں ... سٹیا غیرت سوں دریا میں اپس کوں

دیکھ اس آب رواں کوں شطِ بغداد ... پڑیا غربت[3] سوں جا دریا میں آزاد

دیکھ اس میں خوب گن پیدا و پنہاں ... چھپیا ظلمات میں جا آبِ حیواں

مدد منگتے تھے دریا اس سوں دائم ... دریا کا آبرو تھا تس سوں دائم

حباب[4] اچھتے جو اس ابرار کے تھے ... اگر دیدے اولی الابصار کے تھے

اُدھر پر کیف زنجیری پگ میں بھاری ... انجو عاشق نمن انکھیاں تے جاری

چتر چوسار راجا اُس نگر کا ... وو پر الکار راجا اُس نگر کا

کنارے اس ندی کے تھے کتک گھر ... چتاریا تھا چتر سوں اپ[5] بھیتر[6]

۱؎ کوں دن، دن کے لیں سہل تی انھی رات۔ د۔ ۲؎ مٹھائی کے نہ آنے سک۔ د۔ ۳؎ غیرت۔ ا۔ ۴؎ ستواریا۔

د۔ ستاریا۔ ا۔ ۵؎ اپ۔ د۔ ۶؎ بھیتر۔ ج۔ م۔ د۔

کہ ہر کئی آ اترنا کر مسافر — رہے لگ عیش کرنا کر مسافر
کرے تھے واں ہر یک گھر کا تعین ناؤں — انھا یک گھر سو "بیت العاشقیں" ناؤں
مناسب دیکھ اپنے حال کوں وو — رہے تس گھر میں جا کر عاشقاں وو
محل کے کھول کر کھڑکیاں ہر یک تل — ندی کوں دیکھتے تھے شوق سوں مل
ندی پر[1] بیس دو نو دیس سارا — یکس کے ہت سوں یک پیتے تھے سارا
صراحی گردناں ایکیس کی یک لے — پیالے[2] لعل منگتے تھے ادھر کے
چھمیاں[3] کا چاکنا (جمع گردن) کر چا کتے تھے — کتنا چاکیں بی بھر چاکیں کتے تھے
یکس کے ایک تھے دیدار پرست ۱۰۸۰ — چتر پران ان اس چو سایر پرست
خوشی سوں تھے[4] کتنک دن دونو اس دھات — کھڑے نا پھانک کر کیں دیس ہور رات
ہمایوں[5] تھا بجد اس بات کا سر — جسے لگ کس پہ ناہو ناکہ ظاہر
چھپے اس راز کی باتاں کے گوہر — بکھیرے ہر کدھر نیں گئے[6] تو بہتر

---

[1] بیٹھ۔ د۔ [2] پیالے منگتے تھے لباں لب لے۔ [3] چھمیاں کا چاکھنا چاکیں کی تھے۔ بیویں ہور بھیر بھی چاکیں کہے تھے
د۔ [4] کتنک دن اس روش سوں تھے خوشی سات۔ د۔ [5] بجد تھا شاہزادہ کت یو کس پر۔
کسی دھا توں نہ ہوئے فاش کھکر۔ د۔ [6] کیں۔ د۔

بسر جا کر سمن بر نے نصیحت سب ہمایوں کا
کہی سب حال اپنا سو اُس ماں سوں نادانی

سٹے جس ٹھار مشکل[1] لیا کہ تقدیر | کسی کا نیں ہے اس جاگہ یہ تدبیر

بہر حال ایک تھی کُٹی مالنی واں | کہ ہاراں پھول کے دیتی تھی جاتاں

ہمیشہ پادشاہ کوں پھول نپڑائے | سمن بر کیاں بی پھولاں کوں لے کر آئے

کدھیں پھولاں کی لاوے لٹ گناں کر | کدھیں موئے بند چونٹی[2] لاوے گند کر

کدھیں لیاوے نزاکت سوں طرے گند | کدھیں پرورده کر کر لیاوے ہار گند

کدھیں بالاں میں لیا پھولاں کوں بھاوے | اندھاری رات میں تارے دکھاوے

کلیاں کوں ان کھلی زلفاں منے جوڑ | دکھاوے سنبلاں کوں آئے تیوں موڑ ۱۰۹۰

دکھاوے زلف کے لیا طرہ درمیاں | رُپے کے گیند ہور نیلم کے چوگاں

بچھانے[3] پر بچھاوے دو چنبیلی | کدھیں نگرا کدھیں چنپا چنبیلی

بچھانا گل سوں اس چندر بدن کا | سہایا کر دکھاتی تھی گگن کا

---

[1] اس کل - ا - [2] چونڈے - ک - اصل - [3] ک میں یہ شعر یوں ہے -

بچھاوے سیج پر لیا پھول ہر نس - کدھیں چنپا چنبیلی ہور نرگس -

رکھی تھی اس کی خدمت میں سدا خیال
اپے ہو مالنی کر اس کو بھیل ڈال

سمن بر میں ہور اس میں تھا مروت
لگی یوں پوچھنے یکدن حقیقت

بلالیوں تجھ پہ تیرے بول بالی
توں کس کے باغ کی ہے پھول ڈالی

توں کس باغِ ارم کی ہے پریزاد
اہے توں کس چمن کی سرو آزاد

فدا ہے تجھ پو تیرے سب ہی ذات[1]
کٹک کہ کھول منج باندی سو یو بات

نصیحت کر ہمایوں کا فراموش[2]
سٹی اس راز پر کا کار سرپوش

جھپی سو بات کوں اس سوں اٹھی بول[3]
کہ جیوں تھا تیوں کہی سب موبمو کھول

ضرورت سوں کری تعریف مالن نے سمنبر کی
سنیا اس شہر کا شہ جیوں مست کر عشق او دھانی

قضا سنگتا ہے ہر یک کرنے جو کام
کراتا ہے پکڑ کر ہات وو کام

نہیں تقدیر کوں تبدیل ہرگز
قضا کوں خق کی نیں تحویل ہرگز

کہ یک دن مالنی گندتی سو گل دیکھ
سمن بر اس کوں گند کر ہار دی ایک

---

[1] اہے قربان سب تجھ پر۔ ج و ا۔ [2] وو کر بند شاہزادے۔ ؎۔ [3] اٹھی اس بات کے تئیں روبرو بول۔ ؎۔

وو مالن وقت کر، راتب کر اباد
لے کر گئی پھول شہ کن روز کے ناد

چنگیری شاہ کوں سیں بھین رکھ
ہوئی پنجہ پانوں وہیں نا ہو کری سکھ

خوشی سوں دے خوشی کے پھول شہ کوں
کھڑی رہی جوڑ کر ہاتاں ادب سوں

دیکھت گل شہ نین نرگس نمن کھول
اٹھیا سوسن کے نمنے یوں اسوں بول

کہ توں کئی دیس سے آتی ہے اس ٹھا
توں نت لیاتی ہے گُند کر پھول کے ہار

کدھیں ہار آج لگ ایسا نہیں لیائی
ہنر تیرا تو نیں یہچ بول کاں پائی ۱۱۱۰

اگرچہ بہوت غدر اس کوں کری بات
ولے غصّے سوں بولیا شہ بہرام سات

منجے ہے اسکے سوا جو حکم سوں جس
چمن میں ہر طرف کھلتی ہے نرگس

ہے سوں اس کی جو ظاہر حجب میں کر صبح[1]
صبا کی بھیج مشاطا کوں ہر صبح

نگارے گلعذاراں کوں چمن کے
عروساں کوں دلاوے جلوہ بن کے

اگر توں راستی سوں سرو کے دھات[2]
نہ بولے گی[3] تو منجہ سوں راست یو بات

تجے اس بات کوں تل تل دلاؤں
کروں گا ٹکڑے ٹکڑے پھول کے ناؤں

۱؎ سنوں اس کی جو ظاہر حجب میں کر صبح - ا - ۲؎ سار - ی - ۳؎ لیا سے سامنے تو راست

گفتار - ی - عہ - ی -

گدّی کوں چیر کر تیری زباں کوں — بنفشہ کے نمن کاڑوں قفا سوں

کھڑگ سوں توڑ کر تج قد کی ڈالی — دیکھاؤں خاک کا رنگ کر گلالی

ستوں گا کاٹ کر تج عمر کی بیل — کروں گا سر ترا دو پھانک ناریل

کھڑگ سوں بید کی کر تج ادارہ — ۱۱۲۰ کروں گا پھول نمنے پارہ پارہ

سینا خنجر سوں نیلوفر کے کر چاک — دکھاؤں لہو کر لہو سوں تری خاک

جو دیکھی عذر کوں کیں نیں رہیا ٹھا — سنی سو تیوں کری سب سوں اٹھا

صفت کر شاہزادے کا بہو دھات — سمن بر کی چلائی حسن کی بات

سنیا سو بات اس کے حسن کی شاہ — یکایک عشق آ دل میں کیا راہ

کیا سو دُکھ سینے میں عشق چکلاٹ (چکلاہٹ؟) — ہوا ایک باٹ دل ہور صبر یک باٹ

کریا سو عشق دل میں ٹھار اس کا — منگیا جا دیکھنے دیدار اس کا

دیکھا جو شاہ اس کوں نپٹ بے ہوش بے دل ہو

پڑیا جا چاہ زنخداں میں دیکھ اس کے گال کا لالی

محبت کے دریا کا ہے سو غواص — یوں آتا ہے لے موتیاں ان بندی خاص

لہ زباں د۔ لہ جفا۔ د۔ لہ لھوے۔ ۵۔

دریا پر نیل کے جوں سور کا طیر (سورج) ‌ ‌ ‌ ‌ لگیا کرنے کوں موسیٰ کے تن سیر

گگن پر سور نکلیا سو دسیا یوں ‌ ‌ ‌ ‌ دریا پر نیل کے موسیٰ چلے تیوں

حشم فرعون کا ہو سب ستارے ۱۱۳۰ ‌ ‌ ‌ ‌ نظر میں سوں ڈبے سو جگ کے سارے

بہانا صید ماہی کا کیا شاہ ‌ ‌ ‌ ‌ منگایا ایک کشتی خوب دلخواہ

وو کشتی تھی نوی جیوں چندر ایسی ‌ ‌ ‌ ‌ بہشتیاں کے تھی پلکے وو گھر ایسی

کتک لوگاں سوں مل شہ اس میں بیٹھا ‌ ‌ ‌ ‌ یرہ سوں جل نہ سک کر جل میں بیٹھا

چلی پانی پہ کشتی باد کے سار ‌ ‌ ‌ ‌ فلک کے ناؤ کس جا گے یہ ناٹھار

ہو کر گہ کج کماں کے جاؤ جج سوں ‌ ‌ ‌ ‌ سیدھی گا ہے چلے جیوں تیر سج سوں

پڑی ٹک باری باری صید کی کام ‌ ‌ ‌ ‌ سٹے پانی میں مچھلیاں کے بدل دام

چلے پانی میں انکھیاں کھول جالے ‌ ‌ ‌ ‌ وو جا مچھلیاں کے بڑا گھر کوں گھالے

گہراں تے مار بھار یک دہیر کر بھائے ‌ ‌ ‌ ‌ گلے میں بھاکہ سریاں کھینچکر لیائے

چلیاں تیاں بچھو کی ہو کے ڈانکیاں ‌ ‌ ‌ ‌ سُویاں ہو کر گلے مچھلیاں کے ٹانکیاں

---

[۱] مچھلیاں کے ۔ او ج ۔ [۲] انگی کشتی بھلی وو ۔ ا ۔ [۳] جا ۔ ۵ ۔ [۴] کلک ۔ ا ۔ [۵] وجالے مچھلیاں کے برا گھر کوں ڈالے ۔ ا ۔ [۶] اسیریاں ۔ ا ۔ لڑیاں ۔ ھ ۔

گئی نابود ہو پانی میں تے بام ۱۱۴۰ رہیا نیں اس ندی میں گھول کا نام

منگے تو کیں مرل دارو کو رہی نیں ڈھنڈے تو واں پدہن دستی نہ تھی کیں

گئے[1] ریچال کوں اس ٹھار تے دور ھوے سب پر کلیاں رگڑے تلے چور

کرے[2] مچھلیاں کوں خالی اس[3] سند سات نہیں پانی میں رہی مچھلیاں کی کیں ذات

گیا بس صید سوں ورزانہ کیں ہٹیر چلیا واں تے سمن بر کے محل دہیر

جو آ کر دیکھتا ہے شہ محل تل سکا تے بال بیٹھی ہے وو چنچل

ندی پر سوں سے دو گن کی سمرو کہ جیوں کوٹرا پر بیٹھی اہے حور

جو[4] کھولی تھی سو وو جو[5] سالار بالاں پڑے ہیں مکھ پو عنبر بار بالاں

دسے یوں اس نورانی رخ اپر بال کہ جیوں چھپایا ہے بادل چاند اپرال

دسے یوں اس چنچل کے مکھ اپر کیس ملے یک ٹھار پر جیوں رات ہور دیس

دسے کنتل میں یوں چنچل کے نین ۱۱۵۰ کہ جیوں جا منے سنبڑے میں کھنجن

دسے بالاں منے رخسار آلی کہ جیوں سنبل منے ہلکی سی لالی

---

۱ ہور پچالاں گیاں ۔ ل ۔ ۲ گئے ۔ ۵ ۔ ۳ روش ۔ ۵ ۔ ۴ ستی سو کھول ۔ ۵ ۔ ۵ جیوں سار ۔ ل ۔

دسے اس کے ادھر مور کنٹل اس دھات — کہ یو سو آب حیواں وو سو ظلمات

جوبن پر دھن کیے یوں دستے تھے بالاں — کہ آبچھاڑاں یہ اترے ہیں بھالاں

نظر شہ کی پڑی سو وو پری زاد — ہوا ویں اپ خودی کے بند تے آزاد

نہ چل کر عشق کے موجاں سوں چارا — صبوری کا ڈبیا اسباب سارا

پڑیا گرداب میں برہے سوں دردا — گیا ناموس کا ٹکرے ہو پردا

ہلیا حیرت سوں دل کا ایک سکان — رہیا نیں عقل کا اس ٹھار اوسان

پرت کا دل کو ماریا دیکھ طوفاں — رہیا نیں عقل کا اس ٹھار ساماں

انتھا نزدیک جو لنگر ہوئے غرق — نہیں تھا دور وو گوہر ہو غرق

ہوے دیکھ حاضراں یو حال حیراں ۱۱۶۰ لئے سب مل کو بادشہ کو گرداں

جو تھے کشتی کے چاروں دھر خلاصی — دیے اس موج سوں غم کی خلاصی

محل میں شاہ کوں پھرلا کوں لسلائے — وزیراں تھے سو یک یک پوچھنے آئے

دیا سو شاہ کا احوال مشکل — کہے یوں شہ سوں سب یکبارگی مل

---

[1] طوفاں سوں برہے کے چارا۔ د۔ [2] د میں نیچے کے شعر کے نسخے کے طور پر یہ شعر لکھا ہے۔ [3] د میں مصرعہ اول، ثانی ہے اور مصرعہ اول یہ ہے "نہ تھا کچھ اس میں قوم نوح میں فرق"۔ [4] جو تھے خاصاں۔ د۔

کہ نیں شاہاں کوں واجب یو کتے کام	کریں کیا عرض ہے سب شاہ کوں فام
نہ جانا نیر پر کشتی منے بیس	نکلنا نا مٹے منگل اپر بیس
نہ پھر نارات کوں نا بول گرس	نہ کر نارات دن پیالے کی مجلس
سو اس کاماں یو کئی شاہاں نہ جانا	کہے ہیں عقل کے یوں پہلواناں
گیا شہ سب کوں تو معلوم ہے حال	اگر کئی شہ کرے تو ملک پر چال
ہے ممکن دفع اس لشکر سوں کرنا	اگر لشکر سوں نیں تو زر سوں کرنا
فاما عشق کا سلطان عزت ۔ ۱۱۷۰	جو آوے ملک دل کوں کرنے غارت
منجے اس ٹھار کیا تدبیر ہے گو	مرا اس ٹھار کیا تقصیر ہے گو
نہیں بھاتا ہے تخت و تاج مجکوں	نہیں بھاتا ہے کچ خوش آج مجکوں
سٹوں کفنی میں اپنے آج گل میں	کہ تا وو منہری منج آوے پل میں
منجے کیا کام آوے پادشاہی	نکو گو آج تے میری درائی
نکوں منجکوں سٹو اس غلغلے میں	میں اپنے بھانوں گا کفنی گلے میں
منجے ہوئے تو ہونا ہے وہی دھن	اگر نیں تو نکو یو مال صور دھن

۱؎ نجانا مست ہاتھی پر ابر بیٹھ۔ د۔ ۲؎ ولے شہ عشق کا اوچا کو ڈھالاں۔ ج د ھ۔ ۳؎ کا کرنے نالاں۔ ج۔

ہریک دھاتاں سیں میں کرتا ہوں یو کام — مرے ہاتاں سیں میں پیتا ہوں یو جام

سُنے اس بات کوں جوں لوگ سارے — سمج کر چپ رہے کُئی دم نہ مارے

وساوے درو زہر اکر کہا شہ نے بچن فن کا
عجب کیا مگر افسوں سوں ہوئے یو کام آسانی

ولیکن سب وزیراں میں وزیر ایک — فراست میں انتھا سو بے نظیر ایک

کھیا جو کچ[1] کہے سو شہ ہے معقول ۱۱۸۰ — ولے مذہب میں نیں شاہاں کے مقبول

ہے واجب بادشاہاں کوں سنگینی — ہے لازم خسرواں کوں دوربینی

جو کچھ ہوئے بھی ہمت کوں نہ سٹنا — نہ سٹنا صبر کوں دولت نہ سٹنا

شتابی سوں نہیں ہوتا ہے کچ کام — ہریک آہستگی میں ہے سرانجام

کلیاں آنے میں ویں کھلتے نہیں پھول — کھلے تو ہر کسے ملتے نہیں پھول

بلند آہستہ ہوتا ہے کنگورا — پنم کی رات ہوئے چاند پورا

اگر ہوئے تو منج کوں شہ کا فرمان — سر انکھیاں سیں میں اس فرمان کوں مان

رکھونگا تو تلک اس کام میں دل — ہوئے[2] تا شاہ کا مقصود حاصل

۱؎ شہ جو کہتے ہیں سو - ق - ۲؎ کہ تا شہ کا ہوئے - ق -

ہر یک دھاتاں سوں اُس تار کو توڑوں ۔۔۔ لے[1] کر تارے کوں اس نجہ منہ سوں جوڑوں

گیا[2] شہ اس کوں سچ توں دوربیں ہے ۔۔۔ کہ تیری عقل پر صد آفریں ہے

ولے نیں ہے کتے وو پھول بن خار ۔۔۔ ۱۱۹۰ سنیا ہوں میں کہ ہے اس گنج پر مار

بڑے یک بادشاہ کا کوئی فرزند ۔۔۔ دوانا ہو دل اس کی زلف سوں بند

دے کر چھوڑ آپنا گھر دار یکبار ۔۔۔ لے کر آیا ہے اس[3] چنچل کوں اس ٹھار

وو چنچل بھی لگا[4] کر جیو اس سات ۔۔۔ رہی ہے جو دو ہو مل دیس ہور رات

اول اس مرد کوں توں کاڑ سٹنا ۔۔۔ ہلوں اس گرد کوں توں جھاڑ سٹنا

دغا شہزادے کوں اس دھات دینا ۔۔۔ اول حیلے سوں جیوں اس وضع لینا

جو وو دشمن[5] مجہ سوں آزردہ نہ ہوئے ۔۔۔ وو نازک[6] پھول پژمردہ نہ ہوئے

گیا پھر شاہ سوں وو حیلہ انگیز ۔۔۔ کیا یوں مکر کی وو آگ کوں تیز

ندی کے یک کنارے کوں ابی جا ۔۔۔ ضیافت کا مجالس کر مہیّا

---

[1] لے کر تجہ ماہ سوں تارے کوں جوڑوں ۔ د ۔ [2] کہا شہ کئی ترا نیں ہم قریں ہے ۔ ہزاراں عقل پر تجہ آفریں ہے ۔ د ۔ [3] گیں اس دھن ۔ ج و ا و ھ ۔ [4] کتے لاجوں سماں اس سات ۔ سنگاتن ہو کو اچھتی گیں بی دن ۔ ج ۔ [5] من میں ۔ د ۔ [6] وو گل ہے مجہ سوں ۔ د ۔

بلا کر بھیجنا اس جان کوں واں ۔۔۔ اس یک دو دیس کے مہمان کوں واں

پلانا[1] دم بہ دم مئے ’پا کو‘ بھانے ۔۱۲۰۰۔ ہر یک بازی لیا کر در[2] میانے

شرط بندنا اگر ہارے تو جو کوئی ۔۔۔ ندی میں ڈوب تنگے آنگ جیو بھوئی

کنول کا توڑ کر یک پھول لیانا ۔۔۔ کنول کا پھول لیا سب کوں دکھلانا

نہ لا عذر اس ہماری بات کوں سن ۔۔۔ بہوت مشکل نہیں گر جان کر اُن

قبول البتہ وو غافل کریگا ۔۔۔ کریگا تو نچ آپی ڈوب مریگا

نہنگاں کا ہوے گا لقمہ وو جاں[3] ۔۔۔ نہ جانے تیوں رہیں[4] ہو واں تے انجاں

سمن بر کوں گماں آسے نہ اکثر ۔۔۔ ستم سوں اُس ہمیں (ہم ہی) مارے مِل کر

کرے تھے مکر سب دل میں دغا دینے ہمایوں کوں

ضیافت کی مجالس کر بلائے اِس کوں مہمانی

پسند آیا یو اس کا شہ کوں حیلا ۔۔۔ ہوا روشن لگایا سو فتیلہ

ضیافت[5] کا دے شہ اس ٹھار اقرار ۔۔۔ وزیر ہور آپ مل کو ندے ہے جس ٹھار

[1] پلانا دم بدم مئے کے پیالے ۔ بھی شہ شطرنج کی بازی نکالے ۔ ھ ۔ [2] واں تے لیا کہ ۔ ا ۔ [3] جواں ۔ ھ ۔ [4] ہمیں ہویں ۔ ا و د ۔ [5] ا و ج میں یہ شعر یوں ہے ۔ اپس میں آپ دونوں کوں ندے ٹھار ۔ ضیافت کوں مقرر کر کوں تس ٹھار ۔

ڈبانے گھر بدی کی کھود کر چاہ — بلا بھیجا اُسے اس ٹھار پر شاہ

محبت سوں ادکہ منظور رکھ بات ۱۲۱۰ کیا شہزادہ آشنہ سوں ملاقات

زیادہ
کریا تھا شاہ نے بزم آراستہ خوب — کھڑے تھے ساقیاں دوراستہ خوب

نمنے بیٹھے مطرباں کر سازو ساماں — چھپے سو کھولتے نغمے کے رازاں

ربایاں بجتے تھے تن تن تنا تن — طنبورے بولتے جھن جھن جھنا جھن

پرت تے تھے حقیقت کھولتے موں — ہے توں تو تو ہی تج تو تو ہی تج توں

دفاں ہور دائراں سوں مل چلا جل — کتی تھی جھل جھلا جھل جھل جھلا جھل

مغنیاں بیچ کر اول درو داں — لگے گانے کوں مستی کے سروداں

اے ساقی دے منجے وو بادہ ناب — مہیا جس میں راحت کا ہے اسباب

اے ساقی دے منجے وو آب گل رنگ — جو لیوے اہل دل مستی مر اسنگ

اے ساقی دے منجے وو آتش تر — جو جاوے جل کو غم کے بال ہور پر

اے ساقی دے منجے وو شور مستی ۱۲۲۰ جوانی پر کرے[۱] جو پیش دستی

اے ساقی دے منجے وو بادۂ صاف — کرے[۲] صافی پر اپنی دل مر الاف

[۱] جم - ۵ و ا - [۲] اس کے دل - ا -

دے ساقی وو شرابِ ارغوانی — جو مستی کوں کرے دل مہمانی

دے ساقی راح راحت بخش منجکوں — سدا اس سوں فراغت بخش منجکوں

سمج کر شاہ کا رخ ساقیاں آئے — پیالے یک طرف تے دور ییں لیائے

کھلے زلفاں ملی انکھیاں سوں ساقی — دیکھیا وے حور دیکھے جس کوں ساقی

عجب ہے حظ یہ حظ راحت پہ راحت — خوشی بے حد ہے شادی بھی نہایت

وو راحت نازنیناں کے ہیں آتا — نہ وو حظ دل منے کس کے سماتا

عجب وو ذوق ہے ناگے ہیں آتا — نہ دل ہیں شوق وو کس کے سماتا

کہوں القصہ ییں بارے وو قصہ — ڈبا شہزادے کوں مارے سو قصہ

کہا[۱] شہ شاہزادے دھیر کر موں — ۱۲۳۰ خوشی کی مے کوں پی کر مل خوشی سوں

دونوں پیویں شراب عشرت انگیز — اچھے تیزی منے جوں آگ تے تیز

وہاں[۲] تے بیٹ[۳] کر شطرنج کھیلیں — دنیا کی فکر یک دھر تے رکھیلیں

پتیا اس کینہ ور کوں شاہزادہ — پیالے سوں پیالے لے کوں بادہ

لہ کہا شہ شاہزادے دھیر رخ کر۔ منڈل کا اوٹ ٹک "آنکھوں کوں بھر"۔ ۵ اصل۔ نسخہ میں متن کا شعر ہے۔ ٢ے ہمیں اور تم دو دل شطرنج کھیلیں۔ ۱۔ ٣ے بیٹھ۔ ۵۔

ڈبیا مستی میں دیکھ اس کھا کو بازی — سٹے ویں درمیانی لیا کو بازی

کھدیا تھا تیوں بند یا شہزادے سوں ہوڑ — کہ تھا اس صوڑ میں شہزادے کا موڑ

ستم کے فن سوں پھر کے اس کوں بھانے — بساط اول سٹیاویں کھول میانے

فسوں سازی سوں رخ مہرے کے سٹ بھار — منڈے دو دھیر تس مہرے صفا چھار

پچھیبا دیکھ کرنے کوں وزیر شہ کوں — چلیاویں بیٹھوا کر شاہ رخ کوں

چلیا تیزی سوں ویں جلدی کو لے پیش — کریا پھر شاہ بازی تازہ اندیش

کیا جوں حسّت لا اس کھیل میں شاہ — ۱۲ اڑے سوں رخ کیا اڑا او ناگاہ

شکست کرنے کوں شہ بازی منگیا — بڑی گستی سوں کیتا فیل بند وو

ولے یک بار گی شہ اس کیا مات — کہ تھا اس مات میں شہزادے کا گھات

ہوئی جوں زیر شہزادے کی بازی — بڑی جا بند اس آزادے کی بازی

ہے واں صدرنج کہ کر نیں پچھانیا — گھڑے گا یوں کہ منصوبا نہ جانیا

۱؎ گھاگھ۔ج۔ ۲؎ وو شاہزادے کوں شطرنج میں ڈوبانے۔ بساط انجن سٹیا اس دھن کوں پانے۔د۔

۳؎ مہریاں کے کر۔ا۔ ۴؎ لاگ۔د۔ ۵؎ آپ آ۔ج۔ ۶؎ وو بند۔ھ۔ ۷؎ مغلوب۔د۔

۸؎ ویں۔د۔ ۹؎ شطرنج۔د۔اصل۔ ۱۰؎ کرے گا۔ا۔

ہوئی جیوں ہار بازی اس جواں کی ۔۔۔ کھری[1] رکھنے کوں بات اپنی زباں کی

کھڑے ہو شہ کے انگے جیوں کہ درپن ۔۔۔ کھنڈی کے ناد ننگا کر اپس تن

وفا کا شرط شہزادہ بجالیا ۔۔۔ تروندا ہو پڑیا پانی اپر جا

ڈبیا غواص کے نمنے یکایک ۔۔۔ لگیا گوہر[2] کے ناد دیبا رگی تک

دیتی مچھلی یک اس کوں بطن میں ٹھار ۔۔۔ رہیا مچھلی میں وو یونس کیر اسار

سٹیا لے کر قضا مچھلی کنے اس ۔۔۔ ۱۲۵۰ چلی مچھلی وہیں لے مو منے اس

وفا سوں وو جیا وو بسی جفا میں ۔۔۔ وفاداری سوں بانچیا اس جفا میں

وفا کہتے سو امرت کا جھرا ہے ۔۔۔ جی[3] وو یوے گا وفا میں جو گھرا ہے

وفا سوں خضر جیتے ہیں اجوں لگ ۔۔۔ لیتے عیسیٰ وفا سوں عیش[4] کا جگ

وفاداری سوں ماہی کے شکم تے[5] ۔۔۔ نکل یونس فراغت پائے غم تے

دئے سو جاکہ بھایاں چاہ کا رنج ۔۔۔ وفا سوں پائے یوسف عیش کا گنج

پڑیا یو بیت ڈبتا تو وو مظلوم ۔۔۔ کیا سب پر اپس کا حال معلوم

۱ے سچی ۔ ج و د ۔ ۲ے پاکیزہ گوہر کے من تک (نگ نسخہ) ک، تھک ۔ ھ ۔ ۳ے جیوے گا وو

د و ھ ۔ ۴ے ذوق ۔ د و ھ ۔ ۵ے سوں ۔ ج ۔

کہ نیں یوں کوئی دندی دند سار یا | بولا منج دوستی سوں یو پنچ ماریا
وو ظالم تین دن لگ تعزیت کر | دکھایا غم زدی کا جیب کے گت کر
انجھوں بادل کے نمنے ڈھال بے غم | سٹیا بارے نمن جیپ آہ کے دم
ڈبیا سو سورکوں اس دل میں کر یاد ۱۲۶۰ | پکاریا درد نیں سو رعد کی ناد
خوشی سوں واں تے جاکر اپنے گھر کوں | بلا بھیجا ترت اس حیلہ گر کوں
کہا جا بول جو کہنے کی ہے بات | مرا دل لی ہے سو اس موہنی سات
وزیر آپی وو حاجب ہو گیا واں | سمن برکر مقام اچھتی اتھی جان
سمن بر تین دن تے دکھ میں پڑکر | رہی تھی پیو کے بچھڑے سوں اڑکر
نہ سک تھا دیس کوں نا نس کوں آرام | تپے ہور روئے بن دو جا نہ تھا کام
لگیا سو پیو کے بچھڑے سوں پردیس | کری بھڑکیاں سوں دل کی رات کوں دیس
نہ رگ سک سوز دل کا عشق کے سات | دھویں سوں آہ کے دن کوں کری رات
انجھو ہور سوز سوں ہر روز و ہر شب | اگن پانی میں تن من غرق تھا سب
لہو میں نین کے دستی تھی دھن یوں | شفق میانی سُرج جلتا ہے جیوں

ا۔ برے منے پڑ۔ ۵۔ ستی اڑ۔ ۵۔ ۳۔ سکو۔ ۵۔

دھوئیں[1] میں آہ کے دسنی تھی یوں نار ۱۲۷۰ کہ خاکستر[2] میں جوں جلتا سوں انگار

دردنی پھر ہوس ملنے کی رہ جائے | گھڑی میں سو براں ہوٹاں میں جیو آئے
سُنے کے سار نھا رنگ اس کلا بیلا | سفید نیلم کری تھی مار نیلا
دکھی دل ہو دکھیا سو سب سہاوا (سونے) | درد دکھ سوں کری غم کا پراوا
برہ سوں لال کرلی نونچہ بالاں | دکھائی دکھ بھرے وو کر کو گالاں
کشاکش میں پڑیا سو جیو ہور دل | دسیا جینا نظر تل بھوت مشکل
سجن[3] کوں یاد کرتی غم سوں روتی | گھر انجواں[4] کے بن دھاگے پروتی
لگی یوں بول کر آپس میں رونے | دریغی سات مکھ انجواں سوں دھونے
کتی تھی یوں اپس میں ہو کہ دلگیر | دریغی سات کاڑ انکھیاں ستی نیر
کتی تھی[5] یوں سینہ سیں بار بھر بھر | کسے میں جا سناؤں اپنی یہ سر
نہ جاتی میں سینا سنی .... ڈاٹ ۱۲۸۰ جنگل میں یوں وو جا گا کر گلا کاٹ
اول اپنی پرت کی کر دیوانی | وو آخر یوں کرے گا کر نہ جانی

---

[1] جفا کی آہ۔ د [2] دھوئیں میں جیوں وسے۔ د۔ [3] پڑی تھی کر سجن کوں یاد۔ د۔ [4] کھڑی انجواں کے دیں دھاگے۔ ج۔ [5] از۔ ھ۔

نہ بوجھی تجھی منجے اُس ٹھار لیا گا ۔۔۔ بگانا[1] ہو منجے یوں چھوڑ جا گا

گھریا ہے نین تل اندکار میرے ۔۔۔ رہوں تج باج کیوں اے یار میرے[2]

توکاں[3] ہے کی نہ جانوا مرے پیو ۔۔۔ سنبھال اپنار کھوں کس وقت[4] حایو جیو

ترا بچھڑا کریا سو منج پو مشکل ۔۔۔ کلیجا لھو ہوا پانی ہوا دل

منجے کیا کام ایسا آوے جینا ۔۔۔ ہے بہتر جو آوے[5] جا کر زہر پینا

بلکتی تھی وو یوں جینے سوں آ باز ۔۔۔ سو ایسے میں سنی دستک کی آواز

وو سمجھی یوں کہ وو پیو آج آ کھول ۔۔۔ دلا سے کے بدل بھیجا ہے کچھ بول

ننگے سر ہور ننگے پگ دوڑ کر آئی ۔۔۔ کہی جا آسرے سوں کیا خبر بھائی

خبر بارے اول اس پیو کی بول ۔۱۳۹۰ خبر تر جیوں کوں[6] اس جیو کی بول

مرے جیو کے گگن کا سور کاں ہے ۔۔۔ مرے دل کے نین کا نور کاں ہے

وو میرے جیو کا من میت کاں ہے ۔۔۔ وو منج تر جیو کا مر میت کاں ہے

---

[1] منجے اس ٹھار لیا غربت میں بھاریگا - ف ۔ [2] ف - میں اوپر کے شعر کی بجائے یہ شعر ہے "اے میرے جیو بلکہ جیو کے پیو ۔ سنبھال تجھ باج کیوں اپنار کھوں جیو" ۔ [3] چپ - ف - [4] سوں - ف -

نزادھاری کوں منج تھا ایک آدھار
منجے اس باج عالم سب ہے اندکار

لگیا ہے تین دن تے منج کو رونا
نظر تل تے گیا سو وو سلونا

منجے کرو واقف اس کے حال سوں بیگ
جلا پھر منج کوں دگر جیوں توں بیگ

سنیا وو بے کرہ باتاں سٹن آروس
اپے بھی مکر سوں وہیں لکھا کو افسوس

گیا اظہار شہزادہ موا سو
وو گوہر غرق دریا میں ہوا سو

گیا بھی شہ کیا سو در دہور غم
لگا لگ تین دن کیتا سو ماتم

سمن بربات وو دکھ کی سنی جیوں
لگیا اسمان سر پر ٹٹ پڑے بتیوں

سمن بر جب سنی یوں بات اس کے غرق ہونے کی
سکل تن تے گیا جیو سب ہوئی بیتاب بیجانی

سمن بر جیوں سنی وو لیس بھری بات
۱۳۰۰ ارتبی نیوں سانپ کچ کا کچ ہوا دھات

یکایک درد سوں ماریا سو واجوش
پڑی جوں گائے اڑ اڑ کر ہو بے ہوش

پڑی بھبیں پر منڈی تے ڈھال کر یوں
ہرن جو تیر کھایا سو پڑے تیوں

۱؎ مقاوہی بیک ۔ ۵ ۔ ۲؎ بکڑا ۔ ۵ ۔ ۳؎ کتنی ۔ ا ۔ ۴؎ کر ۔ ۵ ۔ ۵؎ کہا مکار ۔ ۵ ۔ ۶؎ سر پر گگن ٹٹ کر ۔ ۵ ۔ ۷؎ اگن سوں درد کے اوھ ۔ ۸؎ بی ڈال ۔ ۵ ۔

لگی یوں تر[1] پھڑانے مار چھاتی　　　کہ مچھلی نیر بن جوں پھڑ پھڑاتی

لگی رڑنے کوں، غم کی لگ چھری یو　　　پنکھی کاٹے سو پڑ کر تملے جیوں

ہوا دل ٹکڑے ٹکڑے بھوتیوں بھوٹ　　　لگی لینے دکھوں سر ہور سینا کوٹ

چمن کوں دل کے مارا ہو کہ غم رق　　　گلالاں میں ہوا سارا سرو عرق

دکت انکھیاں میں آیا سو سیا یو　　　ہرن ٹکڑے میں لالی مکھ منے جوں

لگی بارے نمن ماٹی اڑانے　　　لگی بادل نمن رو رو پلانے

ابال آیا دریا دل کا جو دکھ سوں　　　ڈبایا نین کے مچھلی پٹن کوں

دریغی سوں لتی بال آپنے لو نچ　　　۱۳۱۰　　　کجل[2] انجواں سوں انکھیاں کا سٹی پونچ

انگاراں سوں انجو کی نین[3] گئے جل　　　ہوے جل کر دو نیناں جوں کے کاجل

سٹی سارا زریناتن پو کا کاڑ　　　ٹکٹ کی لال کسوت کوں سٹی پھاڑ

پراوا تن پوتے اپنے کری دور　　　کنگن ہور چوڑ ہاتاں کی کری چور

کنگوٹی[4] کوں بر ہینی ٹکڑے کری توڑ　　　سٹی موں دیکھنے کی آرسی پھوڑ[5]

---

[1] چھر پرانے د۔ و۔ ج۔ [2] کجل۔ ا۔ [3] نین کا جل۔ ا و ھ۔ [4] کنگائی۔ ی۔ [5] پھوڑ۔ ا۔

کڑے ہور چوڑ ہاتاں کے کری چو | کہ جد دو ہات سوں پٹنے گیا نور
گیا سو ہات سوں وو لال لٹکن | سٹی کاڑ اپنے ہت کی لال لٹکن
نکل دل کا گیا سو لال اپنا | رکت (خون) رو رو (کرکی) کیتی موں لال اپنا
دکھیا دل سو برہنی ہت سہاوا | کری تن غم سوں ماتم کا پراوا
درد سوں ہونے (سونے) کے سار پیلی | بندی نیلم کے رنگ کی چیر (ساڑی) نیلی
برہ سوں لال کر کر دھن اپس موں ۱۳۲۰ | دکھائی کر کلیاں اپنے ادھر کوں
لگی بارے[۱] تن ماٹی اڑانے | لگی با دل تن رو رو پلانے
نصیباں کے نہ پڑ سک زور سہنے[۲] | لگی جیفی سوں ہاتاں چور لینے
لگی یوں بول کر رو رو پلانے | لگی اس دھات سوں افسوس کھانے
دندی یوں گھر ڈبانگے کر نہ جانی | دریا میں غم کے بانگے (ڈانگے) کر نہ جانی
سمجھتی[۳] تھی تو یوں ہو گا گر (اگر) میں | چھپیا رکھتی اسے دل کے بھیتر (اندر) میں

۱ے یہ شعر ھ سے منقول ہے۔

۲ے مہنی ۔ ف ۔

۳ے سمجھتی گھات ہوئیگی اس نگر میں ۔ ھ ۔

نین پتلی کر اسس رکھتی نین میں　　جتن[1] رکھتی کر اس کوں راز من میں

سمن برکا دیکھت دکھ درد حاجب　۱۳۳۰　بسر[2] گرمی رہیا ہو سر دحاجب

نہ سک اس شمع سوں کچھ بولنے کوں　　دھویں کے ناد کالا لے چلیا موں

کیا و وکینہ ور پھر واں پر کچھ مکر کے افسوں

ولیکن ان وفا......... کرے نیں کام افسانی

گیا شہ پاس ہور بولیا وو سب حال　　سمن برکا جو کچھ دیکھا سو احوال

وو سن کر بات شہ ہو بھوت دل گیر　　کیا یوں پھر کہ شہ اس حیلہ گر دھیر

توں ہور یکبار اس موہن تلک جا　　منجے بورائی سو اس وھن تلک جا

ہر یک حیلے سوں ہور تدبیر سوں توں　　ٹھنڈی[3] کر اس کے ماتم کی اگن کوں

بجھا[4] اس دل کے غم کی آگ اوپر　　نصیحت کے توں پانی کوں چھنک کر

محبت میں مری اس گرم کر توں　　ہلو اس سنگ دل کوں نرم کر توں

ترے دھر اتنی باتاں کیا کہوں میں　　ملا ہر حال اس کوں توں مرے تئیں

۱؎ چھپا رکھتی اسے جوں راز - ۵ - ۲؎ دے ٹ - ج و ا - ۳؎ دے تسکیں - ۵ - ۴؎ ٹھنڈی کر - ۵ -

نہ کرسے کام یو دو جا ترے باج ‏ تجھ ایسا عقل میں کم کوئی ہے آج

سمن برکن[1] چلیا ہر حال پھر دو ‏ ۱۳۴۰ پکڑ کر بھوتدنی کی چال پھر دو

گیا اس دھن کنے بھی پھر کو وو ناگ ‏ لگانے شہ کی برھے کی اسے آگ

سمن برکوں ہلو ناہوے تیوں رام ‏ وہیں چیلے کی باتاں کا سٹیا دام

کھا اس دھات پر[2] حکمت کے منتر ‏ کہ نیں ہے بات یو پوشیدہ کس پر

مسخر کرنے شہ کی اس پری کوں ‏ گیا یوں مکر کے پڑنے کوں افسوں

جو کوئی[3] دیکھا ہے اس جگ میں گنوارا ‏ ہے[4] آخر گور میں وو جا نہارا

جو ہر یک پھول ڈالی پر چڑیا ہے ‏ فنا کی باو سوں آخر جھڑیا ہے

ہوا ہے چیز جو دنیا میں موجود ‏ سو آخر ہونہارا ہے وو نابود

جو دستے ہیں چمن کے پھول سارے ‏ خزاں کے ہات میں ہیں پڑنے ہارے

یو جینا ہے سو جیوں دو پہر کی چھاؤں ‏ دنیا میں کچھ رہتا نیں ہے بجز ناؤں

ابد کا نیں کسے بخشے ہیں خلعت ‏ حو[5] اکسے نیں ہوا کس کے یو دولت

---

[1] کیاں ۔ ف ۔ [2] کہ ۔ ف ۔ [3] جو کوئی دیکھا ہے ہر آدم ۔ ف ۔ [4] چلے بن گور میں نیں اس کوں چارا ۔ ف ۔ [5] سدا جینے کی نیں دسنی ہے ۔ ج ۔

اے[1] ہے ظاہر یو سب عالم اُپر بات ۔۔۔ خدا کی ہے جو قدرت کا قوی ہات

اگر[2] مغرب میں دیوے چاند کوں ٹھا(ر) ۔۔۔ ۱۳۵۰ اسی ساعت میں لیاوے سور کوں بھا(ر)

اگر دارا تے لیتا چھین کر راج ۔۔۔ سکندر کوں اسی دن بھر دیا تاج

اگرچہ دیس کوں جگ تے نبا[3]ڑے ۔۔۔ اسی تل میں رین کوں بھار کاڑے

گیا تو کیا (دن) ہوا دارا گذر کر (ختم کرے) ۔۔۔ سکندر پر ہوئی شاہی مقرر

دنیا[4] کا کام نیں اچھتا ہے پر کم ۔۔۔ غنیمت کر سمجھنا ہے ہر یک دم

دنیا[5] کا کام نیں رہتا معطل ۔۔۔ نہ ٹھٹا کام اپس کا کُئی محول

منجے[6] پوچھے تو یوں لگتا ہے یو خوب ۔۔۔ کہ شہ طالب اچھے (کوئی) ہور توں سوں مطلوب

سمج لے کر توں اس یوسف کوں ماضی ۔۔۔ ہے بہتر اس (ہو) سلیمان سوں ہو راضی

نزی ہے عاشقی میں شاہ صادق[7] ۔۔۔ ہے[8] تج کوں عاشق صادق موافق

کریا ہے تیری نہ کا دل سوں (سے) سودا (محبت) ۔۔۔ چڑیا (چڑھا) ہے زلف کا سر اس کے سودا

---

[1] یونا ہو کر ہے روشن سب پریو ۔ ج ۔ [2] اگر مہ کوں دیوے مغرب منے ۔ ۵ ۔ [3] اباڑے ۔ ۵ ۔ [4] کے کام نیں اچھتے ۔ ۵ ۔ [5] اگر پوچھے تو منج ۔ ج ۔ [6] یک رنگ ۔ ج ۔ [7] تجے مگنا ہے توں، تو بھی اُسے منگ ۔ ج ۔ [8] ۵ ۔

سمن بر اُس تے یو باتاں سنی جیو ۱۳۶۰ ہوا تحقیق وو اُس کے اُپر یوں

کہ شہزادے کوں مار سو ہی ہیں　　دندی ہو دند سارے سو ہی ہیں

کہی یوں لھو بھریا موں اس طرف لیا　　غصے کے جوش سوں دیں لب کف لیا

اول تے دیکھ کر سنیجی ترا موں　　بڑا فتنہ بڑا مکار ہے توں

دسے صورت میں تو گرچہ کال انس　　ولے سیرت میں توں ابن خناس

تجے سمجی نہ تھی ایسا ہے کرتوں　　مرا تج کل کلاوے کیوں نہ روں

کہے یاں آ کو کیچ واں جا کو کچ گے　　قلم کے ناد تجکوں وو زباں ہے

فرنگ کے دھات مکھ دکھلا کے پہلو　　ولیکن یوں ہے توں جوں سیف دو رو

دسے پانی نمن گرچہ ترا خو　　ولیکن تیغ نمنے ہے توں دو رو

ترا ہے سنگ تے کر سخت سینا　　سٹیا کیوں پھوڑ کر وو آبگینا

تو صورت میں ہے گرچہ آدمی زاد ۱۳۷۰ ولے سیرت میں ہے ابلیس کے ناد

بلا میں کیوں لجا کر اس کوں گھالیا　　شکر کے ناد کیوں پانی میں گالیا

---

[۱] مکر کے اچھر سنی جیوں۔ ۵۔ مکر کی باتا۔ ھ۔ [۲] ہے سر سیں پاؤں لگ فتنے کی جڑ توں۔ ھ۔ [۳] ہے ۵ میں مصرعہ یوں ہے۔ ترا دل جوں دوات ہندواں ہے۔ [۴] دریا۔ ا۔ [۵] ڈالا۔ ھ۔

لگے تن من میں نیناں میں ہن اس یار
خوشی غم ہور صحت درد گل خار

لڑیا نیں سانپ ایسا میرے دل کوں
جو بخشے گا اثر تیرا یو افسوں

نین اس دھات نیں گئے مند میرے
جو آوے نیند گانے سن کوں تیرے

نہیں ہوں وو کنول جو اس سرج باج
شگفتہ ہوؤں پھر کس چاند سوں آج

وو جانگ نین موں میں جو سانت گئے پر
ہر یک پانی سوں لب اپنا کروں تر

پرت کی رہ روش میں ہے بڑا ننگ
جو گئے پر ایک دوجے سوں کروں سنگ

وفاداری میں ہے اس بات کا عار
دکھانا کھول کر دوسرے کوں رخسار

مرے تھا عمر کے رگ کا او یک ڈال
سٹیا ہے مار یکبار اس کوں ہو کال

محبت میں نہیں کچھ عیب اس باج ۱۳۸۰ جو دوجے کوں نجھانا چھوڑ کر لاج

محبت میں منجے گفتار ہے ایک
خدا ایک ہور نبی یک یار ہے یک

توں منج جلتی کوں پھر کریوں نکو جال
نکو ڈبتی کوں منج دریا منے ڈال

ع ت میں یہ شعر یوں ہے۔ لگے من تن میں نیناں میں بن اس سار۔ خوشی غم ہور محبت درد کل چار۔

۱ سوں گئے نیند۔ ا و ج۔ ۲ ہوئے۔ ت۔ ۳ وو جانگ نینوں میں جو سانت گئے پر۔ بھی کیپانی سوں اپنا لب کروں تر۔ ا۔ ۴ دیدار۔ ت۔ ۵ مروت۔ ا و ج۔ ۶ کھال۔ ت۔

نکو ہرگز توں پھر اس بات پر آ ۔۔۔ تجے سوں ہے کہ جیوں آیا ہے توں جا

رھیا نیں دیک کر کیں بات کوں ٹھار ۔۔۔ پھریا وو حیلہ گر واں تے نہ دم مار

وزیر کے ملک حوالے کر چلیا شہ نیہ لیباوا

پکڑ دربار اس وھن کا.... کریں کوں دربانی

کھیا سب شہ کوں غصے کی کہانی[۱] ۔۔۔ جو کچہ کی تھی برہ کی وو دیوانی

کیا جا شہ سوں سب اسکی زبانی[۲] ۔۔۔ کہ صورت شاہ کی اس من نہ مانی[۳]

سنیا سو بات شہ رو کر اٹھیا دیں ۔۔۔ دریغی سوں کہا اس حیلہ گر تئیں

کروں کیا فکر ہور کیا میں کروں فن ۔۔۔ ہنیں ہوئی مہرباں کچ مجہ پو وو دھن

حکومت کا ترے دے سیس پر بھا ۔۔۔ پڑوں گا جا کو تنہا اس کے دربا

رکھ اس کے آستانے کے اپر سر ۱۳۹۰ کروں گا یاد اس کا ناؤں پھر پھر

کہ آخر یوں تو بی اس پیار آئیگا[۴] ۔۔۔ ہنیں بھایا تو کچ یو تو بھائیگا[۵]

کہا تیوں جا کو اس کا دار پکڑیا ۔۔۔ نین ہور سیر جا اس ٹھار گڑیا

---

۱ شاہ کوں غصے کی کانی۔ ا۔ ۲ کہا۔ ک۔ ۳ کن۔ ک۔ ۴ آگی۔ ج۔ ۵ وو پل کے پل میں

ہبری نار آگی۔ ج۔

صباا وصل کا رہ دیکھتا جائے — سلام آوے نہ اس کوں نہ علیک آئے

قرار آپس آپ یک شغل دے لے — محبت کا گنجیفا دل۲ میں کھیلے

کہے باندیا ہوں میں بازی سر اپنا — تجھے میں دیوں گا آخر سر اپنا

نہ کوں بازی پرت کی توں جفا۳ گن — اہے بازیاں جتے اس کوں جفا گن

سنا کر منج گلا دھن کر توں بات آج — توں اپنے وصل کا دلاب تت آج

نہ کر تکڑے جدائی کی فرنگ سوں — برہ بہری کے جنگل تھے چھڑا توں

تو اپروپ آ دکھیا گی تو منج اے دھن — زیادہ تر خدا دے گا تجے دھن

نہیں ہے کچھ تماشا اے دھن جدائی ۱۴۰ منجے کیا واسطے افغاں میں لیائی

توں کیا کام۵ بر نہیں لیاتی مری آس — سبب کیا تجہ کوں نیں بھاتی مری باس

کرے سورات کو باتاں نت اس دھات — لگا کر دھیان دھن سوں دیس ہور رات

لگی مدت اسی دھاتوں گذرنے — ۱۵۰ انتظار زد یک شہ برہے سوں مرنے

---

۱ اٹھ ۔ ﺩ ۔ ۲ روز ۔ ا ۔ ۳ گنجیفا ۔ ج ۔ ۴ منجے توں وصل کے رک صاف رنگ سوں ۔ ۵ کم ۔ ﺩ ۔ کس خاطر ۔ ﮨ ۔ ۶ کہ اس کا اجر دوگنا ہی خدا پاس ۔ ﺩ ۔
۷ لگیا اس دھات سوں مدت ۔ ج ۔

سنیا سو مصر کے شہ نے مواکر پوت ایس کا سو
چلیا اس شہر پر ہم سوں غصے تے دل منے آنی

شجاعت کی جنے یو بات بولیا ـ زباں کے گوہراں اس دُھت تولیا
جو تھا شہ مصر کے شہزاد کا باپ ـ رہیا تھا جو بچھڑ کر پوت سوں آپ
سدا بیٹے کے بن تیتا اچھے وو ـ اسے دیکھے بدل جیتا اچھے وو
صُباٹ اُپنے اس یوسف کوں کر یاد ـ کیا تھا نین وو یعقوب کی ناد
نین کی روشنی ہونا نہ کیوں دور ـ جو کہتے پوت کوں ہیں نین کا نور
دغا شہزادے کوں دشمن دیئے سو ـ یکا یک شاہ کوں انپڑی خبر وو
سنیا سو موں دکھایا درد ہور غم ۱۴۱۰ ہوا تاریک اس کے حق پہ عالم
خوشی ہوئی دیکھ دل کی غم سوں برباد ـ لگیا لڑنے کوں بھیئیں پر گیند کی ناد
لگیا کرنے کوں غم سوں غم وو غم ناک ـ لے ست جو گیاں کے نمنے سر پر چاک
ملے چو بھیر آ شہ کے وزیراں ـ جو تھے سردار ہور سالم امیراں
لگے نعلین پر سب شہ کی پڑنے ـ پیشانی پانو پر لاگے رگڑنے

۱۔ غم ابر غم ۔ ق ۔ ۲۔ غم سوں ۔ ج ۔

کہ اے شہ غم اِتنا کرنا نہیں خوب　　دل اپنا درد میں دھرنا نہیں خوب

سراسر شہ کے مطلب کوں اپڑ کر　　دلاسا دے کہے یوں پانو پڑ کر

نہیں[1] کچ فائدہ کرنے میں زاری　　کئے ہیں منع کرنا اشکباری

خدا کن منگ لینا ہے صبوری　　وہی دیگا صبوری کی مزوری“

کہیا شہ کیونکہ[2] ایسے میں سنبھالوں　　نہ کیوں دل کی اگن سوں تن کوں جالوں (جلاوں)

کہ منج اندلے[3] کی یک لکڑی (آپ کو) کتے ہیں وو　۱۴۲۰　سٹیا ہے توڑ کر ستمی جفا جو

مرے تھا عمر کے دُکھ کا دو (اندھے) ٹیک ڈال　　سٹیا ہے توڑ کر ستمی جفا مال

دریا[4] ہو کر ابلنے کوں لگیا خوں　　اجل کنچو ادکے بیٹھی جا بچھر اموں

ہے واجب باپ کوں بیٹے کی خاطر　　بلا جو کچھ کھڑ[5] یگا سو لینا سر

اِتال آتا ہے یوں منج دل میں یکبار　　عدو کے ملک پر برساؤں انگار

پڑوں (اب) دندے[6] کے گھر پر ہو کو بجلی　　سٹوں جا قہر کی لشکر پو بجلی

ولایت میں اجاؤں اس کے شر شور　　دکھاؤں تیغ سوں بازو کرا زور

---

[1] کہ نیں۔ ا و ج۔ [2] یوں میں ایسے کیوں۔ ج۔ [3] اندھولے کی اندلیکی جو لنگڑے تیں وو۔ ا۔ [4] ا و ج میں ندارد۔ [5] کھڑے سو لینا اپ سر۔ ج۔ [6] دشمن کے ہو کر گھر۔ ا و ج۔

سراسر رزم کا دھر دل میں مطلب — کیا لشکر کوں حاضر بعد ازاں سب[۱]

ملے ہو مستعد شمشیر بازاں — کیس تے ایک نامی یکہ تازاں[۲]

ملے ہو گرم سب تازی سواراں — جو تھے لاکھاں اوپر بھاری ہزاراں

ہلیا لشکر لے شہ جاگے تے اپنی ۱۴۳۰ — چلیا عسکر[۳] لے شہ جاگے تے اپنی

دسیا دل شہ کا یوں تیزی کے سنگات — کہ جیوں چلتا ہے بادل باو کے سات

لگی یک دھر تے بجیں بھیں بھیر بجنے — لگے دھم دھم دمامے سب گرجنے

اٹھیا چو پھیر پیتا پوش[۴] کا شور — نقاریاں کا ہوا باجا بہوت زور

گیا بادل[۵] تلک یو شور ہور غل — پڑیا غوغے[۶] سوں لس جگ میں تزلزل

اٹھیا[۷] ایسا زمیں تے شور ہور شر — ہدرنے کوں لگے تھے سات انبر

گیا آواز جو اسمان پر لیے — رکھے انگلیاں ملائک کاں میں لے

جدھر چلتے اتھے وو راہ واراں — سنے میں دھرت کے پڑتے تھے غاراں

ھتیاں کے پاؤں سوں سب کو وو غار — اول کے ناد بھر ہوتے تھے ہموار

---

۱ آپنے ۔ ج و ا ۔ ۲ ایک نازاں ۔ ۵ ۔ ترکتازاں ۔ ھ ۔ ۳ ہلیا لشکر تے ۔ ج ۔ ۴ بھیرو ی شاہ و شکا

ا ۔ ۵ اسمان لگ ۔ ۵ ۔ ۶ غوغا ۔ ا ۔ اس شور سوں ۔ ۵ ۔ ۷ اٹھیا اتا ۔ ج ۔

دھرت پر لوگ یوں بسرے تھے سارے ۔۔۔ گگن پر جس روش دستے ہیں تارے

دھولارے تل چھپیا ہو دیس بے نور ۱۳۴۰ ۔۔۔ دسے ہو اس میں وو شہسوار جوں سور

چیندر تارے کے تمنے تل نہ کیں ٹھار ۔۔۔ گئے سو رات دن ناصبر بلغار

ولایت کوں جو اپڑے ہند کی جا ۔۔۔ خبر اپڑائے شہ کوں سند کے آ

کہ یک کوئی شاہ لے بےحد سرب دل ۔۔۔ بڑی زوری سوں آتا ہے ادھر چل

نہ جانے بھی خیال اس کا کدھر ہے ۔۔۔ ولے دیکھے تو رُخ اس کا ادھر ہے

تمیں ہے کون پوچھے تو وو یوں کیے ۔۔۔ ہمیں سارے دلیراں مصر کے ہے

سنیا سو دل میں شہ کے فکر یوں آئے ۔۔۔ مبادا دل گیا تیوں ملک بی جائے

ہے مشکل بعد ازاں اس دھن کوں پانا ۔۔۔ نہیں ممکن وو موہن ہات آنا

سکت رہنے ہے منج بے تخت ہور تاج ۔۔۔ سکت رہنے کوں نیں اس موہنی باج

گیا تو ملک نیں کس بات کا غم ۔۔۔ ولے ہے منج بڑا اس بات کا غم

لے شہسوار ۔ ا ۔ لے سند ۔ اوج ۔ ۳ے سالم ۔ اوج ۔

۴ے نکراں شہ کی یوں آئے ۔ ا ۔ ۵ے کوں ۔ ا ۔

۶ے اپڑ ۔ ا ۔

دھمک سوں شاہ ہندی نے کلا بھیجا سو وس شہ سوں

صُبا کے دن ہمیں ہم دم دکھاویں جنگ میدانی

لگایوں فکر کی تیزی کوں مہمیز ۱۴۵۰ وِ میں جھگڑے کی آتش کو کیا تیز

اول دانا[1] کوں یک بارے بلاکر کیا یوں بول اس کے دھیر جاکر

سبب کیا ہے یہاں لگ پیش آنے ہمارے ملک پر لشکر چلانے[2]

ہمیں ہندی اگر جھگڑے پر آویں گھڑی میں مار مصریاں کوں بھگاویں

ہمارا فن ہے کرنا ترک تازی ہمارا کام ہے شمشیر بازی

ہمارے راوتاں کوں تے[3] ہتیاراں ہمارے راوتاں دشمن شکاراں

دلیری میں یو[4] ایسے ہیں دلیراں ان کوں دیکھ جنگل پکڑے شیراں

دلیری دیکھ ہر یک لشکری کی کمر بیٹھی ہے دِکھا[5] کا سوں ہر یک کی

ہمارے لشکریاں ایسے ہیں جنگی پلنگاں ان کنے سکتے پلنگی

نہیں چلمک سوں کس کوں کام اس ٹھار انوں کی بات سوں جھڑتی ہے انگار

---

۱ دانے ۔ ا و ج ۔ داین ۔ ج ۔ ۲ اوچانے ، د و ا ۔ ۳ کرتے ۔ ا ۔ ۴ دلیراں ۔ ج دلیروں ۔ ھ ر ۔ دھاکوں ہر زری کی ۔ د ۔

لیوئی ہاتاں میں جب غصے سوں جمدھر ۱۴۶۰ ہر یک یک ضرب تل دو دو گرے دھڑ

اگر نکلیں جو لے ہاتاں میں بھالے
وہی باچے خدا جس کوں سنبھالے

شجاعت میں انہوں کوں دیکھتے تو
ہر یک بیچنے بچلی رہے دشمن لکھے وو

سروہی کوں صراحی بوجتے ہے
سمجھتے ہے عدو کے لھو کوں کر مئے

پیالے سر کے کا نسے کر کو جانے
کباب اعدا کے دل کوں کر پچھانے

مسلماناں میں جھگڑا کافری ہے
نہ کو جانو کہ جھگڑا اسرسری ہے

یہاں تے جاویں گے تو چھوڑ کر تاؤ
رہے گا تو تمہارا جگ میں کچھ بھاؤ

اگر نیں تو صبا معلوم ہوگا
یو جھگڑا کس پو آخر شوم ہوگا

شتابی سوں گیا جیوں وو گھر سنج
بکھیریا بات کا اس سامنے گنج

ہوا دو وھیر جھگڑا جیوں ظفر پاشاہ مصری نے

پکڑ لا شاہ ہندی کوں کئے محبوس زندانی

سنیا شہ مصر جوں جب سوں تقریر
لگی وو بات ہو کر کان کوں تیر

۱؎ دلیراں گر لیوئیں ہاتاں میں جمدھر۔ ج و ا۔ ۲؎ جھنگی ہو تو۔ ف۔ ۳؎ اس کے مقابل ع میں یہ شعر ہے۔

سروہی کو صراحی کا کہیں آب۔ عدو کے لھو کوں کر سمجھے مئے ناب۔ ۴؎ بات کا۔ ا و ج۔

کھڑک پر شاہ وہیں غصے سوں ست ہات ۱۴۷۰ کہیا یوں بول پھر اس سنگدل سات
کہ تو لیتا ہے ناحق جیو جس کا | سو ہوتا ہوں سگا میں باپ اس کا
لگی ہے دل کوں میرے آگ اس تی | جھگڑنے کوں نہ کرسوں تجہ سوں سستی
ڈرانے کوں ترے ہرگز نہ ڈرسوں | تجھے مارے بغیر میں نا گذرسوں
سنایا توں دلیراں کی دلیری | دکھا بارے دلیری منجکوں تیری
کیا توں اپنے سب لشکر کی تعریف | سناؤوں اب مرے لشکر کی تعریف
کہیں ہمنا جگت دشمن تراشاں | ہمارا نام ہے درجن تراشاں
ہمیں جھگڑے کوں نیں شکتے ہیں ذرا | نظر میں کس کوں نیں رکھتے ہیں ذرا
ہمارے لشکریاں ہے باد بارے | ہے عاشق جنگ کے یک رنگ سارے
سمجھ کر دلبراں کی زلف غازیاں | کریں جا برچھیاں سوں دست بازیاں
قداں ہے سرو قداں کے گرجان ۱۴۸۰ لیویں تیراں سوں جاہاتاں کوں گرداں
سدا جھگڑے کے دھر ناد رکو دیکھیں | وھنک کھن دھن کے ابرو کر کو دیکھیں
ہے ایسے فن میں جھگڑے کے قوی دل | گنے پلکھاں کوں تیراں کے مقابل

---

۱ بے وفا۔ ی۔ ۲ دہن کے زلفاں ہے۔ ج۔ ۳ برچھیاں۔ د۔ ۴ پر سینے کی کر ایسے د وھ۔ ۵ کتے۔ ہ۔ گئی۔ د نسخہ۔

لھوے[1] کا جھل جھلانا دیکھ جھلکار ۔۔۔ دیویں بوسے سمج کر دھن کے رخسار
ہماری تیغ کوں ہے ناؤں اونا ۔۔۔ کہے اونا کرے وو کام دونا
اسی تے اس کوں ہے سب بُٹھا قیمت ۔۔۔ ہینے کا پھول سو ہے اس کوں مُحبّت
نہیں تجہ میں مسلمانی کے شیوے ۔۔۔ نہیں تجہ میں کچھ ایمانی کے شیوے
اہے لازم مجھے تجہ سوں جھگڑنا ۔۔۔ ہے واجب بلکہ تیرے سات لڑنا"
یو باتاں بول کر وو شاہ دانا ۔۔۔ کیا حاجب کوں اس شہ کے روانا

وو حاجب جا کوں بولیا شہ سوں اپنے ۔۔۔ سنیا سو آ کوں بولیا شہ سوں اپنے
نہایت[2] تھا سو مطلب شاہ پایا ۔۱۴۹۰ عداوت کے علم کوں دیں اچایا
چلے دو دھر تے دو لشکر کے سردار ۔۔۔ سکندر[3] ہور دارا آئے یک ٹھار (بلند کیا)
مگر یک ٹھار دو دریا ملے گیا ۔۔۔ وو لشکر دو طرف تے یوں بھڑ آئے
چلے دو دھر تے یوں لشکر کے بھاراں ۔۔۔ ملے جوں دو طرف سوں کوہساراں

---

[1] جھلکتے دیک لھوے آمیز کے سار۔ و د ج۔ [2] جو کچھ مطلب جو تھا سو۔ ا و ج۔ [3] ہلے دو دھر تے دو لشکر کے سردار۔ ا و ج۔

یکایک دو طرف فتنا اٹھا جاگ — اٹھی دو دھر تے جھگڑے کی سلگ آگ

ملے ہر حال آکر اژدہا دو — ہوے دو دھیر تے لٹ پٹ بلا ہو

سلح پوشاں کی یوں دستی تھی فوجاں — مگر سمدور کی آتی تھی موجاں

دلیراں کے دسے یوں تن پو جوشن — غضب کی آگ جیوں کیتے ہیں روشن

مواں چار آئینے سوں عل دسے یوں — اگن پانی میں تے نکلے اہے جیوں

کھڑا سو قائم اپنے پانوں کوں کر — دیا صف یوں کہ جیوں سد سکندر

نکل آیکہ تازیاں دو طرف سوں — ۱۵۰۰ ہوے اگے پیچھے کر اپنی صف کوں

اول تنور پر جھگڑے کی جیوں آئے — اگن وہیں تیر کی لکڑیاں سوں سلگائے

لگے سٹنے سراں پر زور سرکاں — کنگوریاں پڑتے جیوں چور سرکاں

دلیری سوں دلیراں ہات میں ہات — ملائے گرز ہور شمشیر کے سات

ٹھناٹھن دیکھ ہور سن کر گھناگھن — لئے داتاں میں کر انگلی دہر تت کھن

---

۱ زرہ۔ ا۔ ۲ کہ ہیں کیا قہر کے دریا کی موجاں۔ ج۔ کہ جیسی قہر کے دریا کی موجاں۔ ھ۔ ۳ د میں مصرع ثانی پہلے ہے۔ ۴ غصے۔ ج۔ ۵ عل۔ ج۔ ۶ تندیر۔ ا۔ تندور۔ ھ۔ تندی ج۔ ۷ وہاں تے ویں۔ ا و ج۔ ۸ گئے داتاں میں انگلیاں سر دت کہن۔ ا۔

ہوا ایسا شفاشف اور فشافش | زمانا گھابرا ہوکر کیا عشق
لگیا تیراں سوں ہور بھالیاں سوں آکام | گئے چھاتیاں کے سب پیاں کوں پیغام
بیتے تیر نے سہے سینے کے بیراں | جھجر ہوکر رہے سینے کے بیراں
تماشے رو برو آکھول کر آنک | یکس کے ٹیک سنے تے دیکھنے جھانک
یکس کی ٹیک چھاتی میں خنجر مار | ملوکر کار ہٹتے تھے ولاں بھار
موں میں نیزے رہے لگ یوں دسے یوں ۱۵۱۰ | ہتیاں گانڈے لئے ہیں موں منے جیوں
دلبراں تن کوں لگ تیراں پڑے سو | نظر تل سار سل ہوکر دسے وو
دھنک سوں مل دس آیا یوں ہر یک تیر | مگر کیا قوس میں آیا آہے شبیر
تبر بیٹھا سو ہر یک سیس کوں پھوڑ | دسیا یوں مرغ کا جیوں لھو بھریا موڑ
کھنڈا ایسا ہوا ایسا کھچا کھچ | فلک کی ہیبتاں سوں گئی کر دچ
ذرہ سوں لھو نکل جوں بھار آیا | ہر ہنیا نکے نیں کا نخا سمایا

۱؎ گرا۔ ج۔ ۲؎ تیراں۔ د۔ ۳؎ جھنجر۔ د۔ ۴؎ ہیں سوں دیکھتے۔ ا و ج۔ ۵؎ چھاتیاں۔ ج۔ ۶؎ کہار۔ ھ ۷؎ تیر۔ ا۔ ۸؎ لھوبر۔ د۔ ۹؎ کھنڈا۔ ج۔ ۱۰؎ صرف۔ د۔

گیا آواز سو اسمان میں اَیے[1] — رکھے انگلیاں ملائک کان میں لے

بیتے رگڑے گئے جھگڑے[2] تلے اس — بیتے ہو چور گئے رگڑے تلے اس

بھریا تھا سب ہوا روحا سو جاں[3] تاں[4] — دجوداں[5] تل زمیں دستی نہ تھی کاں

دریا ہو کر اُ بلنے جو لگیا خوں — اجل کیچو اکو جا بیٹھی بھرا موں

ہوے اس ٹھار پر عالم بیتے ٹھا ۔۱۵۲۰ ا چلیا دیکھ ہو کو عزرائیل بیزار

گیا چھپ کر ڈھلارے کے تل اسماں — ہوئے غائب نظر میں تے چند بھاں

نہ دیکھ سک کریو فتنا ھور یو جنگ — دنیا جینے سوں اپنے آئی تھی تنگ

بھیا جوں مصریاں پر فتح کا باؤ — کنارے کوں لگیا مقصود کا ناؤ

یکایک مصر کے شہ کے دلیراں — دِنا[6] کر دل میں جو بیٹھے وو شیراں

پھرا یا[7] وو پی مکھ اس شہ کا بَر دل — سو پائے مصریاں یکبار گی بل

خدا تے فتح ایسا مصریاں پائے (سارا لشکر) — جو شہ[8] کوں ہند کے جیتا پکڑ لائے

پڑی[9] جوں دشٹ شہ کے تس کے اوپرا ل — گیا غصے سوں اس کوں بے آبد افعال

---

۱ صرف د ۔ ۲ منے ۔ د ۔ ۳ جاں تہاں ۔ ھ ۔ ۴ وو روحاں ۔ ا و ج ۔ ۵ وہاں ۔ ھ ۶ اوٹھا کر ۔ د ۔ ۷ موں کوں ۔ د ۔ ۸ واں کے شاہ کوں ۔ ا و ج و ھ ۔ ۹ پڑا شہ شہ کے بس میں شہ اوس اوپرال ۔ ھ ۔

توں اپنے نفس کے کاماں کی خاطر		گنہ گاری کوں لیتا[1] آپنا سر

گنوایا ہات تے آخر کوں شاہی		ستم توں لا لیا مولوں سیاہی

نہ یاں رہی ذرتی[2] تیری آبروئی		۱۵۳۰ نہ واں کی کچ توں پایا ہے[3] نکوئی

عبث[4] جگ میں ہوایوں آج بدنام		خدا کوں خوش نہیں آتے سو یو کام

تجے اس کام پر لیائی تری موت		کرے کیا کوئی آئی ہے تری موت

توں شہزادے کوں ماریا جس[5] روش سوں		اسی دھاتاں سوں مرنا ہے لوں تو

جو مچھلی کے گلے میں لکھ کوں پتر بند بھیجے جوں

خبر اس کی حیاتی کی دو دن کوں پھر لیکر آنی

کیا پھر شاہ کوں اس دت[6] تھا سوں عرض		رضا ہوئے تو کروں یک بات کوں عرض

خزینے میں مرے ہے یک مچھلی		نہ مچھلی اس کے سم کوئی آوے بچلی

کئے ہیں اس کوں حکمت سوں حکیماں		گھڑے ہیں بہوت صنعت سوں حکیماں

طلسم اس پر لکھے ہیں خو اوّل تی		سٹے پانی میں تو آپیچ چلتی

خودہی

---

۱ دیتا۔ ا۔ دے کر۔ د۔ ۲ درتے۔ ا۔ ۳ سرخ روئی۔ د۔ ۴ ازج۔ ھ میں مصرع ثانی، اول ہے۔ ۵ سند۔ ا۔ ۶ کرے۔ ا و ج۔

حقیقت قعر کا جناں کنے سوں ۔۔۔ لکھا لاتی اہے پانی منے سوں

خبر بارے اول شہزادے کا لیو ۔۔۔ نئیں منگتے ہیں ہو بعد از سزا دیو

منگا بیگی سوں اس مچھلی کوں حال ۱۵۴۰ کہے تیوں لیکے پانی میں وو ڈال

وو مچھلی اس حقیقت کا خبر لے ۔۔۔ نکل کر آئی دو دن کو پتر لے

پچھل خط سوں لکھی تھی اس میں یو بات ۔۔۔ جو شہزادے کو کیتے نیں ہیں کھات

لے کر گئی تھی پکڑ کر ییک ماہی ۔۔۔ منگیا رکھنے کوں اس کوں جو الٰہی

نگلنے کوں وو ماہی اس کوں ناسک ۔۔۔ کتک دن تک دیس کے موں منے رک

ستی جا کر جزیرے پر سمن کے ۔۔۔ کہ جاں ہوتے ہیں پھولاں یاسمن کے

وہاں کھانا ہے ہور پیتا ہے وو جا ۔۔۔ پریاں کے بند میں جیتا ہے وو جا

سنیا جو باپ بیٹے کی خبر وو ۔۔۔ موا نیں ہے وو جیتا ہے مگر وو

ہوا دل کا ابال اس کا تلے ٹک ۔۔۔ سنک اس کوں سکھ دکھایا کم ہوا دکھ

ا جتے پانی میں دکھلایا ہے جی موں۔ ب لکھا لاتی ہیں جناں کے کنے سوں۔ ا و ج۔ ۲ کہ جیوں منگتے ہیں تیوں ا و ج۔ ۳ ہر۔ ا و ج۔ ۴ اول باری۔ ک۔ ۵ جوں شہزادے کوں پانی میں کئے گھات۔ ک۔ ۶ جو آپی۔ ج۔ اپتے۔ ا۔ ۷ جواں۔ ھ۔ ۸ یوں و ۹ ووں۔ ا و ج۔ ۱۰ دکھ۔ ک و ھ۔ ۱۱ جا ج

اچھو کر تو تنک اس شہ کوں رکھ یک ٹھار
چلیا اپنے شہر کوں وو شہریار

چھپیا کنعاں منے یوسف بدل ڈھنڈنے سمن بر
چلی تھی یاوری ہو کر پکڑ سوز زلیخانی

مسافر عشق کے شدت نگر کا ۔ ۵۵۱ بیاں کرتا ہے یوں محنت سفر کا

سمن بر جو پڑی تھی برہ دھرتی
دریا میں غم کے ڈبتی ہور ترتی

گیا تھا رنگ روپ اس کا ہو برباد
لگی جوں پت جھڑی کے پات کے نا د

پرت کے گرم بارے سوں ہو مخمول
پڑی تھی بھیں پو وو مکلا کو جوں پھول

رہیا تھا ہو کو یوں اس نار کا حال
خزاں کے جوں سکے سو جھاڑ کا ڈال

پڑی سو باغ تے پنچھی منن دور
برہ کے درد دکھ سوں یا بی تھی جھور

کدھیں برہے سوں جو تن دھک دھکاوے
ٹھنڈک ہو جیندن گر تن کوں لاوے

توں اس برہے جلی کے تن کے اوپر
وو جاتا تھا چیندن جل راک ہو کر

کدھیں جو آگ برہے کی کرے جوش
بجھاوے پھول پھوے تل تک ہو شش

لے پکی ۔ ۵ ۔ ے اوپر ۔ ۵ ۔ ے ھ میں اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے ۔ رہی تھی ٹھنڈیں دوری کی دکھی ہو ۔ خزاں کی ڈال کے مانند روکھی ہو ۔ ھ ۔ ے کی چوٹوں سیں تھی چور ۔ ھ ۔ ے چور ۔ ۵ ۔ ے ٹھنڈک ہوے تیوں ۔ ا ج ۔ ے بجھڑے کی کری جوش ۔ ا ۔

تو اس کی آنچ سوں پھولاں سب یک بار	پھرے لگ جل کو ہوتے تھے وو انگار
نہ لیا سک تاب بچھڑے کی تلک سوں	۱۵۶۰ غصے سوں ہر گھڑی جھگڑے فلک سوں
اگر طالع سوں یک تل جو ترے بخت	برے بختاں کوں اپنے پھر کرے بخت
سنی سو جیو کا اپنے وو میتا	موا نیں ہے پریاں کے بند میں جیتا
کبھی اس ٹھار اچھوں یوں میں کیتے دن	بلکتی ھور تپتی پیو کے بن
اگر یاں سو برس لگ کر رہوں ٹھار	تو ہرگز مجھ پیو آسے نا کسے پیار
حلق سک کر موئی پی ھور جگر پھوٹ	نہ پائی[1] پیاس کوں پانی کی یک گھوٹ
خبر اس ٹھار میرا کئی نہ لے سے	منجے اس پیو کی کئی[2] آگاہی نہ دے سے
بھلا وو ہے جو ڈھنڈتی جاؤں اسکوں	مرے بختاں سوں پھر کر پاؤں اس کوں
پرت کے دیس[3] سفر کی ہو نا لی	کر اپنا چیر کھنتا گل میں گھالی[4]
منگی چلنے کوں جب برھے پلیٹی[5]	ابس پانواں کوں سب چھیتر لپیٹی[6]
بھبوتی[7] اپنے موں کوں پھر لگائی	۱۵۷۰ بنم[8] کا چاند بادل میں چھپائی

۱ پاوے - ا۔ ۲ کوئی - ج۔ ۳ ہو مسافر - د۔ ۴ ڈالی - ھ۔ ۵ پلیتے - د۔ ۶ سمیتی - ھ۔

۷ بھبوت د۔ ۸ چندر کوں بر میں سیتیں - د۔ عہ زیادہ ہے

سفر کوں[1] مستعد ہو اس روش سوں   چلی ویں ڈھونڈ لیتی اس سجن کوں

برہ کے[2] درد دک سوں پدمنی وو   چلی ہو اس لے بیر[3]اگنی ہو

پڑی دک غم کی آ سینے اپر سل   چلی پھرتی جنگل کی ہو کو کویل

جتے تھے آشنایاں ھور بگانے   لگے اُس دیکھ کر افسوس کھاتے

کہ یو[4] نازک سندر نازک پگاں کی   یو نازک پھول تے نازک ڈگاں کی

یو نازک نازکی ناری نویلی   یو نازک چھند کے چھب کی چھبیلی

کدھیں پھولاں اپر[5] چلتی جو جاوے   چھلے پاواں کوں آ کر تملاوے

کدھیں چندن[6] لگاتی تن کوں[7] وو نار   لگے چندن ہو کر تن پر اسے بھار

دیوے کی چھانوں جوں پڑتی تھی اُس پر   سنگینی سوں رہتی تھی اٹ نہ سک کر

ہر یک کوئی دیکھتے تھے تو نظر سوں[8]   ۱۵۸۰ وو لگتی تھی نظر سوں زخم اس کوں

وو[9] ایسی نازکی تے ہات دھو شوخ   دیکھو نکلی ہے کیوں پردیس لے شوخ

یو پاپی عشق کاں تے سر چڑیا اس   یو کاں تے ناگ برھے[10] کا لڑیا اس

---

[1] کی ۔ او ج ۔ [2] برہ ناسوس پیو کی کارن وو ۔ د ۔ [3] سر آپنے وو ۔ او ج ۔ [4] نازک سندھری ۔ او ج
[5] یہ جو چلنے کوں ۔ ج ۔ [6] جو لاوے ۔ د ۔ [7] تھی تو ۔ ج ۔ [8] نپٹ آسودگی سوں ۔ د و ھ ۔ [9] بچھڑے ۔ د ۔

بسر سدھ آپنے تن کی چلی ہے — خبر سٹ آپنے من کی چلی ہے

سمن بر جب چلی پیرت زوروں — چلی اپنے پیر کے سٹ کیے زوروں

نہ پروا دھوپ کا نا چھانو کا تھا — نہ سدھ اس کوں جنگل ھو گاؤں کا تھا

کدھیں چبتے تھے اس تلوے میں کانٹے — لگے تن کوں کبھی کانٹیاں کے بھانٹے

کدھیں نالے ندیاں جاں تاں النگتی — چھلیاں سوں پانوں کے گاہے وو لنگتی

پرت سوں پیو کے ہو کر دھیلی — وو یو چلتی اچھتی لاڑاں کی کھیلی

سمن بر عشق سوں پیو کے چلی وو تیاگ لے جیو پر

پڑی آ ایک جزیرے پر اتھا وو جائے نورانی

عجب کچہ عشق ہے ہے کچہ عجب عشق — جدھر دیکھے بی ہے سب عشق سب عشق

اگر نیں عشق تو عالم ہوا کیوں ۱۵۹۰ — مٹھی بھر خاک سوں آدم ہوا کیوں

اگر نیں عشق تو یوں عمر سارا — پریشاں ہو کو کیں پھرتا ہے یارا

اگر نیں عشق تو یوں کیے جلے آگ — ہمیشہ کائے کوں اٹھتی ہے یو خاک

۱ے دھن من۔ ج۔ ۲ے تن من کا۔ ج۔ ۳ے ہمت۔ ھ۔ ۴ے کبھیں۔ ھ میں ہر جگہ لکھا ہے۔ ۵ے کدھیں لگتے تھے اس۔ ج۔

اگر نیں عشق تو یوں آکو جو شاں — دریا کیا واسطے کرتا خروشاں
اگر نیں عشق تو کے سبز ہے جھاڑ — کھڑے کے پانوں اپنے گاڑ یوں باڑ
اگر نیں عشق تو یوں تن کوں لاخاک — سبب کیا رات دن پھرتا ہے افلاک
اگر نیں عشق تو اس دھات تل تل — ہر یک جا کیا سبب روتا ہے بادل
اگر نیں عشق تو وو برھنی دھن — چلی کیوں آپنا سٹ مال ہور دھن
خدا کے لطف کا مارا سو بارا — کھلیا اس درد کے دل کا اندھارا
بہر حال یک جزیرے پر پڑی دھن — جزیرا وو نہ تھا تھا یک سرگ بن
اجائے تھے سرائں تو نہالاں ۱۶۰۰ — تھے ڈلتے باؤ سوں دو کی ڈالاں
جدھر دیکھے بی جھاڑاں بار کے تھے — جتے بھی جھاڑ طوبی سار کے تھے
دسے رکھ ڈال سوں مل ڈال اس دھات — لئے ہیں اچھریاں جوں ہات میں ہات
تھے چشمے نیر کے ہر ٹھار بھر کر — ہوا تھا جو کدں سبزہ زمیں پر
دسے یوں جھاڑ پانی کے بندارے — کھڑیاں حوراں پکڑ کوثر کنارے

۱؎ یوں تو کیوں۔ ج و ا۔ ۲؎ چھوڑ اپنا ملک۔ ق۔ ۳؎ انگارا۔ ج۔ ۴؎ کھن۔ ج۔ ۵؎ بن کے دو۔ ا۔ ۶؎ جہاں۔ ق۔ ۷؎ اپچھریاں۔ ا۔

دسے سبزہ زمیں پر یوں ہر یک جا ۔۔۔ بچھائے پاچ کا لیا فرش گویا

پھرے پنکھیاں وہاں سبز اپریوں ۔۔۔ ملک پھرتے زمیں پر پاچ کی جوں

تھا کر دیکھتی ہے واں جو وو نار ۔۔۔ محل دستا ہے یک اپروپ اس ٹھار

محل ویسا نہ تھا بھی کیں زمیں پر ۔۔۔ شک آتا ہے کہنے کوں عرش تھا کر

مہندس فکر کا گم ہو کو تھا واں ۔۔۔ تصور کا اتھا طراح حیراں

جتے اس فن کے تھے عالم میں استاد ۔۔۔ ۱۹۱۰ رہیں دیکھ صورت دیوار کے باد

تھے چشمے اس کے جیوں نیناں پریاں کے ۔۔۔ دسے طاقاں بھواں جوں چھڑیاں کے

جھلکتی یوں دسے ہر یک دیوار ۔۔۔ کہ جیوں آئینہ رخساراں کے رخسار

دسے سج اس ٹھار بلنے تھے طرفِ جا ۔۔۔ نہ تھا واں عقل کی پرکار کا کار

بلندی میں نظر کا پست تھا کام ۔۔۔ سرو قدوں قد تھے جیوں ہر ایک تھا لم

نشیمن جاں تہاں دستے اتھے خوب ۔۔۔ جدھر دیکھے بھی تھے دیواں مرغوب

کرے تھے سنگ مرمر فرش اس ٹھار ۔۔۔ وہاں لیپے تھے پانی کر کو نیکار

لہ تھے بچھانا پاچ کا کیا ۔ ا و ج ۔ ۲ہ مرغاں ۔ د ۔ ۳ہ اس طرح پر گم ۔ د و ھ ۔ ۴ہ رہے تھے ہوش واں طراح کے گم ۔ د ۔ ۵ہ جھلکنی ۔ ا و ج ۔ ۶ہ عجائب طرز ۔ ھ ۔ ۷ہ صرف ۔ ھ ۔ ۸ہ دریچے جاں کے تاں کیتے اتھے خوب ج ۔ ۹ہ سب تنتے کی جھلکار ۔ ھ ۔ ۱۰ہ ہنکار ۔ د ۔ ہلک ر ۔ ا ۔

نشاں اس ٹھار پر نیں تھا چُنے کا ملمع واں کئے تھے سب سُنے کا

ثریا سار کے اس پر منارے کنگورے ہور کلس چندر ستارے

جھجر[1] ہر یک طرف تھا زرنگاری کرے تھے جا بجا تصویر کاری

کتک بالاں ملا کر رگ قلم نام ۱۶۲۰ کرے تھے بال تھے باریک سو کام

لکھے تھے بیل سوں مل کر کلیاں کیں لکھے تھے جھاڑ سوں مل کر پھلیاں کیں

لکھے تھے[2] پھل کوں کیں ملتے سو پھولاں کھلے کیں پھول کیں کھلتے سو پھولاں

لکھے[3] تھے کیں تمے سو پھول ڈالیاں لکھے کیں ساند تے سو اوس کو بالیاں

کہیں بھنورے کہیں تیتر لکھے تھے کہیں بلبل کوں پھولاں پر لکھے تھے

عربی[4] صمغ سوں حل کر کو زنگار فلک[5] کے کیں لکھے تھے سبز زنگار

سُنے سوں سورکوں دکھلائے تھے کیں لکھے تھے کیں رُپے سو چاند کے تیں

شفق کوں کیں لکھے تھے شنگرف سوں لکھے کیں ابر کوں دریا کے کف سوں

لکھے تھے کیں گرہ بندے خطائی کہیں[6] تحریر کھینچے کیں سلائی

ا‌ے مجحر - ھ - ۲‌ے مل کر کہیں بلبل سوں - ق - ۳‌ے ھ میں یہ شعر اضافہ ہے - ۴‌ے عنبر لے صمغ - ا - ۵‌ے کہیں دکھلائے تھے لک بیرخ دیوار - ق و ھ - ۶‌ے کہیں بند عراقی کہیں لکھے تھے - ق -

مُبتت کے کرے تھے بھوت کا ماں — نزاکت کے کرے تھے بھوت کا ماں

لکھے تھے قطب شاہاں کی کہیں بزم (بہت کام (جمع)) ۱۳۶۰ لکھے تھے ترکماناں کی کہیں رزم

کہیں[1] تھے صورتاں مستقبل اس میں — کہیں تھے مورتاں مستقبل[2] اس میں

کہیں فرہاد[3] کہیں شیریں لکھے تھے — عجب کچھ صورتاں شیریں لکھے تھے

کہیں عذرا سوں مل وامق لکھے تھے — کہیں معشوق کہیں عاشق لکھے تھے

کہیں مجنوں کہیں لیلی لکھے تھے — بھی تازی صورتاں کئی کئی لکھے تھے

بھوت واں چہرہ پردازی کرے تھی — ہنر[4] کے ہات سوں بازی کرے تھی

چتر ایسا چیتارے تھے چیتارے — چیتارے[5] چین کے حیراں تھے سارے

سنج[6] کر وو پریاں کا ہے گکر ٹھار — رہی کر بر دھنی اس ٹھار کر ٹھار

خرابا جا بائی برھنی دھن — خرابے میں سدا ایتا ہے بیچ دھن

ہر[7] یک دن ہر گھڑی ہر تل وو ناری — سجن کوں یاد کر کرتی تھی (رہتا ہے) زاری

---

۱ لکھے تھے مورتاں۔ ھ۔ ۲ مستخن۔ ج۔ ۳ عاشق کہیں معشوق۔ د۔ ۴ ہنر کیں نیں سو اس جاگے بھرے تھے۔ د۔ ۵ تھے حیراں چین کے نقاش سارے۔ د۔ ۶ د اور ھ میں شعر یوں ہے۔ سمن بر دھن پری کا ہے گکر جا۔ سفر کا رخت اس جاگا سٹی آ۔ ۷ رہی تھی کھینچتی واں انتظاری۔ د و ھ۔

رہی تھی اس سند سوں شہ پری واں ۱۶۴۰ اُتم اس لال کی وو مشتری واں

خوشی سوں ملک آرا لے چلی تھی گر کر بتوں

چڑی یک پاڑ پر جا وو دسیا وو محل تابانی

کتے یک بادشہ کوئی اس کدھیں کا — حکومت میں سلیماں کے نمن تھا

تھے اس کے زیر دیو اجگ کے سارے — پریاں اس حکم سوں نیں تھیاں کنارے

تھے[1] اس کے حکم میں جگ کے دد و دام — کریں اس گھر میں جناں روز آ کام

بنی آدم تھے جیوں خدمت میں نگسر — اتھے سب وحش و طیر اس کے مسخر

کتک دن کوں لیا وو ہور عالم — سٹیا وو اس دنیا کے ملک کا غم

نہ تھا بیٹا سو کوئی اس شاہ کے گھر — ہوا تھا راج بیٹی پر مقرر

کہتے تھے عالم اس کوں ملک آرا — وو بیٹی باپ کا لی ملک سارا

ہمایوں اس ہما کا لال چھتر — جگت پر سب ہوا تھا سایہ گستر

حکومت کا اونچا اس ماہ کا ڈھال — سٹیا تھا چھانو[2] دو عالم کے اپر ال

سہاتا تھا مرصع کا اس اکلیل ۱۶۵۰ مسلم اس پہ تھا تبلیغ و تکمیل

---

[1] وو پری۔ ھ۔ [2] ھ میں یہ شعر زیادہ ہے۔

بلند اس بخت[1] کی اقبال مندی — فلک[2] کوں جگ میں بخشی تھی بلندی

جرأت کے تاج کا اس کے تجمل نور — ہوا تھا سور نمنے جگ پہ مشہور

ہوا دیکھی جو یک دن بھوت ہی خوب — خوشی[3] کا مئے چڑیا ایسے میں خوب

سواری کا کری وو شہ پری موب — بھوت کچھ عیش عشرت کا کری موب

سواری کے بدل ہونے روانا — سی[4] دیک خوب ساعت پیش خانہ

مندف یک باغ[5] میانی خوب دیتی — تجمل اسمان کے ڈیرے کوں کینی

بندے زرباف کے چوپھر قناتاں — کنتے ابریشمی اس کوں طنابان

بلند ایسا اجائی تھی وو مندپ — گیا پردا بدل کا نس تلے چھپ

گگن[6] پھرتا منڈے میں اس دیکوں — جنا لگ جیوں پھر کے فانوس میں تیوں

اجائی سوز میں پر بار گہ وو ۱۶۶۰ دسیا سب کوں نوایک آسماں ہو

ہوئی محمل[7] نشیں وو شاہ خوباں — چلی سیارہ دل لے ماہ خوباں

چلی چوڈھل[8] منے وو بیت کر جور — لطافت کے گگن کے سور کا نور

---

[1] تخت۔ د۔ [2] جگت طالع کوں۔ د۔ [3] خوشی کی سر چڑھی جو آگہ مئے خوب۔ ھ۔ [4] بھی دیکھی۔ د

[5] جا کوان کے۔ ج۔ [6] صرف۔ ھ۔ [7] مجلس۔ ج۔ [8] محل۔ ھ۔

مرصع کے چوڈھل[1] میں وو دسی یوں — دیوا روشن کرے فانوس میں جوں

ملے سو لوگ چوپھیر اس کے سارے — دسے یوں چاند کے چوگرد تارے

تجکو[2] دیکھے سو سب اس ماہ رو کوں — اجائے تجھے زباں کوں یو دعا سوں

کہ یارب حسن میں ہے آج یو یک — بلایاں[3] سوں تو[4] ن عالم کے نگہ رک

توں[5] اس چندر کوں رکھ گھٹنے ستی دور — نکو کم کر توں اس کے حسن کا نور

کھلا[6] اگلا کر اس چندر بدن کا — زیادہ کر چلا اس کے رتن[7] کا

جو حلقہ گگن پو دستا سو کھلے کا — اسے توں ہانس کر اس کے گلے کا

کر اس کے ہات کا درپن شیشے[8] کوں ۱۶۷۰ کر اس کا فرش چرخ اطلسی توں

تماشے دیکھتی تازے ہر یک بھار — چلی سو شہ پری پریاں[9] کی اوتار

پڑیا یک بار گی یک دشت تل پاڑ — کھڑا ہے صابر ا کے ناد یگ گاڑ

بلندی میں ہے جیوں ہمت بلند اں — بزرگی میں ہے جیوں اقبال منداں

---

[1] محل۔ ھ۔ [2] خدایا۔ ج۔ [3] پناہ میں توں اپس کی اس۔ د۔ [4] دو۔ ھ۔ [5] کہ تیوں چندر کے تیں۔ ج۔ [6] کلا۔ د۔ [7] بدن۔ ج۔ [8] سیسے کوں۔ ا۔ درسی کوں۔ ج۔ سی توں۔ د۔ [9] بن پرکی۔ ج و ھ۔

عرش کے وصیر تھا رُخ نیٹ اس کا — سُرج کوں تکیہ گہ تھا بیٹ اس کا

ملک[۱] جیوں کو دکیاں اس سر پو ٹہلیں — بدل اس گود میں جیوں طفل کھیلیں

(کودکاں) (بادل) (رنگی)

نہ اس کوں باد کے حلے سوں غم تھا — پریاں کی بات کا نا کچ الم تھا

ہوے دشت[۲] اس کے پگ لگ جا نہ سک ہند — ڈھیگار اتھا اس انگے کوہ الوند

تھے پیدا عاشقاں کے اس میں لکھن[۳] — اسی تے ہو کہ تھا گلنذار دامن[۴]

جو دیکھی پاڑ[۵] وو عشرت اتالی — ہے اپنے مرتبے کے سار عالی

(پہاڑ)

چڑھی[۶] اسمان پر اس مشتری ہو ۱۴۸۰ — اڑی اس پاڑ پر وو شہ پری ہو

بلندی پر اسے[۷] ہر کوئی دیک کے — نوا چندر[۸] نوے اسمان کا ہے

خوشی سوں سیر کر پھرتی ہر یک سو — نظر کر دیکھتی ہے تو وو مہ رو

دیا وو محل جاں وو نار رہی تھی — رہنی ٹھار کر جس ٹھار رہی تھی

(رہی) (مقام)

اچنبا اس لگیا سو دیک وو ٹھا — کری لوگاں کے دھر یوں اپنے ٹھا

۱؎ فرشتے - ج - ۲؎ ک وھ - ۳؎ لچھن - ھ - ۴؎ جامن - ج - ۵؎ اسکے تئیں - ۵ - ۶؎ ک میں مصرعِ ثانی پہلے ہے - ۷؎ دیکھ اس ہر ایک کئے - ا - ۸؎ چندیو - ک - یہ - ھ -

صفا جو دور تے دستا اہے سو | ہر یک گئی کیا اچھے گا بیگ یو
کتنک بولے اچھے گا سور کا ٹھار | کتنک کہے ہے صبح کے نور کا ٹھار
کتنک بولے چندر کا گھر اچھیگا | کتنک بولے اندر کا گھر اچھے گا
کتنک بولے گلستانِ ارم ہے | کتنک بولے ارم کہنا ستم ہے
کتنک بولے اچھے گا بیت معمور | کتنک بولے اچھے گا نیں تو کہ طور
کتنک بولے اہے بیت المقدس | ۱۶۹۰ کتنک بولے وو بھی کچھ ہے کر دیس
بڑیاں سو ہور نھنیاں سوں وو کبی دھات | مشخص خوب نیں ہوئی دیک کر بات
کہی یوں دیدبانا ں کوں بلا کر | دیکھو وو دور تھے دستا سو جا کر
کہ وو کیا ٹھار ہے وو کون جا ہے | وو اونچا پاڑ ہے گئی یا اچھا ہے
وو ہے وان کون وان کا حال کیا ہے | رتے سو لوگ کا وان چال کیا ہے
شتابی سوں خبر اس ٹھار کا لیاو | صبا ہو باس اوس گلذار کا لیاو

ا سو کہو وو ۔ ق ۔ کہ ن وھ ۔ کہ گر کیا جام جم ۔ ج ۔ کہ ن و اوھ ۔ ھ یا ۔ اوج ۔ کہ عرض بگیاں ۔ ق ۔ کہ وو کیا ٹھار ۔ ن ۔ شہ ہرن کی دھات جاؤ ۔ ق ۔ شہ خبر بارے کے تئیں بیگ لیاؤ ۔ ق ۔

گئے سو دیکھنے کوں لوگ یکسر ... خبریوں لیا یاں واں دیک پھر کر

کہ ہے یک عرش ایسا محل عالی ... ہنیں اس ٹھار کئی وستا ہے خالی

نہ اس کے کئی بھیتر ہور بھار آدم ... ہنیں تصویر بن اس ٹھار آدم

ولیکن دیکھتے ہیں تو نجھا کر ... وسی واں یک عورت تخت اوپر

نہ جانے آدمی ہے یا پری ہے ... نہ جانے یا سرگ کی اچھری ہے

ستارا کیا گگن پر تے جھڑیا ہے ... ویا انبر تے ٹٹ چندر پڑیا ہے

نہ جانے کون ہے ایسی تو ہے وو ... وو ایسی دھان سوں بیسی تو ہے وو

ملی آکر سمن برسوں حقیقت سب سنی اس کا

و دسی دے دلاسا اوس نے اپنے تیں مہربانی

سنی جو وو پری اس حور کی بات ... سنی وو ماہ جیوں اس سور کی بات

سو رغبت دیکھنے کوں اس اگری ویں ... چلی واں تے وہاں وو گن بھری ویں

ملی اس پھول سوں جاکر کلی وو ... ملی تس خوب سوں آکر بھلی وو

---

۱ بیگ جاواں ۔ ۵ ۔ ۲ بیگی لیائے دیکھ یاں واں ۔ ۵ ۔ ۳ کوں کوئی بھرتا ۔ ج ۔ ۴ اچھری ۔

ھ ۔ ۵ ویا اپرال تے تارا ۔ ۵ ۔ ۶ وو ماہ جیوں اس نور ۔ ج ۔ ۷ جیوں وو پری اس حور ۔ ج ۔

دیکھتے خوش حال ہوا کیس کے موں یک — لگے احوال پوچھن ٹیک سوں ٹیک

کہی وو شہ پری اس حور سوں یوں — تو اپنا حال منج سوں بول ہے یوں

اول توں بول یارے کون ہے آپ — توں بیٹی کس کی تیرے کاہے ما باپ

کلی کنولی ہے توں کس کے چمن کی — ہے روشن شمع توں کس انجمن کی

کتے بے رحم باندیا تج پو آگ — ۱۰،۱۱ دیا کن بے کٹر سر تیرے و یناگ

کیا بھیرا تجے کس کا پرت چھر — لیا کس کی برہ کا درد تج پر

تجے کس بن لگی یہ آہ و زاری — توں ہاری کس بدل صبر و قراری

منجے لگتی ہے توں بھو تج دکھاری — منجے دستی ہے توں وینا گ ماری

سنے کوں م سوں گونڈی کی سو کر راہ — جلے دل کی جلی وو مار کر آہ

انگارے نین کے دکھ سوں بجھائی — زباں کوں آگ کی کر جیب اچائی

کہی یو درد کا طومار میرا — درازی میں ہے انبر سار بھیرا

---

۱ دیکھے۔ د۔ ہوئے خوش حال یک کے موں کوں یک اگ۔ ھ۔ ۲ مجہ سوں بول ہے تیوں نا چھپا بات۔ د۔ ۳ بہترا۔ ا۔ نیر۔ ھ۔ ۴ کیا۔ ا۔ پڑا۔ ھ۔ ۵ یہ شعر ھ میں زیادہ ہے۔ ۶ د میں اس کے مقابل حسب ذیل شعر ہے۔ تجے کے اُٹی ہے ایسی کہنہ نائی۔ توں ہاری کیا بدل صبر و شکیبائی۔ ۷ نوں۔ د۔ ۸ بڑی۔ د۔ ۹ کونڈی کی۔ د۔ ۱۰ انگار ابجواں کی لے۔ ا۔ ۱۱ کیرا۔ ا۔ ۱۲ تجے کن باندیا آگ سو بول۔ دیا کن تیرے سر و یناک سو بول۔

نہ سر ہے ہجر کے غم کا یو نامہ	ولو قلنا الیٰ یوم القیامہ
میرا ہے باپ دُک ہور درد مائی	ہے میری بھان غم ہور رنج بھائی
انگیٹی جس کتے میرا چمن ہے	مری جلتی بھٹی سو انجمن ہے
کسی بے رحم ہور نا مہرباں کوں ۱۲۰	ہے بہتر جی کہریا سو سہی کوں
نہ منجہ ہیں ہور بختاں ہیں یاری	نہ طالع ہور منجہ ہیں دو واری
نہ منجہ ہیں ہور فلک ہیں مدارا	نہ سیدھا ہے مرا منجہ سوں ستارا
نہ میرے لال کا منجہ کوں خبر ہے	نہ میرے حال کا منجہ کوں خبر ہے
جو کچ کے بھی نصیباں کوں کنا ہے	نہیں تو مونچ لے موں چپ رہنا ہے
کنگ بار اس روش سوں بھو دنے رو	رکت انجواں سوں کینک وقت موں دھو
دریغی سوں ہزاراں کھول کر لب	کہی گذریا سو اپنا درد غم سب
سنج اس برہ بھوتی ہے گر گئی	بلولا موں کوں دکھ سوں ان ہیک ہیک روئی
سو ایسے میں کنگ آل کو دایاں	لے پھل نیر اس دونوں کا مکھ دھلایاں

۱؎ د و ھ۔ ۲؎ ہے سو۔ د۔ ۳؎ موند۔ ھ۔ ۴؎ دکھ۔ د و ھ۔ ۵؎ لہو کے آنسوؤں میں۔

۶؎ ہر حال اپنا ماجرا۔ ۷؎ برہ مارے کہ یہ۔ ھ۔

دلاسا[1] دے کہی وو گن بھری وو — محبت کے ارم کی شہ پری وو

تو غم[2] سٹ دے نکو یوں دل فگار اچہ — ۱۶۳۰ خدا کے لطف سوں امیدوار اچہ

خوشی تج[3] آج تے دن دن نوی ہے — نکو ڈر توں خدا اس[4] پر قوی ہے

تو آوے گی اگر میرے نگر کوں — کروں گی کام تیرا ہر ہنر سوں

پریاں اول تے میرے حکم میں ہیں — وو شکتیاں ہور کرنیاں ہیں جو کچھ گئیں

سمجھ[5] توں منج ہوا ہے کام تیرا — ملے تیوں میں کروں گی رام تیرا

سنی یو بات سو وو برہنی دھن — لگیا دل کا کھلیا[6] جیوں کول پھل بن

لگیا یوں اس کے جیو ہور دل کوں راحت — یکایک غیب تے جیوں آئی دولت

ہوئے خوش حال یو سب چھوڑ کر رنج — کہ جیوں مفلس کے آیا[7] ہات میں گنج

کہی پھر عاجزی سوں اس پری کوں — مروت کے سرگ کی اپچھری[8] کوں

منجے اس وقت پر ہو کر سگی بھان — ملا کر پیو سوں منج دے توں جیو دان

۱؎ د میں مصرعۂ ثانی اول ہے۔ ۲؎ در دغم سٹ۔ د۔ ۳؎ تج۔ د۔ ۴؎ د میں اس کے مقابل حسبِ ذیل دو شعر ہیں۔ نہ سٹ سوں میں درنگ پر کام تیرا۔ ملے تیوں میں کروں گی رام تیرا۔ سمجھ توں منج ہوا ہے کام تیرا۔ دکھاؤں گی تجے کر کام تیرا۔ ۶؎ لگے۔ ج۔ ۷؎ ہات آتا ہے۔ د۔ ۸؎ اپچھری۔ ج۔

منجے پھر کر سجن سوں اس ملاتوں ۴۹، اکہ منج زجیو کوں پھر کر جلاتوں

مرے حق ہو تو عیسی ابن مریم   توں میرے زخم کوں دل کے ہو مرہم

بہر حال اس سند سوں دونوں کر بات   اٹھے نیکس کے یک لے ہاتیں ہات

دو چنچل شہ پری اچپل سندر کوں   چلی لے کر سنگات اپنے نگر کوں

بہوت عزت سوں اس کوں ستالے جا   رکھی اس یک محل میں اپنے دے جا

رھیاں یک ٹھار مل کر دو سہیلیاں   رہیاں گلجوڑ ہو دو دو سہیلیاں

اتھی یک حور دوجی سو پری تھی   دو یک زہرہ تھی دوجی مشتری تھی

ہو آپس میں اپے یک جیو یک دل   رہتیاں تھیاں کھیلتیاں ہنستیاں دونو مل

لکھائی ملک آرائے پریاں کے شاہ کوں نامہ
سو اس محبوس ناحق کوں چھڑا دے کر مہربانی

اگرچہ ظاہرا وو برھنی نار   تھی ہنستی کھیلتی اس سوں مل یک ٹھار

ولے باطن میں کچھ آرام نیں تھا   تیسے بن روئے دوجا کام نیں تھا

دھنواں دل جل کو جس تل بھار آوے ۵۰، اترت بارے سوں دم کے اس اڑاوے

۱؎ ک د۔ ۲؎ محل میں اس رکھی دے آپنے جا۔ ک۔ ۳؎ جلن۔ ک۔

جو مارے جوش جب دو مینہ کے ویگ	کری پلکھاں کوں سر پوش اس پر ییگ
جو جاتا تھا پھکا پڑ دُک سوں رخ لال	اکر لے لال کر دکھلائی درحال
جو لب گرمی سوں غم کی سوک جاوے	سو لب کوں جیب کا نتھر توک اپنڑائے
سمجھنے نادرے کر اس دھات تھی وو	ہو کر جیوں چھاؤں اسکے ساتھی وو
سو یک دن اس پری کوں ایک کرشاد	دلائی بات اپنے درد کی یاد
کہ کب لگ یا ایچھوں اس حال سوں میں	بچھڑ کر اپنے دل کے لال سوں میں
کدھاں لگ میں اچھوں اس دھات روتی	انجو انکھیاں کی انکھیاں میں جروتی
اچھوں بس میں کو تنک روتی بلکتی	اچھر دکھ کے ہنسے پرکسوں لکھتی
کتا ہیں عشق کوں دل میں رکھوں داب	تری زلفاں کی سوں ہیں منجہ میں کچہ تاب
یو سن کر بات اس کوں مہر آکر ۱۷۶۰	کہی منشی کے تئیں اپنے بلا کر
پریاں کے شاہ کوں لکھ ایک نامہ	زنت کر مشک سوں تز بیگ خامہ
کہ یک کئی شاہزادہ اس طرف کا	ہیں خاکیاں منے عز و شرف کا

۱ سک کوں جب جائے۔ ا و ج۔ ۲ سکی سو جیب کا نتھر تنک اپر لیائے۔ ج و ا۔ ۳ سمج نادیک۔ ی۔ ۴ یوں۔ د۔ ۵ ی و ھ۔ ۶ خشک۔ ھ۔ لیک۔ ا۔ ۷ وو ہے۔ ھ۔

انا چیتے[1] اُدر جا کر پڑیا ہے (اودھر) — پریاں کے بند میں وو سنپڑیا ہے

تفحص کر کہ اس بھیجو تو اس ٹھار — محبت کا ہوئے گا تازہ گلزار

دبیر اس دھات کی لے کر زبانی — کیا کافور پر عنبر فشانی

طبیعت سوں لکھا تقریر تازہ — کیا مقصود کا تحریر تازہ

نچھل صفحے اپر سطراں دسے[2] یوں — کہ زلفاں مہ رخاں کے رخ پہ ہی جیوں

دکھایا کر عجائب کار باراں — دریا پر دو دکے[3] کئی کئی پہاڑاں

کیا سو ختم وو نامے کوں دانا — دے یک دانے[4] کے ہت کیتی روانا

پریاں کے شاہ کوں اپڑا سو فرماں ۱۷۷۰ دیا فرمان کوں جب خاسوں مل ماں

چھڑا کر ملک آرا کے شہر کوں بھیج دے شہ کے

دیا سنگات پریاں کوں .... بر جانگہ بانی

دیکھ اپنا اس ہیں[5] گر سو د سارا — سینیا نامے کر امقصود سارا

کیا لوگاں کوں اپنے حکم دو راج — کہ پیدا ہر سند اس کوں کرو آج

---

[1] اناجیتی۔ ک۔ انا بیتے۔ انا جیتی۔ ھ۔ [2] موں۔ د۔ [3] دریا دو دکے لکی کے لہاراں۔ ا۔ [4] شانے۔ ک۔ قاصد۔ ھ۔

وو ہے کیں ملک آرا کا قرابت ۔ بہوت دھرتی ہے کیں اس پر محبت
کہ عاشق ہے کیں اس کی بھان کا وو ۔ کنول ہے کیں کتے اس بھان کا وو
وو لوگاں جو اشارت شاہ سوں پائے ۔ سمن کے اس جزیرے سوں اچا لیائے
نظر شہ زادے پر شہ کی پڑی سو ۔ لگیا کہنے کوں یوں حیران ہو وو
یو سکہ ہور یو صورت عجب ہے ۔ جو کچھ اچھنا سو خوبی اس میں سب ہے
یو اچھا شکل ہور نیکا شمائل ۔ پریاں ہونا نہ کیوں دیکھ اس یو مائل
یو نادر حُسن ہور یو قدرتی نور ۔ بھلے تو کیا عجب تس دیک کر حور
ہوا معلوم عالم یک طرف ہے ۔ ۱۱۰۰ سہادے میں یو آدم یک طرف ہے
بہت تعظیم سوں اس کوں بلایا ۔ محبت سوں بلا کر بیسلایا
ملک زادے کر انزدیک تسے موں ۔ شہنشہ دیکھتا ہے تو کرم سوں
رہی ہے زرد ہو کر رخ کی لالی ۔ رنگار نگ عشق کی دستی ہے بحالی
رہے ہیں ہو او ہر خشک و نین تر ۔ محبت سوں لیا ہے بحر ہور بر
بڑا کئی اس کوں عاشق ہے کر بوج ۔ خبر سوں جگ کی تس کوں بے خبر بوج

ا۔ وو ہیگا۔ ھ۔ ۲۔ نکت۔ ج۔ ۳۔ اچھنا۔ د۔

کیا اے عشق کی جنت کے رضوان — توں ہے کس حور کی خاطر پریشاں

توں اپنا رنج منج دھر کھول کر بول — توں رنج پایا ہے کس تے سر بسر بول

بکیلا یوں تجے برہے میں سٹ کر — رہی سو کون ہے وو نار سندر

کنے یو زلف کا تجہ گل میں بھایا دام — دیتی ہے تلخ اپنے ہجر کا جام

تجے[1] کرنے دیوانا ہو کو آڑی — ۱۶۹۰ پرت کی کوں یوں پستی میں پاڑی

پرت[2] انپڑیا ہے تج کس چھند بھری کا — لگیا آسیب تج کوں کس پری کا"

پرت کے جوش کوں دل میں سک واب — دیکھ[3] رخسار کوں گلنار کے آب

کیا وو پھر کوں یوں اے[4] شاہ عالم — چمن تازہ[5] اچھو تج شاہ[6] کا جم

مرے دل کا ہے دکھ[7] یو جڑ پکڑ کر — نہ آتے[8] ہات سوں کس کیے اوکھڑ کر

پرت کا ناگ کیا کوں منج لڑیا سو — کہوں کیا زہر برہے کا چڑیا سو

ہوا پردیس منج پردیس میرا — ہوا ہے نس[9] تے کالا دیس میرا

ڈبیا ہے عشق کے سمدور میں دل — محبت کا پڑیا ہے بند میں مشکل

---

[1] دیوانا تج کوں کرتی۔ د۔ [2] شراب۔ ج۔ [3] دوکر رخسار کے گلزار کوں آب۔ د۔ [4] اس کوں کہ اے جم۔ ج۔ [5] سبزہ۔ د۔ [6] حکم۔ ھ [7] کرے ہے یوں مرا سب حال ابتر۔ د۔ [8] رات کے سر۔ ج۔ [10] دکھ۔ د۔

سمن بر یک گنتے سو ہے دلارام — لے کر گئی ہے وو میرے دل تھے آرام

کدھر ہے کی نہ جانو وو سہیلی — چتر چنچل موہن مورت چھبیلی

نین کے ناد اس کی تت ہوں حیراں[1] — ۱۸۰۰ ہوں اس کی زلف کے نمنے پریشاں

دہن نمنے ہے اس کے دل مرا تنگ — ہے اس کے تل سوں میرا روز ہم رنگ[2]

کروں کیا میں ہے صد ہیہات ہیہات — نہ میری اختیاری ہے مرہات

اگر کچ اختیار اس ٹھار ہوتا — تو نس[3] دن کاہے کوں اس دھات روتا

اپس اس شمع پر پروانہ کرتا — میں اپنے جیو کا پروا نہ کرتا"

کیا وو شاہ شہزادے سوں پھریوں — حقیقت سن کو بولیا اس کے دھریوں

نکو مخمول[4] اچھ یوں اے سجانی — نکو کر لھو کوں اپنے دکھ سوں پانی

رسنا دک سوں نکولے پھوڑ اپنا — نہ کو جینے[5] سوں لے کر موڑ اپنا

نہ کو یوں گھابرا ہوا ے گیانی — سنیا ہوں یک خبر میں آسمانی

کہ وو تیری پرت[6] کی بیم پیاری — اہے بیگیچ تج سوں ملنے ہاری

---

۱ ہوا ہوں۔ ج۔ ۲ زرد ہے رنگ۔ ج۔ ۳ کہوں میں۔ د۔ ۴ دوھر۔ ۵ سنم سوں دل نکولے توڑ۔ د۔ ۶ پرم۔ ج۔

پڑی سو کان میں یو بات اس کے ۱۸۱۰ رہی تیں اختیاری ہات اس کے

تحیر کا دریا آیا ابل کر پڑیا حیرت کے بھنور میں پھسل کر

کیا یارب دو طالع کاں ہیں منجکوں جو دیکھوں پھر کو میں اس چاند کا موں

مرے وو بخت کاں ہیں جو پھر اس پانوں جو دیکھوں وو مبارک اس کے ہیں پانوں

مرے بختاں کا نیں منج کوں پتارا جو ہووے دل پھوٹیا سو پھر کو سارا

دلاسے سوں دل اس کا شتہ بہوں تنگ کیا واں تے روانا معذرت منگ

مبادا ہووے کربھی اس اپر گھات دیا کینک پریاں کوں اس کے سنگات

چلیاں وو واں تے رات لے کر اڑیاں اس گل کوں ہاں تے ہات لے کر

دسیا یوں مل پریاں گے سات وو جاں سواری جیوں کے نکلے ہے سلیماں

جب آیا زیب و زینت سوں محل میں ملک آرا کے

دیکھ اس کی شکل و صورت کوں خوشی یک دل منے آئی

بہر حال اس روش کے زیب و فر سوں جو اپڑے ملک آرا کے نگر کوں

۱؎ شکل ۔ ج ۔ ۲؎ نصیباں کاں ہے وو ۔ ہ و ج ۔ ۳؎ پھر کو سنیا سو یو سارا ۔ ج ۔ ۴؎ ہوا پر جیوں کہ جاتے ہیں سلیماں ۔ ج ۔

اتھا اس شہر کے نزدیک یک باغ ۱۸۲۰ ارم کے دل پو تھا اس باغ سوں داغ

جو چل کر[1] آئے تھے سو باٹ ساری اتروا ں ماندگی ساری اتاری

خوشی کی سن خبر وو ملک آرا سنگار اپنا سرا[2] سر شہر سارا

بلانے مبارک اس ہما کوں کری اپنے روانا پیشوا کوں

رھیا تھا شاہزادہ ٹھار کر جان تجمل[3] سوں گیا وو پیشوا واں

نظر اس کی پڑا جوں شاہزادہ تُرنگ پر تے اوتر کر ہو پیادا

ادب سوں ہو اگے تسلیم کیتا ہو ہُد ہُد عیش کا پیغام دیتا

نوازش سوں پریاں کوں پھر کو بھولائے[4] محل[5] میں شاہزادے کوں بلائے

بہوت حرمت[6] سوں شہزادے کوں دجا رکھے عنبرت[7] کی یک جا پولے جا

وو عاشق عشق کا ناسوں سک سوز اچھے[8] اس موہنی کوں دیکھنے روز

چنچل پی دیک اُس ایسیں دیکھانے ۱۸۳۰ دھنڈی دل میں ہر یک تل نہانے

سنے جلتے تھے دن کوں ہو کو آوا برہ کی رات کوں دائیں[9] اوچاوا

---

[1] جاکر۔ ج۔ [2] رنگارنگ۔ ج۔ [3] بڑے غوغے سوں آیا۔ ج۔ بڑے غل سے۔ ھ۔ [4] بھولائے۔ ا۔

[5] گر۔ د۔ [6] عنبرت۔ ج۔ [7] حرمت۔ ج۔ [8] پچھی۔ د۔ جبی۔ ھ۔ [9] وانے۔ د۔

نہ تھی دونوں میں کچھ ذرا صبوری ۔ دونو کے حق پہ تھی ہو زہر دوری

پرت کی آگ دونو کو الالی ۔ بکس تے ٹیک تھے ملنے او تالی

لگیا ہے یار کوں جس یار کا دھیان ۔ لگیا ہے جس کے تئیں دیدار کا دھیان

کہاں دل کوں اچھے گا اس تے راحت ۔ کہاں اس جیو کوں بخشے فراغت

ہُوا دو دھر تے دکھ اول تے دُھورا ۔ لگی جھکنے کوں برھے سات پورا

لگی ہوگی جسے جس سات یاری ۔ لگی ہوگی پرت جس کوں پیاری

خوشی سوں جیوں وو سو ہور جاگے ۔ اسے ان پانی کیونکر خوب لاگے

پریشاں جس کرے یوں عشق پھر پھر ۔ اچھے کس دھات وو مجموع خاطر

بچالیا ملک آرا نے خدا کا شکر یک ازل تے؟

بھلی ساعت منے آکر ملے وو عاشق جانی

یکایک جیوں سعادت کا دن آیا ۔ ۱۸۴۰ ۔ نشانیاں سعدیت کی سات لیایا

ہوا سورج کے منتے جگ نورانا ۔ سعادت ۔ ٹیا پھر طرح تازہ لیا زمانا ۔ لایا ۔ ڈالا

لے دورا ۔ ا ۔ ۲ے لگی ہوئے گی ۔ ھ و ج ۔ ۳ے سات ۔ ج ۔ ۴ے دل خوش اچھنے کیوں خوش

آگا ۔ ج ۔ ۵ے ھور پانی کیونکہ بھاگا ۔ ج ۔

جو دھر تا تھا سو کچھ رفتار اپنا — دیا سٹ گنبدے دوار اپنا

خدا کے فیض کی تاثیر تے آ — ملے دو یار دو دو دھیر تے آ

لگیا مینہ فیض کا بادل تے پڑنے — لگی رحمت کی پھوئیں اوپر تے جھڑنے

کھلے جگ میں خوشی کے پھول سارے — سعادت کے ملے یک ٹھار تارے

دنیا سر تے نوا پھر رنگ رس پائی — جوانی تے نکل جلوے منے آئی

اتم امرت گھڑی دیکھ یک موافق — تڑکے کا وقت دیکھ ہور صبح صادق

ملے دو عاشق و معشوق دو جب — جگت یک دھر تے پھر تازا ہوا سب

ملی یوں شہ کوں دو خوبان عالم — سلیماں کوں ملیا جیوں پھر کو خاتم

ملیا یوں اس چنچل کوں دو سو گیانی — ۱۸۵۰ زلیخا کوں ملی جیوں پھر جوانی

ملی اس خوب سوں اس دت دو خوب — کہ جیوں بینائی پھر کر پائے یعقوب

ملی اس جان سیتی یوں دو جانا — خضر کے تئیں ملیا جوں آب حیوان

یوں آیا وصل کا اس دھن کوں دولت — ملیا ایوب کوں جس دھات صحت

دو مل دو تن رہے یو ایک دل ہو — نین دیکھن میں یک دستے ہیں جیوں دو

لے جیو کی ہمدم۔ ھ۔ لے ملیا۔ ا۔ لے دونو۔ ج۔ لے دیکھنے۔ د۔

وو دونو ٹیک ہو یوں رہے تھے تانہاںک	انکھی پتلی سوں جیوں پتلی سوں ہے انگ
یکس سوں ٹیک مل کر رہے تھے اس دھات	موں میں جیوں جیب ہور جیو جیب میں بات
رہے اس دھات سوں وو خوش ہو دونو	اتھے یوں وو محبت کیش دونو
دیکھت یو حال ملک آرا ہو دل شاد	دل و جاں سوں خدا کا حمد کر یاد
ہوی سو یو دنیا میں یادگاری	دوگانہ شکر سوں حق کا گذاری

لکھائی ملک آرا تے دونو کے شاہ کوں کاغذ

ملے حق کے کرم تے پھر تمارے نور چشمانی

وو امرت گن کی پُر ابکار موہن ۔۱۸۶۰ کتک دن رکہ کو دونو کوں الپس کن

منگی کرنے کوں جو یو بات ظاہر	کہ جیوں عالم پو ہوئے دن رات ظاہر
دو رُخ زر مل کرے سو دیک کاغذ	لیکر رنگیں خطائی ٹیک کاغذ
شہانے مرتبے سوں درج کر بات	لکھی ماں باپ کوں دونوں کے اس دھات
بحمد اللہ کہ جگ ہے آج تازا	زمانہ پھر کیا ہے ساز تازا
جدھر دیکھے ادھر خوبی کی صف ہے	جہاں میں عیش عشرت ہر طرف ہے

لہ پانہاک ۔ ا ۔ ۲ یوں وو خوش ۔ ج ۔ ۳ ہو کر شاد ۔ ج ۔ ۴ کا ۔ ج ۔ ۵ ہوا ۔ ا ۔

تمارے جو گئے تھے نور دیدے
پڑے تھے جو تمن تے دور دیدے

دعاگو[1] میں حقیقی ہوں تماری
کنواریاں میں تھنی ہو یک کنواری

جو کچھ کرنے کی تھی تدبیر کیتی
ملانے کوں نہیں تقصیر کیتی

اگر فرمانگے[2] تو بھیجوں گی اس ٹھار
دیکھو بارے بکس کا ئیک دیدار

حقیقت یک تمام اول سوں آخر
دعا سوں ختم کر اس وقت ٹھا سوں پھر ۱۸۷۰

جھلکتا ہے سُرج کا تاج جو لگ (جب تک)
اچھو ہوتے[3] تمن گھر کاج نو لگ

محبت کے بیاں لکھ اس سند سوں (سنجئ)
روانا ویں کری مصر و عجم کوں

گیا جوں اس دو شہاں کے دھیر قاصد (جھید)
دو نوں[4] شاہاں ایس کا پاکو مقاصد

دو نامے[5] لیکر اس کن تے ایس ہات
ہوئے خوش حال اس کوں دیکھ اس وقت ٹھات

ہوئے اس وقت ٹھا سن دو بات محظوظ
کہی نا جائے ویسی دھات محفوظ

اُمس سوں یوں ہو[6] خوش اپنے من میں
سماتا تن نہ تھا اس پیرہن میں

کری سو دیکھ کر ایکار بھو[7] تیج (بہت ہی)
ہو ملک آرا کے منت وار بھو تیج

---

[1] دخالف ہو۔ ا۔ [2] فرمانگے۔ ج۔ [3] جو ہوتا ہے گنول (گگن) کا کاج نو لگ۔ ج۔ [4] رقم۔ ا۔ [5] دو دونو شہ سو پایا اس کا۔ ج۔ [6] ج۔ [7] بھلے خوش ہو کو۔ ج۔ [8] بھوتی۔ ھ۔

جواب نامہ شاہاں کا جو اَنبڑیا ملک آراکوں

اسی عنواں تے دونوکوں کری شہراں کو بھورانی

محبت کوں اپس کے دل میں[1] دھر راہ — لکھے یوں اُس کوں پھر کر دو دو نو شاہ

کہ جو لگ چرخ کے محبوب[2] کے ہات[3] — ہے لال اچھے شفق[4] مہندی کری سات[5]

سہاتا کہکشاں کا ہار[6] جو لگ ۔۔ ۱۰۰۰ گلے کے ہار کا سنگار ہے لگ

ثریا کا ہے جو لگ[7] موی بندے — ہے تارے جو تلک قوس قزح کے

فلک کا تخت ہے لگ آبنوسی — نوے چندر کی ہے لگ نوعروسی

گگن کی سیج پر کر پھول تارے — جدہاں لگ رات کی مالن پسارے

اچھو نو لگ تجے عصمت ہمیشہ — خدا تیری[8] رکھے عفت ہمیشہ

نوازش نامہ بھیجی[9] سو کرم سوں — سراسر لک محبت کے قلم سوں

سعادت کی گھڑی میں انبڑیا وو — یک یک بازو ہو شادی سوں دو دو

پڑیا[10] سوں نین تل وو عیش کا نور — ہوا اندکار غم کا دل تے سب دور

---

[1] کا۔ د۔ [2] دھات۔ ج۔ [3] فلک۔ ج۔ [4] ہات۔ ج۔ [5] ہے۔ ج۔ [6] جب۔ م

[7] تیرا۔ ج۔ [8] بھیجے سو کر۔ ج۔ [9] ازد

سیاہی ہور سفیدی اس کی تھی یوں — سہاوے میں بنم کا چاند ہے تیوں

دسے یوں لفظ میں معنی ہو پنہاں — کہ جوں ظلمات میں ہے آب حیواں

محبت کے ابالاں کا وو[1] سمدور — ۱۸۹۰ خوشی کے تھا جواہر سات بھرپور

تمن سوں وو ہے اب امیدواری — محباں پر محبت دھر کو بھاری

مدد شہزادے کوں دے کر سب دل — دے کر سنگات لشکر کا اسے بل

کرو اس ملک پر اس کوں روانا (تمام لشکر) — جو تھے واں کا رہیا تھا ہو دوانا

ڈبایا تھا جو وو دے غفلت اس کوں — جو ماریا تھا جسے بے نسبت اس کوں

کرینگے یو تو نیکی ہے تمھاری — ابد ہے لگ رہے گی یادگاری

رہے خوبی ستی توں جگ میں مشہور — رہو نیکی سوں جو لگ چاند ہے سور

شہاں نامے کوں پھر بھیجے[2] لک اس دھات — بھی کیتے دھات کے تحفے[3] دے سنگات

وو نامہ جوں کے[4] اپڑیا اس پری کوں — اتم اس پاک دامن گن بھری کوں[5]

اسی دھاتوں دے کر سنگات لشکر — کری اس کوں روانا اس ملک پر

---

۱ ہو - او ج - ۲ اگر اس دھات د - ۳ دئے سات - ج - ۴ پھر اپڑیا آ

وو نامہ - د - ۵ محبت کے گگن کی مشتری کوں - د - ع دیں - ک ع - دو ک

بڑے بیک ہا ہوے ہور شور و شر سوں ۱۹۰۰ جو نکلے ملک آرا کے نگر سوں

بہر حال اس نگر کوں پیں اپڑائے وہاں کے لوگ سن کر سامنے آئے

وزیراں مل اطاعت آکرے سب ادب سوں ٹیک بیک ہم بھیں بھرے سب

مقرر کر اس اوپر پادشاہی پھرائے ملک میں اس کی دھائی

خوشی کے طبل سب جا گے بجائے خوشی کا سب کوں آواز اسنائے

لگا خوش ہوئی بانٹے عیش کے پان لکھے چاروں طرف شادی کے فرماں

عدالت کار کہ اپنے سیس پر تاج فراغت سوں سدا کرتا رہیا راج

یو قصہ شاہ کے دھر بول زاہد یو موتیاں ان بندی سب رسول نے اہد

بہوت کچ شاہ سوں پایا نوازش کیا مل دین دنیا سوں وو سازش

ہوئے جس وقت تھا سوں غم تے آزاد خدا سب کا کرو اس وقت تھا دل شاد

منجے دو جگ میں بادتوں آبروئی ۱۹۱۰ بحال من نکوئی کن نکوئی

لے وبدلے ۔ ھ ۔ لے شہر ۔ ج وب ۔ ۔ درائی ۔ ھ ۔ وب ۔ اور باجے ۔ م ۔

ھ عشرت سوں ۔ ج ۔ لے کر یادین ودنیا سوں ملکے سازش ۔ ج ۔ وب ۔

رکھو ۔ ق ۔ ۔ ب

الٰہی گھن پو زہرا کا جدھاں لگ نور رہے تب لگ
اچھو یو پھول سب بن میں شگفتہ ہور خندانی

درود اول نبی پر بھیج کر میں — مرتب اس حکایت کوں کیا میں

سچا پن سو نبی پر ہے مسلم — سینیا تیوں میں کیا واللہ اعلم

جو کئی صنعت سمجھتا ہے سو گیانی — وہی سمجھے مری یو نکتہ دانی

وہی سمجھے سچ ہے جن کوں کچھ بات — جو میں باندیا ہوں یو صنعت سو ابیات

ہنر کوئی دکھائے سو دکھایا — صنائع ایک کم چالیس لایا

ہر ایک[1] مصرعہ اوپر ہو کر بجد خوب — رکھا میں قافیہ لا مستند خوب

بندھا ہر حرف سیں یوں میں قرینہ — بوجھے سچہ بھی یہ صنعت کا نگینہ

دکھایا میں ہنر کر سب کوں ہلکا — صنعت کیتا ہوں شصت و شش محل کا

رکھیا میں مثنوی اونچی یو اس دھات — سکت نیں کس کوں انیڑ[2] انے وہاں بات

دلے استاد سوں تشبیہ دیتا — ۱۹۲۰ چلی سو بات کوں میں نظم کیتا

مری ہے نظم میں انشا[3] کے دھاتاں — اہے انشا کے دھاتاں ہو باتاں

۱۔ یہ اور بعد کا شعر م سے منقول ہے۔ ۲۔ انیڑائے۔ ا و ب ۳۔ انشئے۔ ج و ا۔ ... ب ندلاد ا

غزل کا مرتبہ گرچہ اول ہے | دلے ہر بیت میرا ایک غزل ہے
غزل گر نیں کہے تو نیں ہے خامی[1] | جو کچھ بولے سو ہے ظاہر نظامی[2]
غزل نیں طوس کے استاد کوں ٹیک | ہزار از ما کو شہنامے[3] منے دیک
حضوریاں[4] میں اگر منج سلک اچھتا | گھریز اس تے میرا کلک اچھتا
فراغت اس تے گر تک منج کوں ہوتا | لے موتیاں خوب میں اس تے پروتا
بڑیاں کے ناد اچھتا تو بڑا پن | مسیحا کا دکھاتا بات میں فن
زمانا نا سمج کر قدر میرا | بچھایا[5] یا بیدلی سوں صدر میرا
بزرگی کیا سبب جیب کیے[6] یوں لینا | کہ سن کر دیو ینگے ہر کوئی جھینا
رتن[7] اپنے صفت کیے نت نکو رول | ۱۹۳۰ ہنر کچ[8] شعر کا سمجا ہے تیوں بول
اگرچہ شاعری کا فن ہے عالی | دلے کیا کام آوے بات خالی
کہے[9] ہیں شعر کوں گر خیر و حکمت | کہ یو ہے شرط کچھ ہونا نصیحت
اول بارے نصیحت اس میں اچھنا | نصیحت نیں تو صنعت اس منے اچھنا

---

[1] خاطر۔ا۔ [2] وو خاطر۔ا۔ [3] سوں۔ یوں۔ ک۔ [4] ھ و ا۔ ندارد۔ [5] ا میں یہ لفظ چھوٹ گیا ہے۔
[6] کلینا۔ ج۔ [7] بچن۔ ج [8] کے۔ ا۔ [9] صرف ھ۔

جو دو[1] فن اس میں نیں[2] تو ہیچ ہے سب
ہنیں وو شعر بے جا ہیچ ہے سب

اوسی تے طبع میرا نیں قبولیا
جو کچ بولیا سو سب یک بار بھولیا[2]

منجے گر شعر پر رغبت جو اچھتا
ہزاراں سو پچ بیتاں لکھ[3] کو اچھتا

اَہے انشا پو میرا میل دائم[4]
طبیعت کوں میری ہے حظ ملائم

سمج ہر کس کوں میرا طبع ہونا
لگر میں یک دکھایا ہوں نمونا

ہنیں وو کیا کروں فیروز استاد
کہ دیتا شاعری کا کچ مراد اد

اہے صد حیف جو نیں سید محمود
گیتے پانی کوں پانی دو دکوں دود

ہنیں اس وقت پر وو شیخ احمد
سخن کا دیکھتے باندیا سو میں سد

حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال
ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپرال

اچھے تو دیکھتا ملا خیالی
یو میں پڑتیا[5] ہوں سو صاحب کمالی

اچھے گا جس منے ایمان کا بو
نہ ہوسے داستاں[6] سن کر زش رو

کیا ہوں میں سو یو گت شعر کا ہے
کنا سچ جھوٹ سنت[7] شعر کا ہے

[1] یو۔ ا۔ [2] بولا۔ ھ۔ [3] لے کو۔ ج۔ [4] مرا ہے نثر اوپر میل دائم۔ ھ۔ [5] پڑھتا۔ د
[6] رنگ سوں۔ ج۔ [7] سبقت۔ اوج۔ صنعت۔ ھ۔

یو باتاں بولتے تو مست تھا میں	تکلف بات کا مستاں اُپر نیں
رکھو معذور[1] نا کر دل کو بھاری	قلم کے ہات تھی سب اختیاری
نہ کر ابن نشاطی خود نمائی	سٹے ہیں یاں ہمایاں سب ہمائی
صفت میں "پھول بن" کی کر تبسم	سٹیا تازی غزل کا یک ترنم

اہے تازا چمن پیوستہ میرا ۱۹۵۰	شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا
لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو	ہر یک مصراع جو ہے برجستہ میرا
دیا ہے جگ کوں رونق یک طرف تے	ہے یو بازار جو دورستہ میرا
بہوت خونِ جگر کھا کو کھلیا گل	کلی تمنے جو تھا فن[2] بستہ میرا
کرم سوں حق کے پایا آج راحت	فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

کرے کیا شکر کوئی حق کے کرم کا	نہیں بھرنے[3] سکت یاں دم کسی کا
اگر تن پر کے جو ہر یک ہے روں	دو ہر یک روں کوں سو سو کر ہو مو یے
ازل تے تا ابد نا صبر یک چھن	کرے تو ل کو عالم شکر لس دن

ل ا میں الفاظ "رکھو معذور" چھوٹ گئے ہیں۔ ۲ بر۔ ا۔ ۳ بھرتے۔ ج

نہ کرنے تو بی آگا شکر اس کا | کرے نا جا[1] سے تو بھی شکر اس کا
الٰہی دے[2] تو منج بندے کوں توفیق | کروں تج شکر کے کتے کوں تحقیق
توں اپنے شکر سوں معمور کر دل | ۱۹۶۰ توں اپنے شکر کی دے[3] منج کوں منزل
سرا سر[4] شکر کی دے بات منج کوں | دے تیرا شکر لکھنے ہات منج کوں
ہزاراں شکر یو تازا حکایت | سرانجامی کرا پایا سعادت
ہزاراں شکر یو قصہ ہنر کا | مٹھائی میں[5] لیا جا گا شکر کا
ہزاراں[5] شکر میری بات کے پھول | پڑے خدمت میں استاداں کے مقبول
ہزاراں شکر یو میری عبارت | فہم واراں کے دیتی دل کوں راحت
ہزاراں شکر میری طبع کا فن | ہوا سورج کے نمنے جگ پہ روشن
ہزاراں شکر میرے ذوق کا کام | ہنرمندی سوں پایا خوب اتمام
کیا سو ابتدا دیک ماہ رجب | کمالیت کوں اپنڑ پایا عید کو شب
یو پھل بن تین مہینے لگ لگایا | پنم کا چاند ہو پورا تو آیا

---

[1] تو بی جاگا ۔ ج ۔ و ۔ ب ۔ ایہادے توں ۔ ا ۔ [3] ھ مصرعہ اولی ثانی ۔ [4] سوں ۔ ا

[5] ھ میں ہر جگہ ہزاروں درج ہے ۔

مشقت سوں بہوت دل لہو ہوا پر ۔۔۔ کتک دن کوں دیا یو مشک ہو کر

گنت[۱] میں آئے سو یک بار بیتیاں ۔۔۔ ہے ستراسو پو دو بیس چار بیتیاں

اچھو یو دو مبارک پھول بن وو ۔۔۔ نظر میں جم اچھو شہ کی چمن یو

اونوں[۲] پر بھی ہوئے دائم مبارک ۔۔۔ جو کُئی اس بات کی دھرتا ہے مارک

لکھن[۳] ہاریاں کتے تئیں بخشنے سعادت ۔۔۔ دیوے دائم پڑن ہاریاں کو راحت

مسلماناں سو یو امید ہے مجھ ۔۔۔ سخنداناں سو یوں امید ہے مجھ

کرینگے جو میرا یو پھول بن سیر ۔۔۔ کہو[۴] یک بار گی کر عاقبت خیر

کیا میں ختم حاتم کے کرم سوں ۔۔۔ محمد مصطفےٰ مولی العجم سوں

تمت

---

۱ ا ۔ ندارد ۔ ھ میں اس کی بجائے ذیل کا شعر ہے ۔ گنا جب میں یہ بیتیاں پھول بن کیاں ۔ ہویاں انیس سو یکیس بیتیاں ۔

۲ از ھ ۔ ۳ پڑیاں ہاریاں ۔ ج ۔ فہم داراں ۔ ۵ ۔ د میں مصرعہ ثانی اول ہے ۔ ۶ پڑے مجھ حق میں ایک دم فاتحہ خیر